باب اول

(قدیم دہلی کی تاریخ)

کسی شہر کی تاریخ یا تذکرہ لکھنے کے یہ معنی ہین کہ وہان کے سلاطین اُمرا فضلا اور دنیا کے نامور و مشہور علما کے تفصیلی حالات شہر کے عظیم الشان انقلابات اُسکے بڑے بڑے قیامت زا تغیرات اُسکی ترقیان اُسکے تنزل اُسکی قابل دید عمارات مشہور محلات معابد و مساجد غرض تمام باتین بالالتزام قلمبند کیجائین جیسا کہ شہر دمشق اور شہر بغداد وغیرہ کی تاریخین اسوقت ہماری پیش نظر ہین حافظ ابو القاسم علی بن حسن عسکری نے شہر دمشق کی تاریخ کامل اسّی جلدون مین لکھی ہے اور ان تمام باتون کو التزاماً کما حقہٗ نباہا ہے اسیطرح ابو بکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد دس ضخیم جلدون مین تالیف کی ہے مگر افسوس ہے کہ ہمین دہلی جیسے عظیم الشان اور قدیم شہر کی آج ایک تاریخ بھی ایسی دستیاب نہین ہوسکتی جس سے اُسکی پوری تاریخ کا پتہ چل سکے بیشک ضرورت اور سخت ضرورت تھی کہ قلمائے ہندوستان مین سے کوئی حوصلہ مند اور واقف کار عالم دہلی کی بھی ایک ایسی ہی مکمل تاریخ لکھتا جیسے دیگر اسلامی شہرون کی لکھی گئی ہے کیونکہ جب تاریخ کی طرف عام توجہ کیجاتی ہے تو ہمین بہ نسبت دیگر مقامات کے یہان دلچسپی کے بہت کچھ سامان نظر آتے ہین۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ایشیائے دنیا مین کوئی شہر اس شہر کی ہمسری کا دعوے دار ہرگز نہین ہوسکتا اور اگر ہو بھی تو اُسکا یہ دعویٰ تسلیم نہین کیا جاسکتا سچ یہ ہے کہ یہان کی ایک ایک ٹھیکری قدامت کی مجسم تاریخ ہے سو لو شہر کے ویرانون مین اسوقت تک سیکڑون خزف ریزے ملتے ہین جنپر کئی کئی ہزار برس قبل کے حروف و نقوش کندہ ہوتے ہین افسوس اور نہ صرف افسوس بلکہ سخت حیرت ہے کہ اسلامی مورخون نے ایک ایسے عظیم الشان خوشنما دلچسپ منظر شہر کی تاریخ کی طرف کیون توجہ نہیں کی جو قدامت سے علوم و فنون کا مرکز اور نامور و مشہور تاجدارون کا معرکہ آرا رہا ہو۔

آج ہم دہلی مین جاتے اور اُسکے اطراف و جوانب مین پھرتے ہین تو منہدم اور ٹوٹی ہوئی عمارتون اور قدامت کے مارے کہنہ ہوئے

مقامات سے حسرت نصیبی اور بیکسی کا عجب عالم خموشان نظر آتا ہے ہر عمارت جو کچھ زبان حال سے کہہ رہی ہے اگر اسکی طرف دل لگا کے کان لگائے جاتے ہین تو یہ الفاظ صاف سُنائی دیتے ہین کہ "او غیب دہلی تو ایسی بیکس اور حسرت نصیب ہے کہ اب تو تیرے زوال کا زمانہ ہے جب تو ان موقعون جو گنی ترقیان کر رہی تہی اور انتہا سے زیادہ عروج پر تہی اُسوقت بہی کوئی شخص تیری بات پوچہنے والا نہ تہا"۔

یہ ایک عام روایت ہے اور جہان تک ہم نے سُنا ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ اکثر لوگون کی یہی رائے ہے کہ دہلی ایک قدیم شہر ہے اور ہمیشہ سے با شان و شوکت اور پر رونق رہا ہے لیکن اسے زیادہ عظمت و شان اور وسعت آبادی رونق خاندان تیموریہ کے پانچوے تاجدار شاہجہان کے بعد سے ہوئی موجودہ عمارتین جو قدامت کی یادگار کی حیثیت سے اس زمانہ تک باقی ہین اور اپنے اگلے اسلامی جبروت اور جاہ و جلال کو بہار رہا کر رہی ہین انمین جو زیادہ قابل قدر اور باعث استعجاب ہین اُنکا اصل بانی اور در واقعی موجد شاہجہان ہی تہا لیکن ہمین معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیاس غلط ہے اگر ہم تاریخون کے ورق الٹکے نہ بہی دیکہین تاہم اپنے قیاسی اجتہاد ہی سے کام لیکے کہہ سکتے ہین کہ دہلی کی رونق خاندان مغلیہ سے پہلے ہی بہت ترقی پر تہی اور یہان کا دربار انُ دنون بڑا باجاہ و جلال دربار خیال کیا جاتا تہا۔

ہم چاہتے ہین کہ تاریخون کے صفحات اُلٹکے دہلی اگلی رونق اور گزشتہ چہل پہل اپنے کرمفرما اور معزز ناظرین کو دکھا دین اور اپنے ہموطنون کو ایک معتبر اور درد انگیز افسانہ سنا کے متاثر کرین لیکن بافسوس کہا جاتا ہے کہ ہمین اس امر مین اُن تاریخون اور تذکرون سے ذرا بہی مدد نہین ملسکتی جو خاص ہندوستان کے اسلامی مورخون نے لکہی ہین ہان اگر ہم غیر ولایتون کے آنیوالے مشہور سیاحون کے سفرنامون کی طرف توجہ کرین تو غالباً ہمین کامیابی کی امید ہوسکتی ہے خاص دہلی کی تاریخ اول تو لکہی ہی نہین گئی اور نہ کسی ہندوستانی مورخ نے اسکی طرف توجہ کی اگر کچہہ پتہ چلتا ہے تو اُن تواریخ سے چلتا ہے جو ہندوستان کی عام پولیٹیکل حالت کے متعلق لکہی گئی ہین لیکن اسمین بڑی دقت یہ ہے کہ ان حالات کے متعلق جو کتابین مرتب کیگئی ہین انمین سے اکثر دستیاب نہین ہوسکتین اور اگر ہزار تلاش و جستجو کے بعد دستیاب بہی ہو جائین تو یہ ظاہر بات ہے کہ کسی منفرد کوشش کو کبہی پوری کامیابی حاصل نہین ہوتی اسی بنا پر دہلی کے متعلق جسقدر حالات اس کتاب مین قلمبند ہونگے وہ یا تو بعض ہندوستانی تاریخون سے ماخوذ ہونگے یا مشہور سیاحون کے سفرنامون سے خاندان مغلیہ دور کے ابتدائی اور وسطی زمانون مین بعض اہل یورپ بہی یہان آے تہے جنہون نے اُس عہد مین دہلی کا تماشہ دیکہکے اپنے سفرنامون مین اُس اگلی سوسائٹی کی تصویرین کہینچی ہین جنہین اپنی آنکہون سے دیکہا تہا۔

اس دعوے کے ثبوت مین ہم معزز ناظرین کے سامنے صرف اُن دو مورخ سیاحون کی شہادت پیش کرتے ہین جنہون نے دہلی مین آکے اپنے چشم دید حالات قلمبند کیے ہین اسلامی مصنفون مین ابن بطوطہ کے سوا ہم کوئی سیاح مورخ معلوم نہین

جس نے دہلی کے قدیم حالات اور اگلے درباروں کی عظمت و شان چشم دید لکھے ہوں ۔ ابن بطوطہ نے سنہ ۷۳۴ ہجری میں اس
شہر کو دیکھا اُسوقت اسلامی حکومت تہی اور سلطان غیاث الدین تغلق کا فرزند رشید سلطان محمد شاہ اپنے باپ کے مرنیکے بعد
تخت حکومت پر جلوہ آرا تہا وہ لکھتا ہے کہ قصبہ پالم جو سلطان عصر کے ایک بہت بڑے مشیر و معزز و مقرب سید شریف ناصر الدین
مطہری نامی کی جاگیر میں تہا میں وہاں سے روانہ ہوکر دوسرے روز ہندوستان کے قدیم دار الخلافہ دہلی میں داخل ہوا یہ ایک نہایت عظیم الشان
شہر ہے آبادی سے قطع نظر کر کے اگر صرف خوبصورتی اور مضبوطی کو دیکھا جاتا ہے تو دونوں باتوں کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں اپنا
نظیر نہیں رکھتا جیسی مضبوط اور مستحکم شہر پناہ دہلی کے گرد بنی ہوئی ہے ویسی عمدہ و مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر میں نہیں
اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ تمام بلاد ہندوستان اور نہ صرف بلاد ہندوستان بلکہ کل مشرقی دنیائے اسلام کے شہروں پر دہلی کو ترجیح ہے
اور جو عجیب و غریب عمارتیں میں نے یہاں دیکھی ہیں اُنکے اعتبار سے تو یہ اپنا آپ ہی نمونہ ہے اسوقت دہلی چار مختلف حصوں میں
منقسم ہوگئی ہے جو قریب قریب اور ایکدوسرے سے ملے ہوئے ہیں وہ حصہ جو خاص دہلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دہلی کا قدیم شہر ہے جسے ابتدا میں آریہ
ہندوؤں نے آباد کیا اور فاتحان غوری کے زمانہ تک ہندوؤں کا پایۂ تخت تہا مسلمانوں نے ابتدا ہی میں اسکو نگاہ تسخیر سے دیکھا تہا چنانچہ
سب سے پہلے جن لوگوں نے اسکی شہر پناہ کے آہنی دروازہ پر تلوار ماری وہ تاتاری پٹھان تھے اسکے بعد اور لوگوں نے بھی یکے بعد دیگرے اسپر حملے
کیے لیکن آریہ ہندوؤں کا خاتمہ فاتحان غوری کے ہاتھ سے ہونے والا تہا جنہوں نے سنہ ۵۸۴ ہجری میں اس عظیم الشان دار السلطنت کو
فتح کیا اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر اُنکی جگہ علم اسلام بلند کیا۔

شہر کا دوسرا حصہ سیری کہلاتا ہے اور یہی دار الخلافہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو پیشتر سلطان علاؤ الدین اور اُسکے
فرزند قطب الدین کا ایک زمانہ تک پایۂ تخت رہا ہے شہر کا یہ حصہ سلطان وقت نے غیاث الدین کے حوالہ کر دیا تہا جو خلیفہ مستنصر باللہ
عباسی کا نواسہ تہا۔

شہر کا تیسرا حصہ تغلق آباد کہلاتا ہے جسکی سلطان غیاث الدین نے بنیاد ڈالی تہی اور اُسکے فرزند سلطان محمد تغلق نے جس کے
زمانہ میں مجھے اس شہر میں آنیکا موقع ہوا عجیب طرح سے اُسے آراستگی دی ہے تغلق آباد کی بنیاد پڑنے اور اُسکے تعمیر ہونیکی
ایک عجیب حیرت انگیز حکایت ہے جو مجھے یہاں کے لوگوں سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ غیاث الدین تخت نشین ہونے سے پیشتر سلطان
قطب الدین کے امرا دربار میں تہا اور دربار شاہی میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تہا سلطان قطب الدین ہمیشہ اس سے خوش
رہتا تہا اور تمام دربار میں قدر و قعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تہا۔ اتفاق سے ایکدن سلطان قطب الدین سوار ہوا اور
اُس کا ایک نہایت خوشنما منظر اور دلچسپ مقام پر گذر ہوا۔ غیاث الدین نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جہان پناہ
اگر اس خوش سواد مقام پر قصر شاہی اور شہر آباد ہوتا تو بہت ہی زیبا تہا اُسپر قطب الدین نے استہزا کے لہجہ میں کہا۔ اچھا

جب تم بادشاہ ہوگے تو ایسا ہی کرنا۔ یہ ایک اتفاقیہ امر ہے کہ جب قطب الدین نے سفر آخرت اختیار کیا تو تاج شاہی غیاث الدین ہی کے سر پر رکھا گیا اور یہی وارث تخت و تاج قرار دیا گیا اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے دل میں کہا کہ جب خدا نے میرے ولی نعمت کی تمنا پوری کر دی تو مجھے بھی اُس کا قول پورا کرنا چاہیے لہذا اُس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی اور نہایت عظمت و شان سے آباد کیا۔

شہر کا چوتھا حصہ جہان پناہ کے نام سے پکارا جاتا ہے خود سلطان محمد تغلق اور اُسکے ارکان دولت و امرا اسی حصہ میں رہتے ہیں۔ سلطان محمد تغلق ایک بڑا اولوالعزم اور عالی نظر اور حوصلہ مند بادشاہ تھا اُسنے اپنی تخت نشینی کے بعد ارادہ کیا تھا کہ ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان شہر پناہ بنائی جائے کہ قطع نظر یادگار زمانہ ہونیکے شہر دہلی کے چاروں حصوں کو اپنے اندر لے۔ چنانچہ اسکا سلسلہ شروع کر بھی دیا گیا تھا مگر بوجہ کثرت مصارف کے بغیر تکمیل کو پہونچے ترک کر دیا گیا۔

دہلی کی قدیم شہر پناہ جو آثار قدیمہ کا ایک بڑا نمونہ ہے ایسی مضبوط اور مستحکم ہے کہ اُس جیسی عجیب و غریب اور مضبوط شہر پناہ دنیا کے کسی شہر کے گرد نہو گی۔ دیواروں کا آثار گیارہ گز تک کا دیا گیا ہے اور جسقدر شہر کے گرد دیواریں ہیں سب اسی قدر چوڑی ہیں اُنمیں جا بجا مکانات اور حجرے بنے ہوئے ہیں جنمیں محافظین شہر اور اکثر اہل پولیس رہتے ہیں۔ شہر پناہ کے اندر بہت سے غلہ کے کھتے ہیں جنمیں غلہ نہایت حفاظت سے رکھا جاتا ہے اور بعض جگہ اسی شہر پناہ میں آلات حرب اور اسلحہ جنگ کے تمام ضروری سامان بھی فراہم رہتے ہیں۔ شہر پناہ کی دیواریں اگرچہ نیچے کی جانب سے بہت چوڑی ہیں مگر اوپر جا کر صرف اتنی وسعت چھوڑی گئی ہے کہ دو سوار نہایت آسانی سے برابر دوڑ سکیں اوپر کی جانب دیوار کا ایک ایسا حلقہ قائم کیا گیا ہے جسکی وجہ سے دوڑنیوالے سوار شہر کی طرف سے تو نظر آسکتے ہیں لیکن باہر کی جانب سے کوئی اُنہیں نہیں دیکھ سکتا۔ نیچے کا حصہ پتھروں سے قائم کیا گیا ہے اور اوپر کی دیوار اینٹ اور چونے سے بنائی گئی ہے ہر بلندی پر قریب قریب برجوں کا ایک ہموار اور مسطح سلسلہ چلا گیا ہے جو نہایت ہی خوشنما اور بہت کار آمد ہے۔ شہر پناہ کے چھوٹے بڑے دروازے سب ۲۸ ہیں جنمیں سب سے بڑا دروازہ بداؤں دروازہ کے نام سے نامزد ہے باقی ایک منتی دروازہ ایک گل دروازہ ایک شاہ دروازہ غزنی دروازہ پنجابی دروازہ ہے جسکے باہر دہلی کا قبرستان ہے یہاں کا قبرستان بھی بہت عمدہ اور دیکھنے کے قابل ہے اکثر قبروں پر خوشنما گنبد بنے ہوئے ہیں اور جس قبر پر گنبد نہیں تو وہاں ایک یا کئی طاق نہایت خوبصورت ضرور بنے ہوئے ہیں جا بجا پھول دار درخت لگے ہوئے ہیں جنسے قبرستان ہمیشہ مہکا کرتا ہے اور طرح طرح کی بیلیں چلی ہوئی ہیں جن سے اس طرف کے آنے جانے والے مسافروں کو اکثر ایک بڑے سبزہ زار کا دھوکا ہوتا ہے۔

یہان ایک جامع مسجد بھی ہے جسکی صناعی دیکھنے کے قابل ہے مسجد بہت بڑی ہے اور اسکے آگے وسیع و دلکشا صحن ہے دیوارین اور چھتین فرش سب سنگ مرمر کی ہین جنہین عجب صنعت سے ہموار کیا گیا اور سیسہ پگہلا کر پتھرون کی جوڑائی کی گئی ہے جس سے زیادہ مضبوط جوڑ اور کسی طرح بیٹھ ہی نہیں سکتا اس مسجد پر پتھر کے تین گنبد ہین جن کا قطر اور ارتفاع بہت ہے منبر بھی پتھر کا ہے چارون طرف جو عمارت قائم ہے وہ بھی پتھر ہی کی ہے غرض کہ یہان پتھر کے سوا لکڑی کا نام بھی نہین مسجد کے وسط صحن مین ایک عجیب و غریب ستون قائم ہے جسکی نسبت باوجود تحقیق کے ابھی معلوم نہین ہو سکا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے بعض جہاندیدہ اور تجربہ کار ہندوستانیون نے مجھسے بیان کیا کہ سات قسم کی دہاتون کو ترکیب دیکر ایک نئی دہات بنائی جاتی ہے جسے ہماری زبان مین ہفت جوش کہتے ہین اسی دہات سے یہ ستون بھی بنایا گیا ہے اس ستون کے تہوڑے حصہ کو جلا بھی دیگئی ہے جو نہایت شفاف کیساتہہ تہوڑی دور تک اپنی شعاعین ڈالتا ہے مضبوط اسقدر ہے کہ نہ تو کسی قسم کا آلہ اُسے کاٹ سکتا ہے نہ کوئی لوہا ہی اثر کر سکتا ہے ستون کا ارتفاع قریباً تیس ہاتھ ہے اور اسکا دور مین نے اپنے عمامے سے ناپا اسقدر حصہ اسکی لپیٹ مین آیا وہ آٹھ گز تہا مسجد کے مشرقی دروازہ پر تانبے کے دو بڑے بت پڑے ہوئے ہین جو پتھریلی زمین مین جمکر وصل ہو گئے ہین

جس مقام پر یہ مسجد بنی ہے وہان ہندوون کا قدیم معبد یعنے بتخانہ تہا فاتحان اسلام نے دہلی فتح کرنیکے بعد اُسے مسجد بنا لیا مسجد کے شمالی سمت خاص صحن مین ایک مینار ہے اور اتنا بڑا ہے جسکی نظیر سے بلاد اسلام کے تمام حصے خالی ہین یہ حیرت انگیز اور عجیب و غریب مینار (جسے اس زمانہ کے لوگ قطب صاحب کی لاٹ سے یاد کرتے ہین) نیچے سے اوپر تک سرخ پتھر سے بنایا گیا ہے خوشنمائی اور استحکام کے علاوہ مینار کے پتھرون مین یہ عجیب لطف دکہایا گیا ہے کہ اُن پر طرح طرح کے نقش و نگار اور قرآن مجید کی مختلف آیتین بخط کوفی کندہ کیگئی ہین لوگون کا بیان ہے کہ مینار کے پتھرون پر سارا قرآن مجید کندہ کیا ہوا ہے مینار اگرچہ نیچے سے لیکر اوپر تک سنگ سرخ سے بنایا گیا ہے مگر اسکی چوٹی یا سب سے اوپر کا حصہ سنگ مرمر کا ہے اسکے کنارون اور حاشیون پر سونے کا نہایت نفیس و نازک کام بنایا گیا ہے اسکی بلندی پر چڑہنے کیلئے اتنا وسیع رستہ رکہا گیا ہے کہ ہاتھی باوجود اسقدر تن و توش کے آسانی سے چڑہ سکتا ہے بلکہ ایک ایسے مستند شخص نے جسپر مین کبھی جہوٹ کا الزام لگانیکی جرأت نہین کر سکتا مجھسے بیان کیا کہ جن دنون یہ مینار بن رہا تہا مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ پتھرون سے لدے ہوئے ہاتھی اس پر چڑہتے اور اُترتے تہے۔

اس مینار کا بانی سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا اور سلطان ناصر الدین کا بیٹا سلطان معز الدین ہے جس نے نہایت حوصلہ مندی اور فراخ دلی کیساتہہ اسے تعمیر کیا لیکن جب سلطان قطب الدین خلجی کا دور دورہ ہوا اور تاج شاہی اُسکے سر پر

رکھا گیا تو اُس نے عزم کیا کہ اس مینار کے بالمقابل مغربی حصہ صحن مین ایک اور مینار قائم کیا جائے جو ارتفاع بلندی مین پہلے
مینار سے زیادہ بلند اور بڑا ہو چنانچہ اُسنے بڑے بڑے صناعون اور ماہر معمارون کو طلب کر کے دوسرے مینار کی تعمیر کا
حکم دیا اور ساتھہ ہی تعمیر کا کام شروع ہی کر دیا ابھی مینار کا تیسرا ہی حصہ بنکر تیار ہوا تہا کہ سلطان قطب الدین خلجی کی زندگی کا
پیمانہ لبریز ہو کر چھلک گیا اور قبل تکمیل کے سفر آخرت کر گیا۔

سلطان قطب الدین خلجی کے بعد جب سلطان عصر یعنے محمد تغلق کا دور دورہ ہوا تو اُس نے مینار کے پورا کرنے کا عزم کیا مگر
پہر معلوم کس وجہ سے منحوس خیال کر کے چھوڑ دیا اور کچھہ شک نہین کہ یہ مینار دنیا کے عجائبات مین سے ہوتا اس مینار کی ارتفاع
اور بلندی پر چڑھنے کا راستہ اندر سے اسقدر چوڑا رکھا گیا تہا کہ ایک ساتھہ تین تین ہاتھی برابر چڑھ سکتے تہے اور جسقدر منزلت
بنا ہے پہلے مینار کی بلندی مین برابر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر تکمیل کو پہونچتا اور پورا بنکر تیار ہوتا تو پہلے مینار
سے تگنا اونچا ہوتا ایکدفعہ مجھے اسپر چڑھنے کا اتفاق ہوا تہا وہان سے شہر کے تمام بڑے بڑے مکانات مجھے اسطرح نظر پڑے کہ گویا سب
کے سب چارون طرف حلقہ کئے ہوئے ہین شہر کی فصیل باوجود اپنی رفعت اور بلندی کے نہایت ہی پست اور چھوٹی سی معلوم
ہوتی تہی اور اچھے خاصے توانا و تندرست اور قوی ہیکل آدمی اُسکی جڑ مین چھوٹے چھوٹے بچون کے برابر دکھائی دیتے تہے۔
اس نا مکمل مینار کی بلندی جسقدر ہے اُسکی طرف کسی کا خیال ہی نہین جاتا ہے کیونکہ اُسکا دور اور پھیلاؤ اسقدر وسیع ہے کہ کوئی
اُسکے نیچے سے دیکھہ کے اتنا بلند نہین خیال کر سکتا جتنا کہ واقع مین بلند ہے۔

سلطان قطب الدین خلجی نے اپنے عہد سلطنت مین ارادہ کیا تہا کہ شہر کہنہ دار الخلافت شہر سیری مین ایک جدید
جامع مسجد تعمیر کرے جو رفعت شان و استحکام و خوبصورتی مین تمام اگلی عمارتون سے بڑھ چڑھ کر ہو مگر بجز سامنے کی
دیوار اور محرابون کے کچھہ نہ بنا سکا۔ اس مسجد مین چار قسم کے پتھر لگائے گئے تہے جو بڑے قیمتی اور اعلے درجے کے تہے
سنگ سرخ۔ سنگ مرمر۔ سنگ موسی۔ سنگ سبز۔ حقیقت مین اگر یہ مسجد تکمیل کو پہونچ جاتی اور جس قسم کی بنیاد ڈالی
گئی تہی اُسی طرح پوری ہوتی تو کچھہ شک نہین کہ صرف مشرقی بلاد مین بلکہ ساری دنیا مین کوئی عمارت اُسکی برابری کا دعوی نہ کر سکتی
سلطان محمد نے اسکی تکمیل کیطرف بہی عنان توجہ موڑی لیکن جب کاریگرون اور معمارون کو بلا کر مزدوری کا اندازہ کرایا تو معلوم
ہوا کہ فقط مزدوری مین پینتیس لاکھہ روپیہ صرف ہوگا سلطان محمد نے اور مصارف کو بہی قیاس کر کے اپنے ارادے سے
دست برداری کی لیکن مجھے خاص سلطان کے بعض معتمد مقربین نے بیان کیا کہ سلطان محمد سو جو اپنے ارادے سے دست بردار ہوا
نہین ہوا کہ وہ ان مصارف کے بار کا متحمل ہو سکتا تہا بلکہ بد شگونی کے خیال سے اپنا ارادہ فسخ کر ڈالا اور بدشگونی یہ کہ سلطان
قطب الدین خلجی اُسکی تعمیر شروع کرتے ہی مار ڈالا گیا تہا۔

شہر کے باہر ایک بہت بڑا حوض ہے جسکا طول دو میل اور عرض ایک میل کا ہے یہ حوض سلطان شمس الدین التمش کی جانب منسوب
کیا جاتا ہے اسکا پانی صاف و شفاف ہونیکے علاوہ نہایت خوشگوار اور ہاضم بھی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام اہل شہر اسی کا پانی پیتے ہین
یہ حوض عیدگاہ سے متصل واقع ہے اور اُسکے مغربی کنارہ پر جدھر عیدگاہ ہے پتھر سے نہایت صفا اور خوبصورت گھاٹ
بنے ہوئے ہین اور جا بجا چبوترون کی شکل مین دوکانین بھی ہین جو تلے اوپر بنتی چلی گئی ہین ہر دوکان کے نیچے سیڑہی کا سلسلہ ہے جو
جو پانی کے اندر تک اترتا چلا گیا ہے - اسی طرح ہر دوکان کے پہلو مین ایک بڑا گنبد تعمیر کیا گیا ہے جسکی عمارت مین منقش پتھر لگایا گیا ہے
اور جا بجا پچی کاری کی ہوئی ہے یہ گنبد دو منزلہ ہے جسکے تلے اوپر دو درجے قرار دیئے گئے ہین جو نہایت مناسب و موزون طریقے سے
واقع ہوئے ہین - اگرچہ یہان تک پہونچنے کا رستہ بھی بنایا گیا ہے اور ہر شخص اس رستہ سے چلکر برج مین پہونچ سکتا ہے لیکن برسات کے
موسم مین جب پانی زیادہ ہو جاتا ہے تو یہ رستہ بند ہو جاتا ہے اور اُن دنون لوگ صرف کشتیون کے ذریعہ سے وہانتک پہونچ
سکتے ہین - اسی برج مین ایک مختصر سی مسجد بھی ہے جہان اکثر اوقات فقرا و متوکلین سکونت پذیر ہوتے ہین جب پانی خشک
ہو جاتا اور حوض کے کنارے جا بجا سے سوکھ جاتے اور زمین کھلجاتی ہے تو اسمین اکثر گنے - کھیرے - ککڑی - کچرے - تربوز
اور خربوزے کی کھیتی ہوتی ہے - خربوزہ چھوٹا مگر نہایت شیرین ہوتا ہے -

حوض شمسی کے علاوہ شہر کے حصہ سیری یعنے دار الخلافہ اور قدیم دہلی کے مابین ایک اور حوض بھی ہے جو اس حوض سے بہت بڑا ہے
اُسکے گرد اگرد چالیس برج نہایت خوشنمائی اور عظمت و شان کیساتھ بنائے گئے ہین جو مسافرون اور سیاحون کے لئے آثار
قدیمہ کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتے ہین - اس حوض کے چارون طرف اہل طرب اور ارباب نشاط کے مکانات بنے ہوئے ہین اور اُنکی
سکونت کی وجہ سے اس مقام کو طرب آباد کہتے ہین یہان اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار بھی ہے جس مین شام سے کچھ پہلے
اہل طرب اور شاہدان بازی کے جمگھٹے لگتے اور بڑی چہل پہل رہتی ہے اس بازار مین ایک جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کے
علاوہ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی مسجدین ہین جو خاصکر رمضان کے مہینے مین بڑے زور شور سے آباد رہتی ہین یہ ایک عجیب
بات مینے وہان کے معتبر لوگون سے سنی کہ جو طوائف اور بازاری عورتین اس حلقہ مین سکونت پذیر ہین سب رمضان کے
متبرک مہینے مین ان مسجدون مین جمع ہو کر نماز تراویح پڑھتی ہین اور اُنکے بہت سے امام معین ہین جو یہان کی امامت
کیا کرتے ہین عورتین تعداد مین بہت ہین اور ڈوم ڈہاڑی بھی بکثرت موجود ہین جو ڈوم ڈہاڑی ان رنڈیون سے علاقہ قرابت
رکھتے ہین وہ بھی ادائے تراویح مین بڑی سرگرمی اور مستعدی دکھاتے ہین بلکہ امیر سیف الدین غدا ابن مہنی کے ہان
ایک تقریب مین مینے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ اس جماعت کے ہر شخص کو ایک ایک جانماز دیگئی جس نے اُسے اپنے گھٹنے کے نیچے
رکھلیا اور جیسے ہی اذان کی پیاری صدا کانون مین پہونچی سب نے اُٹھکے وضو کیا اور نماز مین مصروف ہو گئے -

حوض شمسی

ایک اور حوض

اس قدر الفاظ بیان کر سکے ابن بطوطہ نے دہلی کے اُن بزرگان دین کے مزارات کا بھی ذکر کیا ہے جنکی بابت نہایت اعتقاد اور
عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتی ہے اور جو اُن دنون مرجع عالم ہو رہے تھے یہان اُن شہر کے مشاہیر اور مستند علما کا ایک
مختصر فہرست دی ہے جو علم و فضل مین شہرۂ آفاق تھے ان تمام باتون کا ذکر کرکے وہ دہلی کی تاریخ کی طرف رجوع کرتا اور
بتاتا ہے کہ اہل اسلام اس شہر مین کیونکر اور کس عہد مین آیا اور اُسوقت سے اُسوقت تک کتنے بادشاہ گذرے چونکہ یہ
مضمون تاریخ دہلی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اسلئے ہم ابن بطوطہ ہی کی زبان مین مختصر اُسکا ذکر کرتے ہین ۔

وہ کہتا ہے کہ قاضی القضاۃ علامہ کمال الدین محمد بن برہان الدین المقلب بہ صدر جہان ذکر کرتے تھے کہ دہلی
۵۸۴ھ ہجری مین فتح ہوئی تھی اور جامع مسجد کی محراب مین بھی یہی تاریخ لکھی ہوئی تھی جو مین نے خود پڑھی ۔ دہلی کو
قطب الدین ایبک نے فتح کیا تھا یہ شخص سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی و خراسانی کا غلام تھا جو اپنے بہت سے
کارہائے نمایاں کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے سپہ سالاری کا عہدہ رکھتا تھا سلطان شہاب الدین محمد بن غوری سلطان
غزنوی کے فرزند ابراہیم کے ملک پر بزور قابض ہوگیا تھا جس نے ہندوستانی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا ۔

سلطان شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو ایک عظیم الشان اور خونخوار لشکر دیکر ہندوستان پر بھیجا تھا اُس نے پہلے لاہور کو
فتح کیا اور وہین سکونت پذیر ہو کر ایک عظیم الشان بادشاہ ہوگیا ۔ ایکدفعہ بادشاہ کے مصاحبون نے اُس سے کہا قطب الدین
ہندوستان مین علیحدہ بادشاہت قائم کرکے شاہی اطاعت سے باہر ہونا چاہتا ہے اتفاق سے یہ خبر قطب الدین تک بھی پہونچ گئی
وہ فوراً تنہا غزنی مین آیا اور رات کے وقت دارالخلافہ مین پہونچا صبح ہونے کا بھی انتظار نہین کیا اور اسی وقت بادشاہ کی
خدمت مین حاضر ہوا ۔ چونکہ چغلخورون کو اُسکے آنے کا علم نہ تھا دوسرے دن بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا تو قطب الدین چھپکر
تخت کے نیچے ہو بیٹھا جب سب لوگ بیٹھ گئے بادشاہ نے قطب الدین ایبک کا حال پوچھا مصاحبون نے عرض کیا ہمین
تحقیق معلوم ہوا ہے کہ وہ خود سر بادشاہ بن بیٹھا ہے بادشاہ نے فوراً تخت پر پاؤن مارا اور تالی بجاکر کہا ایبک ا قطب الدین نے
شاہانہ لہجہ مین کہا حاضر اور باہر نکل آیا چغلخور شرمندہ ہوگئے اور ڈر کر زمین چومنے لگے بادشاہ نے کہا ایکدفعہ مین نے تمہارا
قصور معاف کیا پھر کبھی ایبک کی بابت مجھ سے کچھ نہ کہنا اسکے بعد قطب الدین کو حکم دیا کہ واپس ہندوستان کو چلا جا چنانچہ
وہ واپس چلا گیا اور شہر دہلی کو فتح کیا اُسوقت سے دہلی برابر اسلام کا دارالخلافہ چلا آتا ہے ۔

قطب الدین نے دہلی ہی مین وفات پائی اسکے بعد سلطان شمس الدین التمش بادشاہ ہوا یہ دہلی کا اول مستقل بادشاہ ہے
پہلے قطب الدین کا غلام اور سپہ سالار اور نائب تھا اُسکے مرنے کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اور لوگون سے بیعت لینی شروع کی
بیعت کا چرچا جب عام لوگون مین پھیلا تو تمام عالم و مفتی قاضی وجیہ الدین کاشانی کو ساتھ لیکر دربار مین آئے اور

اُسکے سامنے بیٹھہ گئے قاضی صاحب بادشاہ کے برابر حسب عادت بیٹھہ گئے۔ انکے آتے ہی بادشاہ سمجھہ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہین فوراً اپنے فرش کا کونہ اُٹھاکر اور اُسمین سے ایک کاغذ نکالکر قاضی صاحب کے ہاتھہ مین دیا جس سے معلوم ہوا کہ قطب الدین نے اُسے آزاد کردیاہے قاضی اور فقیہون نے اُسے پڑہا اور خوشی خوشی بیعت کی سلطان التمش نے چھبیس سال سلطنت کی وہ نہایت نیک چلن انصاف پرور اور عالم وفاضل تہا اُسکی انصاف پسندی کی یہ کیفیت تہی کہ سارے شہر کو حکم تہا کہ جسپر ظلم ہو وہ سرخ کپڑے پہنکر پہرے تاکہ بادشاہ فوراً پہچان لے کہ یہ مظلوم ہے رات کے واسطے یہ تجویز کی تہی کہ اپنے دروازہ کے برجون پر سنگ مرمر کے دو شیر کہڑے کر رکہے تہے جنکے گلون مین زنجیرین پڑی ہوئی تہین اور زنجیرون مین گھڑیان لٹکی ہوئی تہین جب کوئی مظلوم آکر زنجیر ہلاتا فوراً بادشاہ کو خبر ہوجاتی اور وہ اُسی وقت اُسکے مقدمہ کا فیصلہ کرتا لیکن اسپر بہی اُسے صبر آتا تہا اور کہتا تہا کہ لوگون پر رات کے وقت ضرور ظلم ہوتا ہوگا اور صبح تک دیر ہوجاتی ہے اسلئے حکم دیا گیا کہ فوراً فریقین کو طلب کرکے فیصلہ کیا جائے سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہی سلطان رکن الدین جو سلطان شمس الدین کا سب سے بڑا بیٹا تہا باپ کی جگہ تخت نشین ہوا مگر اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بہائی معز الدین کو جو رضیہ کا حقیقی بہائی اور رکن الدین کی دوسری ماں کے پیٹ سے تہا قتل کرا ڈالا یہ امر رضیہ پر بہت شاق گزرا اور وہ اپنے بے مات بہائی رکن الدین سے سخت ناراض ہوئی بادشاہ نے اُسے بہی مروا ڈالنا چاہا۔ بادشاہ ایکدن جمعہ کی نماز کو جامع مسجد گیا ہوا تہا رضیہ مظلومون کی پوشاک پہنکر پُرانے بادشاہی محل کی چہت پر جا کہڑی ہوئی جو مسجد جامع کے متصل واقع تہا وہ روتی جاتی اور لوگونسے اپنے باپ کے عدل واحسانات یاد دلا دلاکر کہتی جاتی تہی کہ رکن الدین نے میرے بہائی کو ناحق ناروا مظلومانہ مار ڈالا ہے اور اب مجہے بہی مروانا چاہتا ہے اسپر لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اور رکن الدین پر شورش کرکے اُسے مسجد مین پکڑ لیا اور رضیہ کے حوالہ کردیا اُس نے اپنے بہائی کے قصاص مین اوسے مروا ڈالا۔

سلطان رکن الدین

سلطانہ رضیہ

چونکہ تیسرا بہائی ابہی صغیر سن تہا اسلئے امرا اور لشکر نے اتفاق کرکے رضیہ کو سلطانہ مقرر کیا اُسنے چار برس بڑی آزادی کے ساتہہ سلطنت کی۔ سلطانہ رضیہ مردون کی طرح ہتہیار لگاکر گھوڑون پر سوار ہوا کرتی تہی اور اپنا منہ کہلا رکہتی تہی جب اُسپر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلام سے تعلق ناجائز رکہتی ہے تو سب نے اتفاق کرکے اُسے تخت سے اُتار دیا اور اُسکے کسی قریبی رشتہ دار سے نکاح کردیا۔ سلطانہ رضیہ کے تخت سے علیحدہ ہونے کے بعد اُس کا چہوٹا بہائی ناصر الدین بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا تہوڑے

سلطان ناصر الدین

دنون بعد رضیہ اور اُس کے شوہر نے علم بغاوت اونچا کیا اور اپنے ہمراہیون کو لیکر مقابلہ پر آمادہ ہوئے مگر ناصر الدین اور اس کے نائب بلبن نے رضیہ کے لشکر کو شکست دی رضیہ میدان سے بھاگی اور جب وہ بہت تھک گئی اور بھوک پیاس نے عاجز کر دیا تو ایک زمیندار سے کچھہ کھانے کو مانگا اُس نے روٹی کا ٹکڑا دیا تو رضیہ کھا کر وہین سو گئی زمیندار نے اُسکی جواہرات کی قبا دیکھکر جو مردانہ کپڑون مین چھپی ہوئی تھی اُسے سوتے ہوئے قتل کر ڈالا اور اُس کا سارا سامان اُتار کر کھیت ہی مین دفن کر دیا اور گھوڑے کو بھگا دیا آخر کار زمیندار پکڑا گیا اور رضیہ کی لغش نکالکر غسل و کفن دیکر دریائے جمنا کے کنارے پر دفن کیا جو شہر سے ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ رضیہ کے مقتول ہونیکے بعد ناصر الدین مستقل بادشاہ ہو گیا اور کامل بیس سال تک حکومت کی یہ بادشاہ نہایت نیک چلن تھا قرآن شریف کی کتابت کیا کرتا اور اُس کی قیمت سے گذران کرتا تھا۔ انجام کار اُسکے نائب غیاث الدین بلبن نے اُسے مار ڈالا اور خود بادشاہ بنگیا۔

بلبن اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور بیس برس تک سلطنت کرتا رہا یہ بادشاہ بھی منصف مزاج بردبار اور نہایت نیک چلن تھا اس نے ایک مکان بنوایا تھا جس کا نام دار الامن رکھا تھا جو مقروض یہان آجاتا اُس کا قرض ادا کر دیا جاتا اور جو کسی کو قتل کر کے یا کوئی جرم کر کے اُس مین داخل ہو جاتا مقتول یا مظلوم کے وارثون کو عوض دیکر اُس سے راضی کرا دیا جاتا اس بادشاہ کی قبر بھی اسی مکان مین ہے

سلطان بلبن کے انتقال کے بعد سلطان معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُسکے بعد جلال الدین فیروز نے حکومت کی باگ سنبھالی اور جب وہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ کی سازش سے قتل کرا دیا گیا تو خود علاؤ الدین محمد شاہ تخت نشین ہو گیا اسکے مرجانیکے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا شہاب الدین تخت پر جلوہ افروز ہوا لیکن چند روز کے بعد اُسکے بھائی سلطان قطب الدین نے اُسے تخت سے علیحدہ کیا اور خود بادشاہ بنگیا اور اُس کے بعد خسرو خان بادشاہ مقرر ہوا غرضکہ تیرھوین پشت مین سلطان غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تخت و تاج کا وارث قرار دیا گیا جس کا فرزند سلطان محمد تغلق اب تخت حکومت پر جلوہ آرا ہے۔

اسکے بعد ابن بطوطہ دربار شاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ موجودہ فرمانروا جسکے عہد مین مجھے یہان آنیکا فخر حاصل ہوا سلطان محمد شاہ تغلق ہے جو اپنے والد بزرگوار سلطان غیاث الدین کے انتقال کے بعد بغیر کسی جھگڑے اور تنازع کے تخت و تاج کا وارث قرار دیا گیا مین پہلے لکھہ آیا ہون کہ ایام ولی عہدی مین یہ شہزادہ جونہ خان کے نام سے پکارا جاتا تھا

سلطان محمد تغلق

اور یہی اُس کا اصلی نام تہا مگر تخت نشین ہوتے ہی اُس نے اپنا نام سلطان محمد رکہا اور ابو المجاہد کی
کنیت سے مشہور ہوا شاہان سابق کا جو مین نے حال لکہا ہے اُس کا اکثر حصہ شیخ کمال الدین غزنوی
قاضی القضاۃ سے سنا ہے لیکن اس بادشاہ کی بابت جو کچہہ مین نے لکہا ہے وہ میرا چشم دید ہے
یہ بادشاہ عجیب جامع الاضداد طبیعت رکہتا ہے رحیم و مہربان بہی پلے درجہ کا ہے اور قہر و غضب
بہی اسکی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بہرا ہے۔ جب اسکے در دولت پر گذریے گا دو باتون سے خالی
نہ پایئے گا ایک دو نہین بلکہ بیسیون فقرا و مساکین اپنی کامیابی پر دعائین ضرور دے رہے ہون گے
اور کوئی نہ کوئی گنہگار ضرور قتل ہو رہا ہوگا خلاصہ یہ کہ بادشاہ جسقدر رحمدل اور کریم ہے اُسیقدر
سخت گیر اور منتقم بہی ہے اُسکے نام کے ساتہ ان دونون صفتون کو شہرت اتم حاصل ہو گئی ہے
اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح دور دراز کے سفر کی تکلیفین جہیلکر مساکین و فقرا سلطان محمد کا نام سنکر دہلی کو
روانہ ہوتے ہین اسی طرح بدمعاش اور ظالم لوگ اُسکے نام سے کوسون بہاگتے ہین کوئی جفا کیش
اور ستمگار شخص چاہے دہلی سے کتنے ہی فاصلے پر ہو مگر جہان اُسکے سامنے سلطان محمد تغلق کا نام
لے دیا جاتا ہے وہ فوراً سر سے پاؤن تک تہر تہر کانپنے لگتا ہے او شہر بشہر بہاگتا پہرتا ہے غرضکہ کوئی
دن نہین جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہ بنجاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہین کیا جاتا۔ اُسکی سخاوت و شجاعت
اور سختی و خونریزی کی حکایات عوام الناس کے زبان زد ہین اور وہ ان باتون مین عالمگیری شہرت رکہتا ہے لوگونکو
یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سلطان محمد تغلق باوجود اتنی بڑی سخت گیری اور انتقام پسندی کے انتہا سے زیادہ نفس خلیق
متواضع منکسر المزاج شخص ہے مین نے کوئی شخص اُس سے زیادہ منصف اور متواضع نہین دیکہا اُسکی طبیعت حد درجہ کی
غیور واقع ہوئی ہے بالخصوص شرعی امور اور دینی احکام مین۔ وہ دین کا اسقدر ادب کرتا ہے کہ جب اُسکی مجلس مین
کوئی دینی باب پڑہا جاتا ہے تو اپنے تئین قاصر سمجہکر کانپ کانپ اُٹہتا ہے۔ نماز جو اسلام کا ایک رکن ہے خود بہی بالالتزام
ادا کرتا ہے اور لوگون کو اُسکے بارے مین نہایت احتیاط اور تاکید کرتا ہے۔ جو لوگ پابندی کے ساتہ نماز پڑہتے اور فرائض
منصبی ادا کرنے مین سرگرمی دکہاتے ہین وہ سارے دربار مین عزت کی نگاہ سے دیکہے جاتے ہین اور تارک
صلاۃ اپنے دینی جرم پر ضرور سزا پاتے ہین لیکن باوجود ان سخت گیریون اور انتقام پسندی کے میرا فیصلہ اور قطعی فیصلہ
یہی ہے کہ جوش انتقام اور سخت گیری کی بہ نسبت اُسکی فیاضی اور رحمدلی کا اول نمبر ہے اُسکے افعال حرکات کے متعلق مین
وہ حیرت انگیز واقعات نقل کرونگا جنکا نمونہ باوجود کثرت جستجو کے شاہان سلف مین سے کسی مین پایا ہوگا اور کسی موجودہ

تاجدارمین دیکھا ہوگا۔

چنانچہ اسکے بعد ابن بطوطہ نے سلطان محمد تغلق کے وہ تعجب خیز حالات اور خرق عادت کے درجہ کو پہونچی ہوئی فیاضیان اور رحمدلی کی بے انتہا مثالیں نقل کی ہین جنہین پڑھکر حیرت ہوتی ہے اور جو ان دنون کل بلاد مشرق مین اس طرح مشہور تہین کہ کوئی بچہ تک بہی انسے ناشناس نہ تہا چونکہ یہ باب نہایت وسیع اور طول طویل ہے اور میرا اصل منشا اس مقام پر صرف اگلے دربار کا جاہ و جلال اور قدیم دہلی کی رونق دکہا کر انہین شاہجہان بادشاہ کے عہد حکومت سے موازنہ کرنا ہے اسلئے مین ابن بطوطہ کے اس بیان سے قطع نظر کرتا اور دہلی مرحوم اور اسکے اگلے دربار کا مختصراً ذکر کرتا ہون۔

دربار جاہ و جلال

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ بادشاہ کے محل کا دروازہ جو دہلی مین واقع ہے وہ دارسرا کہلاتا ہے سراپردہ شاہی کے بہت سے دروازے ہین اور دارسرا مین جانے والے کو ان ہی دروازون سے جانا پڑتا ہے پہلے دروازہ پر بہت سے لوگ مامور ہین جو ہر وقت نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ پہرہ دیا کرتے ہین اور انہین مین باجا بجانے والے شہنائی اور طبل و قرنا کی پر رعب اور دہلا دینے والی صداؤن کے سنانے والے موجود رہتے ہین اکثر اوقات ان باجون کی آوازین شاہی رعب کے چمکانے ہی مین مصروف رہتی ہین لیکن گاہے گاہے مبارکبادی اور خوشی کی صدائین بہی بلند کرتی ہین۔ یہان کا عام قاعدہ ہے کہ جہان کوئی بڑا امیر اور ذی رتبہ اور با اختیار رئیس در دولت یا باب عالی پر حاضر ہوا بس سب کے سب باجا بجانے لگے اور فوراً مبارکباد اور دعاے دولت کے شادیانے بجنے لگتے ہین باجون ہی کے لہجہ مین آنیوالے کا خیر مقدم ادا کیا جاتا ہے اور ان ہی مین سے یہ آواز نکلی جاتی ہے کہ فلان شخص حاضر در دولت ہوا ہے۔ دوسرے تیسرے دروازون مین بہی یہی ساز و سامان جمع رہتا ہے اور وہان بہی اسی طرح کے نغمہ و سرود مین نو وارد کا استقبال کیا جاتا ہے۔ پہلے دروازہ کے متصل ایک پہلو مین دوکانون جیسی عمارات کا ایک بڑا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جنمین ہر وقت جلاد اور گنہگارون کی جان لینے والے موت کے فرشتے بڑی مستعدی کے ساتھ آلات قتل لئے ہوئے موجود رہتے ہین اور ہر وقت شاہی حکم کے منتظر رہتے ہین ادہر کسی بارہ مین سزاے موت کا حکم ہوا اور ادہر وہ قتل کیلئے آمادہ ہوئے۔ شاہی مجرمون کو اجازت نہین کہ وہ در دولت سے باہر جاکر قتل ہون بلکہ ہزار ستون محل کے سامنے قتل کئے جاتے ہین پہلے دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک بہت بڑی مسقف دہلیز بنی ہوئی ہے جسمین برابر کوٹہریون کی قطارین بنتی چلی گئی ہین ان کوٹہریون مین گارد کے سپاہی رہتے ہین جو باری باری سے نہایت ہوشیاری اور احتیاط کیساتھ پہرہ دیتے ہین دوسرے پہاٹک کے اندر بہی نگہبان اور محافظین ہوتے ہین۔ دوسرے دروازہ سے تیسرے پہاٹک تک بہی ویسے ہی کوٹہریان بنی ہوئی ہین جیسے پہلے اور دوسرے دروازہ کے مابین واقع ہین ان مین نقیب لوگ اور سب نقیبون کا سردار جو عرض بیگی کی خدمت سے ممتاز ہے بڑے تزک و احتشام سے موجود رہتا ہے اسکے آگے سونے کا ایک ٹہوس عصا

دہرا رہتا ہے اور اکثر یہ عصا اُسکے ہاتہہ مین نظر آیا کرتا ہے اُسکے سر پر سونیکی مرصع نہایت عمدہ اور خوبصورت ٹوپی ہوتی ہے جسکے اوپر
مورکے پرون کی ایک قیمتی کلغی ضرور نصب ہوا کرتی ہے ۔ اُسکے دونون جانب بہت سے نقیب صف بستہ ہوتے ہین اور نہایت ادب کے
ساتہہ سینون پر ہاتہہ رکہے کہڑے رہتے ہین ۔ انکی ٹوپیان بہی ویسی مرصع طلاکار ہوتی ہین جیسے سردار کی فرق اتنا
ہوتا ہے کہ سردار کی ٹوپی پر کلغی لگی ہوتی ہے اور انکی ٹوپیان کلغی سے خالی ہوتی ہین ۔ سب کی کمرون پر سنہری پٹکے بندہے
ہوتے ہین اور ہاتہوں مین ایک قسم کے تازیانے ہین جنکی موٹہین سونے یا چاندی کی ہین ۔
دوسرے دروازہ سے نکلکر ایک بڑے ہال یا دیوانخانہ مین پہونچنا ہوتا ہے جس مین عام لوگ بکثرت بیٹہے رہتے ہین تیسرے دروازہ پر
متصدی یعنی نام لکہنے والے لوگ ہا کرتے ہین ۔ ان لوگون کا فرض ہے کہ جبتک کسی شخص کا نام اپنی کتاب مین لکہا نہ دیکہہ لین
اور اُسکی نسبت بحکم شاہی تحریری اجازت دیکہہ لین اندر جانے دین انکے پاس اُن تمام رؤسا اور اُنکے ہمراہیونکی تعداد مقرر درج
ہوتی ہے جنہین اندر جانیکی اجازت حاصل ہے لہذا اُس تعداد سے زیادہ ہمراہیوں کو وہ اندر نہین جانے دیتے اسکے ساتہہ ہی وہ اپنے
روزنامچے مین یہ بہی لکہتے رہتے ہین کہ فلان شخص اسقدر ہمراہیوں کے ساتہہ فلان وقت آیا ۔ بادشاہ کا قاعدہ ہے کہ نماز عشا کے بعد
اس روزانہ فہرست کو اپنی آنکہہ سے ملاحظہ کر لیا کرتا ہے ۔ آمد و رفت کے علاوہ جو واقعات و حادثات در دولت پر دن بہر پیش آتے ہین
ان کو یہان کے محرر بطور رپوٹ قلمبند کرتے ہین اور جن شہزادون کو یہ خدمت سپرد ہے اُن کا فرض ہے کہ بلا ناغہ ان رپوٹون کو محررون سے
لیکر ملاحظہ شاہی مین پیش کرین ۔
در دولت کا ایک یہ بہی دستور ہے کہ جو امیر و رئیس تین دن یا اس سے زیادہ بلا عذر باب شاہی سے غیر حاضر
رہتا ہے تو وہ پہر دربار مین داخل نہین ہو سکتا جبتک کہ بادشاہ کی خاص اجازت از سر نو حاصل نہ کیجائے ۔
اگر وہ بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے حاضر دربار نہو سکا تہا تو اُس کا فرض ہے کہ اپنا عذر بارگاہ شاہی مین
پیش کرے اور قبولیت عذر کے شکریہ مین اپنی حیثیت کے موافق کچہہ ہدیہ یعنے نذر پیش کرے
یہ بہی دستور ہے کہ جو شخص پہلی مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوتا ہے تو کچہہ نہ کچہہ نذر کے طور پر پیش
کرتا ہے اور یہ ہدایا و تحف ہر حیثیت کے مناسب نامزد کئے گئے ہین مثلاً اگر مولوی ہو تو قرآن
شریف یا کوئی اور کتاب فقیر ہو تو مصلا یا تسبیح یا مسواک اور امیر ہو تو گہوڑے یا اونٹ یا ہتہیار
وغیرہ وغیرہ ۔
تیسرے دروازہ سے نکل کر انسان کو ایک اُس بڑے میدان مین پہونچنا ہوتا ہے جہان
بہت بڑا عالیشان محل بنا ہوا ہے اس عظیم الشان محل کو ہزار ستون کہتے ہین کیونکہ اُس کی چہت

لکڑی کے ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ تمام ستونوں پر ایک قسم کا نہایت پائدار اور چمکدار روغن پھرا ہوا ہے
اور چھت بھی لکڑی کی ہے جسپر یہی روغن چڑہا ہوا ہے۔ اس روغن پر ایسی عجیب و غریب صناعی سے بیل بوٹے
اور نقش و نگار بنے ہوے ہین جنہین دیکھکر آدمی عش عش کرنے لگتا ہے یہین سب لوگ آکر نہایت ادب سے بیٹھتے
ہین اور بادشاہ بھی جلوس عام کے وقت یہین جلوہ آرا ہوتا ہے۔ اکثر یہ جلوس نماز عصر کے بعد ہوتا ہے اور کبھی
چاشت کے وقت بھی۔ خاص بادشاہ کی نشست کے لئے وہان یہ انتظام رہتا ہے کہ ایک مسطح شہ نشین
بنا ہوا ہے جو باقی مکان سے اونچا ہے شہ نشین پر نہایت نفیس اور سفید فرش اور فرش پر ایک عمدہ
تخت رہتا ہے۔ بادشاہ کی کمر کے پیچھے ایک بڑا گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے اور دائین بائین دونون پہلوؤن پر
دو دو اور چھوٹے تکیے ہوتے ہین اور بیٹھنے کی یہ وضع ہوتی ہے جیسے آدمی نماز مین تشہد کے لئے بیٹھتا ہے
اور یہی وضع تخت نشینی مین کل شاہان ہند کی ہے۔ بادشاہ کے بیٹھہ چکنے کے بعد وزیر السلطنۃ سامنے
دست بستہ کھڑا ہوتا ہے اور اسکے پیچھے اہل قلم اور ارکین دفتر شاہی صف آرا ہوتے ہین۔ اہل قلم کے عقب
مین حجاب دربار شاہی اور ان کا سردار بڑی ترک و احتشام کے ساتھ رہتا ہے حاجبون کا رئیس اعظم ہمیشہ دربار
دہلی مین ایک ایسا معزز اور معتمد علیہ شخص ہوتا ہے جو بادشاہ سے تعلق قرابت بھی رکھتا ہو چنانچہ اس زمانہ مین یہ
خدمت خاص سلطان کے چچازاد بھائی ملک فیروز کے سپرد ہے۔ حاجبون کا سردار اعظم اپنے تمام ماتحتون سے آگے
اور خاص سلطان کے قریب رہتا ہے اور اسکے پیچھے اس کا نائب ہوتا ہے۔ اس نائب کے پیچھے حاجب خاص پھر حاجب
خاص کا نائب ہوتا ہے پھر وکیل الدار اور اس کا نائب اور شرف الحجاب اور سید الحجاب اور انکے بعد نقیبون کا گروہ
جو تعداد مین سو ہوتے ہین اور جو ہر وقت اسی ترتیب کے ساتھہ موجود رہتے ہین جب بادشاہ بیٹھہ چکتا ہے
تو تمام حجاب و نقبا ایک ساتھ شور کرکے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی پیاری صدا بلند کرتے ہین۔ بادشاہ کے پیچھے
ملک قبولہ یعنے ملک الکبیر اور حاجبون و نقیبون کا سردار ہاتھہ مین چوری لئے کھڑا رہتا ہے جو برابر مکھیان جھلا
کرتا ہے۔ ان مذکورہ لوگون کے بعد سو مسلح جوان بادشاہ کی دائین جانب صف بستہ کھڑے ہوتے ہین اور
سو جوان بائین طرف جنکے ہاتھہ مین ڈہالین تلوارین اور کمانین رہا کرتی ہین۔ دیوان خانہ کے طول مین
دائین بائین جانب قاضی القضاۃ اور اسکے بعد خطیب الخطبا پھر باقی قاضی پھر بڑے بڑے فقہا اور
ان کے بعد عمائد شہر پھر سید پھر مشائخ پھر بادشاہ کے بھائی بند اور داماد کھڑے ہوتے ہین پھر ان
لوگون کی صف ہوتی ہے جو دربار کے بڑے بڑے رئیس ہوتے ہین ان کے بعد پردیسی اور ایلچی

اور پھر افسران فوج کھڑے رہتے ہین اس کے بعد ساٹھ گھوڑے اعلے درجہ کے ساز و یراق سے آراستہ لا کھڑے کردیئے جاتے ہین جن پر سیاہ اطلس کا چارجامہ ہوتا ہے اور اسپر طلائی کام نہایت خوبصورت وضع پر بنایا جاتا ہے یہ گھوڑے بادشاہ کے میمنہ و میسرہ تیس تیس صف باندہکر کھڑے ہوتے ہین ان پر تمام ساز و زیورات لدا ہوتا ہے بعضون کی لگام اور حلقے سیاہ ریشم کے اور بعضون کے سفید ریشم کے مرصع ہوتے ہین ان پر بادشاہ کے سوا اور کوئی سوار نہین ہوتا۔ دربار مین یہ گھوڑے ایک ایسے مقام پر ٹھرائے جاتے ہین کہ سب پر بادشاہ کی نظر پڑ سکے۔ گھوڑون کے عقب مین پچاس ہاتھی کھڑے کئے جاتے ہین جنپر ریشمی طلاکار جھولین پڑی ہوتی ہین اور دانتون پر فولادی چھڑیان چڑھی ہوتی ہین جنسے اہل جرائم کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے ہر ہاتھی کی گردن پر ایک فیل بان عمدہ پوشاک زیب جسم کئے ہوئے سوار رہتا ہے جسکے ہاتھ مین لوہے کا انکس ہوتا ہے اور جو طبرزین کہلاتا ہے اسی سے وہ ہاتھی کو ادب دیتا اور قابو مین رکھتا ہے۔ ہاتھیون کی پشت پر بڑی بڑی عماریان کسی رہتی ہین جن مین سے ہر ایک مین اسقدر وسعت ہوتی ہے کہ اُس پر بیس جنگی سپاہی بسہولت بیٹھہ سکین مگر ہاتھی کے قد و قامت کے لحاظ سے کبھی اس تعداد مین کمی زیادتی بھی ہوجاتی ہے۔ یہ ہاتھی بڑی محنت اور جانکاہی سے سدہائے جاتے ہین جسوقت صف حجاب سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا شور اُٹھتا ہے تو وہ بادشاہ کے آگے جھک کر آستان بوسی کرتے اور بڑے ادب سے سر جھکا دیتے ہین۔ ان مین سے بھی آدھے ہاتھی ایک طرف کھڑے کئے جاتے ہین اور آدھے دوسری جانب صف بستہ ہوتے ہین اِن کے کھڑے ہونے کی جگہ آدمیون کے پیچھے مقرر ہے۔

شاہی دربار کا یہی دستور ہے کہ جو شخص یہان آئے اُس کا فرض ہے کہ پہلے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر سلام کرے اور پھر تعظیم کرکے اپنی مقرر جگہ پر چلا جائے اور وہان کھڑا ہوجائے لوگون کے سلام کرتے وقت بھی حجاب اور نقیبون کے گروہ سے صدائے بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند ہوتی ہے لیکن جب ہندوون مین سے کوئی راجہ یا شاہی عہدہ دار سلام کرتا ہے تو اُسوقت نقیبون کی صف سے بجائے بسم اللہ کے ہداک اللہ کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ اور سب لوگون کے عقب مین شاہی غلام صف بستہ ہوتے ہین اور عجیب شان و شوکت کے ساتھہ صف بستہ ہوتے ہین اُنکی وضع سپاہیانہ ہوتی ہے اور ہر ایک کے ہاتھہ مین ڈہال تلوار رہتی ہے۔ اس ترتیب کا یہ نتیجہ ہے کہ جو شخص بادشاہ تک پہونچنا چاہتا ہے وہ اس طرف سے ہوکر

نہیں گذر سکتا بلکہ صف حجاب میں ہوکر بادشاہ تک پہونچ سکتا ہے۔

اس کے بعد ابن بطوطہ نے تحف و ہدایا کے پیش ہونیکی کیفیت لکھی ہے اور آگے چلکر عیدین کے جشن کے مفصل حالات قلمبند کیے ہیں وہ لکھتا ہے کہ دہلی میں عیدین کو بڑی کیفیت ہوتی ہے اور بیشک اُس روز یہاں کی دولت و عظمت کا جبروت نظر آتا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہان دہلی کی عظمت بمقابلہ دیگر فرمانروایان بلاد کے کسقدر بڑھی چڑھی ہوئی ہے جس رات کی صبح کو عید ہونے والی ہوتی ہے اُس رات کو بادشاہ کی جانب سے تمام عمائد سلطنت اور مقربین خلافت۔ اہل دول۔ معززین شہر کاتبوں۔ حاجبوں نقیبوں۔ فوجی افسروں غلامان شاہی اور بریجہ و پیام پیش کرنے والوں کے پاس علی قدر المراتب خلعت بھیجدیے جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی بڑے بڑے مشہور و نامور ہاتھی مرصع اور طلاکار جھولوں۔ خوبصورت اوجھوں او عماریوں سے سجائے جانے لگتے ہیں یہ ہاتھی سرتاپا جواہرات اور سونے ریشم میں غرق ہوتے ہیں سولہ ہاتھی تو خاص شہنشاہ کی سواری کے لیے مخصوص ہوتے ہیں جنپر بجز بادشاہ کے اور کسیکو سوار ہونیکی مجال نہیں ہوتی۔ ہر سلطانی ہاتھی کی عماری پر ایک مرصع چتر بھی نصب ہوتا ہے جو مرصع کار ستونوں کے ڈنڈے پر قائم ہوتا ہے ان ہی میں سے ایک بڑے ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام کے ساتھ سواری عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتی ہے سلطانی ہاتھی کے آگے آگے غلام صف بستہ اور نہایت ادب کے ساتھ چلتے ہیں جنکے سروں پر طلائی ٹوپیاں اور کمروں میں سنہری پٹکے ہوتے ہیں جو سورج کی شعاعیں پڑتے ہی جگمگا اُٹھتے ہیں۔ بعض غلاموں کی ٹوپیاں اور اسی طرح پٹکے مرصع کاری کے ہوتے ہیں اور اُنمیں نہایت بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ غلاموں کی صفوں کے بعد نقیبوں اور چاؤشوں کا ہجوم ہوتا ہے جو قدم قدم پر ایک بڑے رعب داب کی آواز میں پکارتے چلتے ہیں "سواری ہے شاہنشاہ ہندوستان کی" یہ نقیب تعداد میں پورے تین سو ہوتے ہیں۔ انکی بھی کمروں میں طلائی پیٹیاں اور سروں پر سنہری ٹوپیاں ہوتی اور ہاتھوں میں طلاکار گرز ہوتے ہیں نقیبوں کی صفوں کے بعد بادشاہ کا ہاتھی ہوتا ہے اور بادشاہ کے پیچھے قاضی القضاۃ صدر جہان ناصر الدین خوارزمی کا ہاتھی چلتا ہے۔ قاضی القضاۃ کے جلو میں شہر کے تمام قاضی اور خراسان اور مصر و عراق وغیرہ کے مفلوک الحال ہوتے ہیں جنکی خدمت گذاری سلطنت کی طرف سے کیجاتی ہے ان میں ہر شخص ایک جداگانہ ہاتھی پر سوار ہوتا ہے۔ اس گروہ کے موذنوں کی جماعت بھی ہاتھیوں پر سوار ہوتی ہے جو تمام رستہ میں آواز بلند تکبیر و تہلیل کہتی جاتی ہے۔ اس شان و شوکت سے بادشاہ کی سواری ایوان خاص سے چلکر در دولت پر آتی ہے در دولت کے آگے

افواج شاہی اور کل عمائد شہر اور فوجی افسر اپنی اپنی فوجون کے ساتہ جلوس شاہی کے منتظر کہڑے رہتے ہین اور اس انتظام کے ساتہ کہ ہر امیر کے ساتہ علیحدہ باجے روشن چوکیان طبل و علم اسکے منصب و عزت کے موافق موجود ہوتے ہین۔ بادشاہ کے در دولت پر جلوہ آرا ہوتے ہی سب لوگ حسب ضابطہ سلامی لیتے ہین۔

زان بعد جلوس شاہی عیدگاہ کو روانہ ہوتا ہے اور عجب آن بان اور عظمت و شان سے روانہ ہوتا ہے آگے آگے شاہی غلام اور چاوش انتظام کرتے اور عام پبلک کو شاہی عظمت و جبروت کی اطلاع دیتے ہوئے چلتے ہین پہر شاہی ہاتہی اور اسکے پیچہے قاضی القضاۃ اور اعزا وغیرہ کی جماعتین ہوتی ہین انکے بعد موذنون کے گروہ ہاتہیون پر بیٹہے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرتے ہوئے ہمراہ نکل جاتے ہین انکے بعد عمائد شہر اور امرا و روسا کے جلوس اپنی شانداری سے باجے بجاتے ہوئے چلتے ہین طبل کے بجنے اور قرنا کے پہکنے سے چارون طرف کا میدان گونجتا جاتا ہے۔

بادشاہ کے عقب مین جو امرا کا جلوس ہوتا ہے اُس مین یہ ترتیب ہوتی ہے کہ اول بادشاہ کے بہائی مبارک خان پورے جلوس کے ساتہ چلتا ہے پہر بادشاہ کا چچازاد بہائی ملک فیروز اپنے کامل ساز و سامان اور جلوس کے ساتہ بڑہتا ہے اسکے بعد حضور شہنشاہ کے بہتیجے بہرام خان کا جلوس چلتا ہے زان بعد وزیر اعظم کے خدم و حشم کا ہجوم پہر ملک مجیر بن ذی الرجا اپنی فوج اور اپنے جلوس کے ساتہ روانہ ہوتا ہے ان سب کے بعد دہلی کا ایک بہت بڑا رئیس اپنے جلوس کو نہایت عظمت و شان سے آگے بڑہاتا ہے جو ملک الکبیر قبولہ کے نام سے شہرت رکہتا ہے یہ بہت ہی بڑا متمول اور با اختیار شخص ہے اسکے دفتر کا دیوان اعظم ملک علاؤ الدین علی مصری معروف بابن شرابیشی جسے مین بہت ہی معتبر جانتا ہون خود اُس نے مجہہ سے بیان کیا کہ ملک الکبیر کو صرف مصارف خانگی کی مد مین شاہی خزانہ سے چہتیس لاکہہ روپیہ سالانہ ملتا ہے۔

الغرض ملک قبولہ کے بعد نکبیہ اپنے پورے جلوس کے ساتہہ چلتا ہے اور اسکے عقب مین عزۃ الملک اپنے خدم و حشم کو بڑہاتا ہے پہر مخلص الملک پہر قطب الملک غرضکہ تمام روسا اپنے اپنے جلوسون کے ساتہہ چلتے ہیں یہ سب دہلی کے عظیم الشان اور عمائد سلطنت ہین اور ایسے ہین کہ کسی وقت بادشاہ سے علیحدہ نہین ہوتے عید کے روز انہین حکم ہے کہ اپنے تمام ساز و سامان کے ساتہ در دولت پر حاضر ہون اور اپنے عطا شدہ مراتب کا بخوبی اظہار کر کے نہایت تزک و احتشام کے ساتہ ہمراہ رکاب سلطان عیدگاہ کو جایا کرین ان کے علاوہ اور بہی بہت سے چہوٹے چہوٹے امرا ہین جو یکے بعد دیگرے اس سلسلۂ جلوس مین شامل ہو کر اسکی رونق کو دوبالا کرتے ہین اور اس دن سب کے سب مسلح اور ہتیار بند ہوتے ہین آج ہی کے دن اُن کے ہاتہی گہوڑون کی آراستگی اور ملمع

جنگ کی سجاوٹ نظر آیا کرتی ہے۔

بادشاہ عیدگاہ کے دروازہ پر پہونچکر ٹھہر جاتا ہے اور قاضی القضاۃ سے اندر جانیکی اجازت طلب کرتا ہے۔ پہلے امرائے عظام اور نیز ان بیرونی ممالک کے لوگوں کو داخل ہونیکا حکم دیتا ہے جو شاہی سرپرستی سے معزز و ممتاز ہوتے ہیں۔ جب سب لوگ پہنچ چکتے ہیں تو خود بادشاہ ہاتھی سے اتر کر عیدگاہ میں جاتا ہے۔ بادشاہ کے پہونچتے ہی امام عیدگاہ اٹھہ کھڑا ہوتا اور نماز میں مصروف ہو جاتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ذرا بلند آواز سے خطبہ پڑھتا اور بادشاہ کی دولت و عمر کی دعا کے لیے جناب الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر ممبر سے اتر آتا ہے۔

عید الضحیٰ کے روز ایک نہایت فربہ اونٹ حاضر کیا جاتا ہے جسے سلطان اپنے ہاتھ سے نیزہ مار کر ذبح کرتا ہے۔ ذبح کرتے وقت بادشاہ اپنے سارے جسم پر ایک کپڑا لپیٹ لیتا ہے جسکی وجہ سے اسکا شاہانہ لباس خون کے داغ دھبوں سے محفوظ رہتا ہے۔ خاص عید کے روز جو دربار ہوتا ہے وہ بھی نہایت پر تکلف اور بڑی شان و شوکت کا ہوتا ہے اسکے لیے اسقدر اہتمام اور سامان کیا جاتا ہے جو اور معمولی درباروں میں نہیں کیا جاتا ابن بطوطہ نے اس دربار کی بھی مفصل کیفیت لکھی ہے لیکن ہم اس مضمون کو یہیں ختم کر کے اپنے دعوے کے ثبوت میں دوسری شہادت پیش کرتے ہیں۔

قدیم دہلی کا عروج اور اس کے دربار کا جاہ و جلال ہمارے معزز ناظرین ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم کر چکے اب ہم جدید دہلی کی ترقی اور اسکے دربار کی عظمت و شان ایک فرانسیسی سیاح کی زبان میں بیان کرینگے جس سے ناظرین کو ہمارے دعوے کی جانچ پڑتال کرنے کا کافی اور پورا موقع مل سکیگا۔

ڈاکٹر برنیر صاحب جو ۱۶۵۵ع میں ہندوستان میں آئے تھے اور جنہوں نے جدید دہلی کی عمارات کو نئی حالت میں دیکھا تھا وہ اپنی ہندوستان میں نو سال کی اقامت کے بعد لکھتے ہیں کہ تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ اورنگزیب کے والد ماجد ابو المظفر شاہجہان تخت ہندوستان پر جلوہ آرا ہیں۔ شاہجہان بادشاہ اپنی دوامی یادگار کیلیے پرانی دہلی کے مقابلہ میں ایک نیا شہر تعمیر کرایا ہے اور اپنے نام پر شاہجہان آباد نام رکھا ہے جو بعد کو مختصر ہو کر جہان آباد کے ساتھ مشہور ہوا۔ دہلی اور اسکے اندر کی اکثر عمارات کی تعمیرات کی انجام دہی علی مردان خان کے سپرد کی گئی جو پرشین کا ایک بڑا نامور سیاح تھا اور جس نے ۱۶۲۳ع میں شاہجہانی دربار میں ملازمت اختیار کی تھی اس نے شہر میں ایک نہایت وسیع نہر جاری کی جو اسکے قرب و جوار کو ابتک سیراب کر رہی ہے۔ تاج بی بی کے روضہ کا نقشہ جس شہر کا پہلا نمونہ ہے علی مردان خان ہی نے اپنی دو سال کی محنت کے بعد مکمل کر کے بادشاہ کی نظر میں پیش کیا تھا جامع مسجد آگرہ جو اپنی پرانی ہیئت اور اصلی وضع پر موجود ہے علی مردان خان ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

شاہجہان نے جدید دہلی کا قلعہ اُس زمانہ کے پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا جو تقریباً دس سال مین بنکر تیار ہو گیا
یہ تقریباً سوا میل کے دائرہ مین واقع ہے اسمین خاص خاص بارہ محلات تعمیر کیے گئے تھے جنمین سے بعض اب
منہدم ہو گئے لیکن اعجوبہ اور نادر و نفیس محلات ابتک اپنی قدیم حالت مین موجود ہین شہر کی جانب سے
قلعہ مین آنیکے لیے دو دروازے بنائے گئے ہین ایک لاہوری دروازہ اور دوسرا دہلی دروازہ لاہوری دروازہ کا رستہ
بڑے مستحکم گنبدون مین سے ہو کر گیا ہے جو بدستور ابتک موجود ہے فرانسیسی سیاح لکھتا ہے کہ دروازہ سے تھوڑی دور کے
فاصلہ پر نقارخانہ بنا ہوا ہے جس سے شاہی رعب اب بہت کچھ ظاہر ہوتا ہے - عدالت کے بڑے دروازہ کے
متصل جہان نقارخانہ ہے اس سے ذرا آگے بڑہکر ایک نہایت وسیع اور عالیشان دیوانخانہ ہے جو دیوان عام
کہلاتا ہے اور جو محل کا اگلا حصہ شمار کیا جاتا ہے - آگرہ کی طرح یہ بھی نہایت اونچے شاندار اور خوشنما ستونون پر
ایستادہ ہے اور گول محرابون کے سہارے پر بڑی مستحکم عمارت بنائی گئی ہے دیوان عام تین طرف سے بالکل کھلا
ہوا ہے اور چوتھی جانب ایک دیوار ہے جو نقش و نگار سے آراستہ اور لعل و جواہر سے مرصع ہے اسکے عین
وسط مین زمین سے دس فیٹ کی بلندی پر ایک شفاف پتھر کی نہایت چوڑی واقع ہے جسمین سے
گزر کر حرم سرا مین داخل ہوتے ہین یہان ایک نہایت مکلف و مرصع تخت بچھا ہوا ہے جسپر جہان پناہ
جلوہ افروز ہوتے ہین تخلیہ کے محل سے آگے خوشنما سیڑہی لگی ہوئی ہے جسپر سے چڑہکر تخت پر متمکن ہوسکتے ہین
تخت ایک قسم کے طاق مین رکہا ہوا ہے جس کا سامنے کا حصہ تو سنگ مرمر سے جڑا ہوا ہے اور اس مین
طلائی کام نہایت اعلےٰ درجہ کا کیا ہوا ہے اوپر پچھلا اور اوپر کا حصہ اسی وضع پر جڑا ہوا ہے جیسے آگرہ کی شاہجہانی
عمارات مین پایا جاتا ہے لیکن پچھلی دیوار کا جڑاؤ کام خاصکر قابل تعریف ہے - عنوانی جو کہنٹون مین تھوڑے
تھوڑے فاصلہ پر بہت پرند جانورون اور ہندوستان کے مشہور میوہ جات اور خوشنما پھولون کی تصاویر پتھرون
مین اس خوبصورتی کیساتھ کندہ ہین کہ ان مین بہت سی تصویرین ہو بہو اصل کے مطابق معلوم ہوتی
ہین یہ مرصع کاری آسٹن ڈی بورڈو کے اعلےٰ درجہ کی صناعی سے انجام پائی جس نے یورپ کے بادشاہون کے
ساتھ بہت دیانتداری برتی اور اپنے جعلی جواہرات کو اصلی جواہرات بناکر ایک بڑی رقم حاصل کی اسوقت شاہجہان کے
سایہ عاطفت مین پناہ گزین ہے اور یہان نہایت متمول و مالدار ہو گیا ہے اس نے اپنی حیرت انگیز صنعت اور
تعجب خیز حرفت سے بادشاہ کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے اور وہ بھی اسکے کامون کو وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھتا ہے
تخت شاہی پر ایک مختصر سا شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سنگ مرمر کے طلا کار چار ستون تھامے ہوئے ہین یہ شامیانہ

چارون ستون جڑاؤ کام سے نہایت خوش اسلوبی سے بنے ہوے ہین۔ تخت کے سامنے سنگ مرمر کا ایک بڑا سا لگڑا بچھا ہوا ہے جو دربار کی زمین سے کسیقدر اونچا ہے اور پہلے زمانہ مین جڑاؤ کام سے بڑی کثرت سے مرصع تھا اس کے بعض نشانات اب بہی موجود ہین یوروپ یا ایشیا کا باشندہ اگرچہ ایک لاکہہ روپیہ کی لاگت مین اسکی مرمت کا ذمہ لے سکتا ہے مگر پہر بہی ویسا نہین بنا سکتا جیسا کہ وہ پہلے تہا۔ دبیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء غدر کے زمانہ مین کسی فوجی افسر نے اس پتہر کی تصویرین اکہیڑ کر اسکی میزین وغیرہ بنوائین اور ہوم گورنمنٹ کے ہاتہہ پانچسو پونڈ کی فروخت کر دین اور ساؤتھ کنسنگٹن بورڈ کی جڑاؤ تصویر انڈین آفس لندن مین ابتک موجود ہے۔

دیوان عام جس کی کیفیت مختصر الفاظ مین بیان کی گئی اس مین ہر قسم کے ادنے اعلے آدمی جمع ہوتے ہین جب جہان پناہ محلسرا سے برآمد ہو کر تخت پر جلوہ آرا ہوتے ہین تو گرداگرد شاہزادے صف بستہ ہوتے ہین اور کئی خواجہ سرا مورچہل سے مکہیون وغیرہ کو اڑایا کرتے ہین ان کے علاوہ چند خدام ہاتہون مین مکلف پنکہے لئے ہوے ہلاتے ہین اور بعض نہایت مؤدب دست بستہ ضروریات کے لئے مستعد رہتے ہین انکے پیچہے ایک چبوترے پر جسے چاندی کے کٹہرے چارون طرف سے محیط ہیں بڑے بڑے امرا اور شاہی سفیر اور راجگان ہند کہڑے رہتے ہین جنکی آنکہین زمین پر گڑی رہتین اور ہاتہہ سینہ پر رکہے ہوے ہوتے ہین۔ اس گروہ کے پیچہے منصبدارون کی جگہ ہوتی ہے یہ لوگ بہی نہایت تعظیم و تکریم اور مؤدبانہ ہیئت مین کہڑے رہتے ہین۔ دربار کے یہ تمام لوگ اس صورت سے کہڑے ہوتے ہین کہ سب پر بادشاہ کی نظر برابر پڑ سکتی ہے۔ ان سب کے بعد دربار کے بقیہ حصہ مین مختلف وضع کی رعایا ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہان شاہ ذی جاہ بوقت دوپہر عام دربار کیا کرتے ہین اور جہان ہر شخص آنے کا مجاز ہوتا ہے۔

فرانسیسی سیاح کا بیان ہے کہ دربار کے ختم ہونے کے بعد ہاتہی اور دیگر جنگی حیوانات اعلے درجہ کے ساز و سامان سے آراستہ ہو کر باقاعدہ سامنے سے گذرتے ہین اور بعدہ فوجی افسر اپنے رسالون کو ملاحظہ کرانے کی غرض سے بادشاہ کے سامنے سے جاتے ہین انہیں دیکہکر اس امر کا زیادہ خیال ہوتا تہا کہ ان کے گہوڑے نہایت چست و چالاک اور ساز و یراق سے سجے ہین سوارون کی وردیان نہایت آراستہ ہوتی ہین اور ادنے فوجی افسر بہی بڑے زرق و برق کی وردیان زیب جسم کئے ہوتے ہین۔

حرب و آلات کے کمالات کے جواہر ادنے ادنے افسر دکہاتے تھے اور کچھہ تہوڑے عرصہ بعد یہ تفریح ختم ہو جاتی تہی جب یہ سب کچھہ ہو چکتا تہا تو جہان پناہ عرائض پر حکم نافذ کرتے تہے جنہیں اس مجمع میں پیش کیا کرتے تہے عرضیوں کے بڑے بڑے لفافے بادشاہ کے روبرو لائے جاتے اور نمبروار پڑہ پڑہ کر سناتے جاتے تہے وہ اُنکے متعلق مستغیثون اور دعویداروں کو اپنے سامنے بلاتے اور اُنہیں ملاحظہ فرماکر اُسیوقت اُنکے مقدمات فیصلہ کرتے حالانکہ ایک عدالت خانہ بہی تہا جہان ہفتہ میں ایک مرتبہ حضور جلوہ افروز ہوتے تہے جہان دو قاضی یا جج پا برکاب ہوتے تہے علاوہ برین ہفتہ میں ایک اور دن بہی مقرر تہا جسمین بادشاہ دو گہنٹہ تک عام اہل مقدمات میں سے دس شخصون کی درخواست تخلیہ میں سُنتے تہے جنکو امرا پیش کیا کرتے تہے۔ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی بادشاہوں کو خواہ ہم اُنہیں کتنا ہی ظالم و بیرحم تصور کرین یہ بات ہمیشہ مدِنظر رہتی تہی کہ جہانتک بن پڑے ہم اپنی رعایا کا انصاف جو کرین اور ایسا ہی کرتے بہی تہے۔

دیوان خاص

دیوان عام سے آگے بڑہکر بائین ہاتہہ کی جانب ایک اور دیوانخانہ ہے جسے دیوان خاص کہتے ہیں اگرچہ ڈاکٹر برنیر اس مقام کو غسلخانہ سے منسوب کرتا ہے مگر فرانسیسی سیاح دیوان خاص نام لیکر یہاں کے حالات اس طرح قلمبند کرتا ہے کہ دیوان عام سے گزر کر دیوان خاص آتا ہے یہاں بجز خاص خاص امرا کے اور کسی کو باریابی کا فخر حاصل نہین ہوتا یہاں کا احاطہ اسقدر وسیع نہیں ہے جیساکہ دیوان عام کا ہے لیکن یہ دربار نہایت پُر تکلف خوش قطع منقش و مرصع اور بیش قیمت جواہرات سے بسا ہوا ہے یہاں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت چبوترا ہے جو چار یا پانچ فیٹ بلند ہے جسپر بادشاہ کی نشستگاہ کا تخت بچھا ہوا ہے سامنے کی طرف کہدے ہوے سنگ مرمر کے پتھر بڑی خوبصورتی کے ساتھہ نصب ہیں۔سنگ مرمر کے تیس ستون چھتون کو تہامے ہوے ہیں جنپر گول گول محرابیں بنتی چلی گئی ہیں یہ ستون چار فیٹ مربع ہین جو حقیقت میں ہندوستان بہرمیں بے نظیر اور لاثانی ہیں نیچے کی جانب پہولدار نقش و نگار سے آراستہ ہے جسمین نہایت باریکی اور خوبصورتی کے ساتھہ بڑے بڑے گرانبہا جواہرات جڑے ہوے ہیں اور اوپر کا حصہ طلاکار لاجوردی ہے تمام چھت اور گوشوں پر سنہری کام کیا ہوا ہے جو صفائی و خوشنمائی میں بالکل لاجواب ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ جب شاہجہاں کا ارادہ اس دربار کی تعمیر

کی نسبت نافذ ہوا تو اُسنے معماروں کو حکم دیا کہ ڈیوک کے گرجا کی طرح یہ بھی نہایت عمدہ عمدہ کاموں سے مزین ہو اور ساری تعمیر جواہرات کے جڑاؤ کام سے پُر ہو مگر جب صناعوں نے دو یا تین فیٹ بلند ستونوں پر آزمایشی کام کرنا شروع کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کیلئے اِسقدر جواہرات میسر آنے بہت مشکل ہیں اور جو لاگت اسپر صرف ہو گی وہ اَن گنت اور بے شمار ہو گی لہذا بادشاہ کو اِس وضع کے ترک کرنے پر مجبور ہونا پڑا*

یہ دربار اکثر اوقات شام کو ہوتا ہے بادشاہ جب تخت پر جلوہ آرا ہوتا ہے تو اُسکے گرداگرد امرا دُو رُو سادست بستہ ایستادہ ہوتے ہیں اور غلاموں کی ایک لمبی صف اِنکے عقب میں مودبانہ کھڑی رہتی ہے بادشاہ اپنی افسران مملکت کو خاص خاص امورات میں فہمایش کرتا ہے۔ محاسب حساب پیش کرتے ہیں اور سلطنت کے ضروری مہمات یہیں طے کیے جاتے ہیں۔ تمام امرا کو یہاں شام کے وقت ہمیشہ حاضر ہونا پڑتا ہے جیسا کہ دیوان عام میں اُنکی حاضری ایک ضروری اور لازمی بات تھی

اِسکے بعد فرانسیسی سیاح تخت طاؤس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اِس دربار میں ایک نہایت مکلف اور عجائب روزگار تخت بچھا ہوا ہے جو تخت طاؤس کے ساتھ مشہور ہے۔ اِس نادر اور بے مثل تخت کو تخت طاؤس کے نام سے شہرت پانے کی یہ وجہ ہے کہ یہ تخت دو موروں پر معلق ہے جو دم پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں یہ تخت سر سے پاؤں تک قیمتی لعل و زمرد اور نیلم وغیرہ جواہرات سے بسا ہوا ہے اور نازک خیال صناع نے انہیں اِس عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ باہم جڑے ہیں کہ دور سے بالکل اصلی مور معلوم ہوتے ہیں تخت چھہ فیٹ اونچا اور چار فیٹ چوڑا ہے اور خالص سونے کا ٹھوس بنا ہوا ہے۔ اوپر کی جانب سونے کا ایک شامیانہ تنا ہوا ہے جسے سونے کے بارہ ٹھوس تھامے ہوئے ہیں ستونوں پر قیمتی جواہرات اِس انداز سے جڑے ہوئے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے شامیانے کے کناروں پر گرانبہا موتیوں کی خوبصورت جھالر نہایت آن بان کے ساتھ لٹک کر جھوم رہی ہے۔ دونوں موروں کے وسط میں معمولی جسامت کا ایک خوشنما طوطا نصب ہے جو اپنے نازک خیال صناع کی بے نظیر صنعت کو روشن کر رہا ہے کہتے ہیں کہ یہ طوطا ایک ہی زمرد کا بنا ہوا تھا اور نام تک کو کہیں جوڑ نہیں لگایا گیا تھا تخت کے ہر دو جانب دو چھتر یان نصب ہیں جو مشرقی سلطنت کا علم یا نشان ہے۔ یہ قرمزی رنگ کی مخمل کی ساخت

کی نقلیں اور زردوزی کا کام بہت ہی گھٹتا ہوا ہورہا تھا چھتریوں کی جھالر بھی موتیوں کی تھی اور انکے دستے آٹھہ فیٹ بلند تھے جو خالص سونے کے ڈہلے ہوے تھے اور جنمیں بڑی خوش اسلوبی اور موزونیت کے ساتھہ جواہرات پچی کیے ہوے تھے اِس عظیم الشان جڑاؤ کام کی قیمت ایک کروڑ سے چھ کروڑ تک جانچی گئی ہے چنانچہ ٹیور نیر مشہور جوہری نے صرف اُن جواہرات کی قیمت جو اِس نادر اور مشہور تخت میں جڑے ہوے ہیں تین کروڑ روپیہ جانچی ہے کہتے ہیں کہ اسٹن دی بوردو نے اسکی ساخت کو اختراع کیا اور اُسی نے اسے انجام بھی دیا جسنے عام و خاص دربار میں اپنی بے مثل صناعی سے بہت سی عجیب و غریب تصویریں بنائی تھیں۔ برنسفیورڈ صاحب کا بیان ہے کہ تخت طاؤس کا اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا لیکن اسکا ایک ٹکڑا لکھنؤ کے ایک عالیشان اور مشہور امام باڑے میں میں نے دیکھا جو نہایت قیمتی اور اعجوبہ متصور کیا جاتا تہا ۱۸۵۷ء کے غدر میں وہ بھی لٹ لٹا گیا یہ بے نظیر اور لاثانی تخت طاؤس جسکی قیمت دنیا کے مشہور جوہری۔ ٹیورنیر نے تین کروڑ روپیہ جانچی ہے اپنی ساخت میں اتنا بے نظیر نہ تہا جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے یعنے چار طے کیئے ہوے فرش پر دو مور اور ایک طوطا ایستادہ تھے لیکن سونا اور جواہرات جو اسمیں پچی کیے گئے تھے واقعی بے مثل اور لاجواب تھے وہ سنگ مرمر کا تخت جسپر یہ نادر اور عجائب روزگار تخت طاؤس بچھا ہوا تھا اب تک دربار میں موجود ہے جسکے ہر ایک کونہ پر یہ مشہور کتبہ سنہری حرفوں سے کندہ ہے ا

اگر فردوس بر روی زمین ست ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

دیوان خاص کی چھت جہاں تخت طاؤس رکھا ہوا تھا خالص چاندی کے پتروں سے منڈی ہوئی تھی مگر ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر تاخت و تاراج کرکے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور چھت کے پترے مرہٹوں نے ۱۷۶۰ء میں اُکھاڑ لیے جبکہ دہلی اُنکے قبضہ میں چند مہینوں کے لیے آگئی تھی لیکن اسکے چند ہی روز بعد افغانوں نے انہیں پانی پت کے میدان میں شکست فاش دیکر بھگا دیا۔

رنگ محل کے بائیں ہاتھہ کو جاکر تھوڑے سے فاصلہ پر ایک نہایت عالیشان حمام بنا ہوا ہے جسمیں جابجا طلائی نقش و نگار کے علاوہ بہت ہی نادر جڑاؤ کام کیا ہوا ہے حمام کی پشت کی جانب شاہی

مسجد ہے جو سنگ مرمر کے نہایت باریک کام کی ساخت ہے گو آگرہ کی مسجد کی نسبت چھوٹی ہے لیکن نقش ونگار اور خوبصورتی میں اُس سے بہت بڑھی چڑھی ہوئی ہے۔ دیوان خاص کے سامنے یا جنوب کی طرف بہت سی عالیشان عمارتیں ہیں دگو یہ تمام عمارتیں بعد کو منہدم کرادی گئیں تاہم اُنکی بنیادون کے نشانات ابتک موجود ہیں خاص محل اور رنگ محل اتبک برقرار ہیں اگرچہ یہ اتنے بڑے وسیع نہین ہیں مگر پھر بھی شاہجہاں بادشاہ کی شاہانہ زندگی کے حالات کو کافی طور پر بتا سکتے ہیں) دیوان خاص اور تخلیہ کے محلات کے درمیانی منقش دیوار کے عین وسط میں ایک ترازو کندہ ہے جسمیں طلائی کام کیا ہوا ہے اور مختلف رنگ بھرے ہوے ہیں دیوان خاص مین نہایت پرتکلف اور نفیس کمرے ہیں اور اُن میں اعلےٰ درجہ کی نقاشی کے علاوہ بڑی قیمتی جواہر جڑے ہوے ہیں ان ہی کمروں کے قریب ایک نہایت دلکشا اور پُرفضا مقام ہے جو مثمن برج کے ساتھ شہرت رکھتا ہے یہ کل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور جابجا طلائی اور جڑاؤ کام ہو رہا ہے۔

ناظرین اب یہ مضمون بہت طول طویل ہوگیا اور ہمین خوف ہے کہ اگر زیادہ بڑھ گیا تو آپ اُسے دلچسپی کی نگاہ سے نہ دیکھین گے اسلیے ہم اسے یہین ختم کرکے تاریخ دہلی کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر آپ سے التجا ہے کہ جس دعوے کے ثبوت میں میں نے اسقدر آپ کی سمع خراشی کی اور مضمون میں انتہا درجہ کی توسیع کی اُسے نظرانداز نہ کیجیے بلکہ دونون شہادتوں کو پیش نظر رکھکر خود اندازہ کرلیجیے مجھے اِس بات کا نہ صرف زبانی بلکہ دلی اعتراف ہے کہ تمول وحشمت اور بعض عجیب وغریب عمارات کے لحاظ سے دہلی شاہجہاں کے عہد میں بڑی پُررونق اور باشان وشوکت تھی اور اِن دنوں اِسکا دربار بڑے جاہ وجلال کا دربار تھا لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خاندان مغلیہ سے پیشتر جو رونق وآبادی دہلی کو نصیب تھی وہ اِس سے کچھ کم بھی نہ تھی بلکہ بعض وجوہ سے جنہیں آپ نے ابن بطوطہ کے ریمارک میں پڑھا ہے یہ اُسوقت بہت ترقی پر تھی اور خلجیون نیز خاندان تغلق کے درباروں میں جو عظمت وجبروت دکھائی تھی اُسکی نظیر کہین ڈھونڈے نہین ملتی۔

بعد شاہجہان کے بعد کا زمانہ تاریخ دانوں پر واضح ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے

قدیم تاریخ

عہد ہی میں اُسمین تنزل ہونا شروع ہوا اور روز بروز زوال پہیلتا گیا باوجود مزید تحقیقات
کے ابتک اِس بات کا پتہ نہین لگا کہ دہلی کا اصل بانی کون تہا اور اُسکا ابتدائی بنیادی پتہر
کس شخص نے رکہا اور سچ یہ ہے کہ اسکا پتہ لگنا نہ صرف ناممکن بلکہ سخت محال ہے کیونکہ قدیم
زمانے میں کسی کو اِس ملک مین یہ خیال ہی نہین ہوا کہ جو واقعات اُسنے اپنی آنکہون سے دیکہے
یا کانون سے سنے اُنہین قلمبند کرتا اِس غفلت سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ مسلمانون کی حکومت سے
پہلے جسے ابہی پورے نوسو برس بہی نہین ہوے قدیم دہلی میں کوئی معتبر تاریخ نہیں لکہی گئی اور
ایک مورخ جو آج یہان کے حالات قلمبند کرنا چاہتا ہے اُسی تاریخ سے ذرا مدد نہین مل سکتی
اور نہ ملنے کی اُمید ہوسکتی ہے پس دہلی کے قدیم حالات جہانتک معلوم ہوے ہیں تاریخ سے
معلوم نہین ہوے بلکہ اُنکا ماخذ اور ہی چیزین ہیں مثلاً اگلی داستانین یا قدیم روایتین جو
زبان زد خلائق ہین قدیم مذہبی یا شاعرانہ کتابین جن سے اشارۃً بعض واقعات معلوم ہوتے
ہیں۔ وہ حوالے جو ہند کے معاملات کی نسبت اور ملکوں کے مورخوں نے اپنی کتابوں میں
دئیے ہین پتہر یا دہات کے قدیم کتبے پاسکے ہیں جنکی عبارتوں سے کچہہ حالات دریافت ہوتے
ہین چنانچہ ڈاکٹر رِلی صاحب لکہتے ہین "کہ قدیم زمانہ کی کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ
سلف میں یہاں آریہ ہند حکمران تہے جنکے مشہور و معروف قصے نظم رامائین میں درج ہیں اگرچہ
قدیم زمانہ میں یہ مقام ہندو خاندان کی سکونت گاہ تہا مگر عیسوی سنہ کے آغاز سے بہت پہلے
تبدیل ہوگیا تہا جبکہ شمالی ہندوستان میں بدھ مذہب کا بادشاہ حکومت کرتا تہا سنہ عیسوی
تک دہلی کی تاریخ کا ٹہیک ٹہیک حال معلوم نہیں ہوسکتا جبکہ ہندوستان کے راجپوتوں نے
اِسے پایہ تخت اور دار الخلافہ قرار دیا"

دہلی ابتدا سے متبرک مقام ہے

لیکن قدیم ہندی مورخون کی تحریر سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچگیا ہے کہ دہلی ایک نہایت متبرک
مقام اور قدیم آبادی ہے ابتدائی زمانہ میں یہاں دیوتا باس کرتے یعنے سکونت پذیر تہے
اور نہ صرف ہندوستان بلکہ طبقہ سرزمین مین یہی وہ پاک اور مقدس زمین ہے جہاں اندر دیوتا
نے جشن خوشی کیا ہے **دلی مہاتم** جو ہندوؤں کی قدیم کتاب ہے اُسکے دیکہنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ جس طرح بنارس الہ آباد ہردوار اہل ہند کے مقدس مقامات ہیں اُسی طرح دلی بہی ایک بڑا

تیرتھ گاہ ہے ہندوؤں کی کتابوں سے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ دہلی میں بڑے بڑے
کاملین اہل ہند نے عبادت کی ہے اور یہاں رہنے اور مرنے کو مکتی کا باعث خیال کیا ہے
چنانچہ دہلی سے چند میل کے فاصلہ پر پسو اتر رشی کی عبادتگاہ ہے جو اب سورج کنڈ کے نام
سے مشہور ہے کسی زمانہ میں یہ مقام اندر دیوتا کا سکونت گاہ تھا اسی وجہ سے اسے اندرپرست
کہتے تھے اصل میں اندرا کاس کے راجہ کا نام ہے جو ہندوؤں کے مذہب میں ایک بڑا ممتاز
و معزز راجہ ہے اور پرست کہتے ہیں دونوں ہاتھ بھر کر دان کرنے کو ہندوؤں کا اعتقاد ہے
کہ یہاں راجہ اندر نے اگلے زمانہ میں دونوں ہاتھ بھر کر موتیوں کا دان کیا تھا اس زمانہ سے
یہ مقام اندرپرست مشہور ہو گیا مگر کثرت استعمال سے پرست کا پت ہو گیا اور لوگ اندرپت
اندرپت کہنے لگے چنانچہ اسوقت تک پرانے قلعہ کے متصل موضع اندرپت موجود ہے لیکن
اسکی آبادی جہاں پہلے تھی وہاں سے ویران ہو گئی اور وہاں کے زمیندار خاص پرانے قلعہ میں آ بسے
اس بات میں لوگوں کا بڑا اختلاف ہے کہ اندرپت کو دلی کب سے کہنے لگے اس میں
تین مشہور روایتیں ہیں ایک یہ کہ اصل میں یہ لفظ ڈھلی ہے اور ہندی زبان میں ڈھلی اس نرم
زمین کو کہتے ہیں جہاں میخ نہ گڑ سکتی ہو یا کثرت سے دلدل ہو چونکہ یہاں کی زمین بھی ویسی
ہی تھی اسلیے دلی کہلائی دوسرے یہ کہ یہاں راجہ دلیپ یا دل پال نام نے اپنے نام سے
ایک شہر آباد کیا تھا اسکے وقت سے اسکا یہ نام پڑ گیا تیسرے یہ کہ دہلو ایک زمیندار تھا اس نے
اپنے نام پر ایک گاؤں آباد کیا تھا جب سے اسکو دہلی کہنے لگے اسکے قدیم و جدید نشانات آبادی
سے معلوم ہوتا ہے کہ طول میں بارہ تیرہ کوس اور عرض میں پانچ چھ کوس سے زائد نہیں ہے
اور جہاں تک آبادی کے نشانات نظر آتے ہیں سب جگہ پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ چونکہ یہ
مقام قدیم سے متبرک خیال کیا جاتا تھا اس وجہ سے اگلے زمانہ میں پانڈوں نے ہستناپور کے
اپنا دار الخلافہ دہلی کو تبدیل کر لیا تھا اور بہت روز اس سرزمین پر حکمران رہے۔ اہل ہنود کے
ہاں تاریخ نہ ہونے سے اگرچہ دہلی کی ابتدائی بنا اور آبادی کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چلتا مگر
جو عمارات کہ اُنکی نشانیاں ابتک موجود ہیں وہ صاف بتا رہی ہیں کہ نہ صرف ہندوستان
بلکہ دنیا کے قدیم شہروں میں دہلی ہی ایک قدیم شہر ہے۔

دہلی کا پرانا قلعہ جو ہندو راجاؤں کے عہد میں اندرپت اور شیر شاہ کے زمانہ میں شیر گڈھ ہمایوں کے عہد دولت میں دین پناہ وغیرہ مختلف ناموں سے پکارا جاتا تہا اسے راجہ **انیکپال** بارہ سو کہانے تعمیر کرایا ہے جو گڈہ دیس میں سنہ عیسوی سے تین سو تیس سال پیشتر حکومت کرتا تہا اسکے بعد سے حملہ اسلام تک اسکے نام و مقام میں مختلف تغیر و تبدل ہوتا رہا لیکن بار بار افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قدیم ہند کی تاریخ ایسی تاریکی میں ہے کہ اُس زمانہ کے حالات و واقعات کا ذرا سراغ نہیں لگتا۔ اہل ہند کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیے کہ جب سے اُنہوں نے اپنا عالیشان جھنڈا یہاں نصب کیا سلسلۂ واقعات کو برابر بتاتا چلا گیا اُسکی بدولت آج ہر ایک شخص کو یہ عزت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہند کے تیرہ سو سال کے واقعات ٹھیک ٹھیک ملک و قوم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ الغرض تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ پانڈوں اور کوروں کی حکومت کے بہت عرصہ بعد راجہ انیکپال تونور نے سمت سنہ ۱۱ بکرمی میں ایک قلعہ اور شہر اپنے نام پر آباد کیا لیکن جب۔ تونوروں کی سلطنت میں زوال وابتری پھیلی اور اُنکے ہاتھوں سے حکومت چھین کر چوہانوں کے پاس پہونچی تو رائے پتھورا جسکا اصلی نام پرتھی راج ہے بادشاہ ہوا اسنے سنہ ہجری یا سمت میں ایک نہایت مستحکم قلعہ اور عالیشان محل بنایا جسکے بعض نشانات اب تک موضع مہرولی میں قطب صاحب کی لاٹھ کے متصل موجود ہیں اسکا محل اور عبادتخانہ تاحال قائم ہے بلکہ بعض مورخوں کی رائے ہے: قطب صاحب کی لاٹھ جو نہ صرف دہلی بلکہ ایشیا و دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی اُسکا پہلا درجہ اسی راجہ کا تعمیر کیا ہوا ہے یہ راجہ اسی درجہ پر چڑھکر بہت سویرے اشنان کرتا اور سورج دیوتا کی پرستش کے بعد یہیں بھوجن کہایا کرتا تہا۔

اسکے بعد جب آفتاب اسلام نے دہلی کی پہاڑیوں کی چوٹی پر اپنی چمک ڈالی اور ہندوستان کے قدیم دار الخلافہ کے ستارہ اقبال نے طلوع کیا تو **شہاب الدین** غوری ہند پر حملہ آور ہوا اگرچہ سنہ ہجری میں راجہ پرتھی راج نے بمعیت دیگر راجگان ہند اسے بمقام تہانیسر شکست دی مگر دوسرے ہی سال وہ پھر ایک جرار فوج لیکر یہاں آدہمکا اب ہندوؤں کے اقبال کا ستارہ غروب ہو چکا تہا چنانچہ بمقام **تراوڑی** راجہ پرتھی راج نے کہلی شکست پائی کہانڈے رائو عین معرکہ جنگ میں مارا گیا اور راجہ دریائے سرستی کے کنارہ گرفتار ہوا اُسوقت

پتھورا کا

شہاب الدین
کا ہند پر

سے مسلمانوں نے ہندو راج کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا اور پھر کبھی اُسے پنپنا نصیب نہیں ہوا بعد کو قطب الدین ایبک جو شہاب الدین کا وفادار غلام تھا لاہور کو فتح کرتا ہوا دہلی میں آیا اور بطور نیابت یہاں کا فرمانروا مقرر ہوا اس تاریخ سے دہلی سلاطین اسلام کا پایہ تخت قرار دی گئی اور قطب الدین ایبک اُسکا پہلا بادشاہ ہوا سلطان قطب الدین نے رائے پتھورا کے قلعہ میں ایک عالیشان محل بنایا اور اُسے قصر سفید کے نام سے نامزد کیا لیکن اب اِس قصر کا نام نشان تک باقی نہیں رہا۔

سلطان قطب الدین کے انتقال کے اُسکا بیٹا آرام شاہ تخت نشین ہوا مگر چونکہ وہ نہایت عیش پسند آرام طلب تھا اسلیے اُسے معزول کر کے شمس الدین التمش جو قطب الدین کا باوفا غلام تھا تخت پر متمکن ہوا اِسکے زمانہ میں فتوحات کا پیمانہ بہت وسیع ہو گیا اور سلطنت دہلی کی بنیاد کماحقہ مضبوط و مستحکم ہو گئی قطب صاحب کی لاٹھ اسینے تعمیر کرائی جسکا نام اُسنے اپنے آقائے نامدار قطب الدین ایبک کے نام پر رکھا۔

سلطان شمس الدین التمش کی وفات کے بعد سلطنت میں طرح طرح کے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے اور باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کسی بادشاہ کو جم کر تخت پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا سنہ ۶۴۴ ہجری میں سلطان ناصر الدین محمود تخت نشین ہوا اور مستقل طور پر حکومت کی باگ ہاتھ میں لی اِسکے عہد میں رعایا نہایت خرم و شاد اور ملک آباد تھا سلطان ناصر الدین غازی نے پرتھی راج ہی کے قلعہ میں یا اِسکے آس پاس ایک عظیم الشان محل بنایا تھا اور اسکا نام قصر ہزار ستون رکھا تھا لیکن یہ عمارت ایسی وسیع تھی کہ اُسکے سامنے پوری نہ ہوئی اور اسکی عمر پوری ہو گئی غیاث الدین بلبن نے جو اُسکا وزیر خاص تھا اور اُسکی وفات کے بعد مستقل بادشاہ ہوا اپنے زمانہ حکومت میں اِس ادھوری عمارت کی تکمیل کی لیکن آج اِس عمارت کا بھی کوئی نام نشان باقی نہیں رہا۔

سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا تو اُسنے شہر کی درستی میں بہت کچھ کوشش کی اور سنہ ۶۶۶ ہجری میں ایک قلعہ تعمیر کرایا جو مرغزن کے نام سے مشہور ہوا آج اِس قلعہ کا بھی نشان نہیں معلوم ہوتا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہاں حضرت نظام الدین کا مزار ہے وہاں یہ قلعہ تھا اور اُسی

آبادی کا نام غیاث پور تہا سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں وسط ایشیا کے مختلف
شاہزادے اور فرمانروا مغلوں کے خوف سے اسکے حکومت میں آ پناہ گزین ہوے اور اُنسے اُنکے
نام سے شہر مین مختلف محلے قائم کیئے۔

سلطان معز الدین کیقباد

اسکے انتقال کے بعد جب اسکا پوتا **سلطان معز الدین کیقباد** تخت و تاراج کا وارث قرار
دیا گیا تو اُسنے سنہ ۶۸۶ ہجری میں ایک نہایت پرفضا اور دلکش قلعہ دریائے جمن کے کنارہ تعمیر کرا کے
اُسکا کیلوکہڑی نام رکہا گو اُس قلعہ کا اب کوئی نشان موجود نہین مگر قیاسًا کہا جا سکتا ہے کہ یہ
اُس مقام پر آباد ہوگا جہاں اب ہمایوں کا مقبرہ واقع ہے کیونکہ اسی مقبرہ کے متصل موضع
کیلوکہڑی موجود ہے جو اب بہی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے کیقباد کا مقبرہ اسی جوار میں ہے اور وہ
اپنے محل ہی میں دفن کیا گیا تہا موضع کیلوکہڑی اب بہی آباد ہے اور زمینداروں کے دس پانچ
ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے پڑے ہوے ہیں طوطی ہند امیر خسرو شاعر نے اس قلعہ کی بہت کچھ تعریف
لکہی ہے اور نظم کے پیرایہ میں اُس زمانہ کا پورا سین دکہایا ہے جبکہ وہ نہایت آباد اور پُر رونق
تہا چونکہ وہ ایک بڑی طول طویل نظم ہے اسلیے ہم اُسے یہاں درج کرنے سے قاصر ہین شائقین
کو قران السعدین ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

سلطان جلال الدین خلجی

سلطان معز الدین کے قتل ہونے کے بعد اس خاندان سے سلطنت نکل گئی اور صلح و جنگ کے جملہ
امورات کا حق خلجی خاندان کے بادشاہوں کو حاصل ہوا اس خاندان کا اول بادشاہ سلطان
جلال الدین خلجی ہے اسنے سنہ ۶۸۹ ہجری میں ایک بہت ہی مستحکم اور خوشنما محل بنایا اور اُسکا کوشک
لعل نام رکہا اسوقت اس محل کا بہی کوئی نشان ڈہونڈہے نہین ملتا اور نہین معلوم ہو سکتا کہ کہاں تہا
اور کہاں گیا البتہ لوگوں کی زبانی سنا گیا ہے کہ کوشک لعل حضرت سلطان نظام الدین کی درگاہ کے
قریب تہا ممکن ہے کہ یہ درست ہو کیونکہ تاریخ سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ جلال الدین خلجی نے
سلطان معز الدین کے ویران شہر کو آباد کرکے اُسکا نام کوشک لعل رکہا تہا نیز ایک بڑی عمارت
جو لعل محل کے ساتہہ مشہور ہے اب بہی یہاں موجود ہے شاید یہ اُسی عمارت کا حصہ ہو۔ غرضکہ
سلطان جلال الدین نے چند روز سلطنت کرکے تمام کاروبار کی باگ اپنے بھتیجے سلطان علاء الدین
کے ہاتہوں میں دیدی اور خود عیش و عشرت مین مشغول ہوگیا لیکن اُسے اس عیش پسندی میں مشغول

تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ **سلطان علاء الدین** نے موقع پا کر اُسے
قتل کر ڈالا اور ۶۹۵ھ ہجری میں خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ اسنے اپنے چچا کے شہر کو خوب
رونق دی اور ساتھ ہی ایک عالیشان قلعہ اور نہایت خوبصورت محل تعمیر کرا کے اُسے کوشک سن
کے نام سے مشہور کیا۔ اب محل کا تو کوئی نشان موجود نہیں البتہ قلعہ کے کچھہ کچھہ نشانات قطب صاحب
کو جاتے ہوے بائیں ہاتھہ کو ملتے ہیں یہ قلعہ بعد کو سری نام سے مشہور ہوا تھا۔ علاء الدین خلجی
نے اسی قلعہ اور محل میں کولا دیوے رانی کے ساتھہ عیش اُڑاے اور اسکے بیٹے **خضر خان** نے
دیول رانی سے یہیں رنگ رلیاں مچائیں انجام کار جب خلجیوں کی سلطنت میں زوال آیا اور ہر طرف
ابتری پھیل گئی تو تغلق خاندان کے فرمانرواؤں نے اُنکی حکومت کے ٹمٹماتے ہوے چراغ کو
اکسایا اور اپنی ہمت ولیاقت سے اُسکی وہی پہلی سرسبزی اُسے دیدی

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے خوب جم کر سلطنت کی اور شہر کی درستی و آراستگی
میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اُسنے ۷۲۴ھ ہجری میں ایک نیا شہر آباد کیا اور اُسکا تغلق آباد نام
رکھا اسی کے متصل ایک نہایت مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا جسکی تکمیل اُسکے فرزند سلطان محمد تغلق
کے عہد میں ہوئی یہ قلعہ اب تک موجود ہے اور اسکی پوری کیفیت ہم تیسرے باب میں مفصل لکھیں گے
سلطان محمد تغلق نے تغلق آباد ہی کے قریب ایک نہایت وسیع محل اور عالیشان محل تعمیر کیا اسمیں
ہزار ستون قایم کیے اور اسی وجہ سے اسکا ہزار ستون محل نام رکھا علاوہ ازیں دیگر عمارات سنگ
رخام کی تعمیر کیں یہ سب عمارتیں ملکر ایک بڑا شہر ہو گیا اور بادشاہ نے اسکا نام **عادل آباد** رکھا
کیونکہ اُس زمانہ کے لوگ سلطان محمد تغلق شاہ کو عادل شاہ سے پکارتے تھے خاندان تغلق کی
سلطنت منتقل ہوتے ہوتے جب **فیروز شاہ تغلق** تک پہونچی تو اُسنے نہ صرف ملک و رعایا ہی
کی سرسبزی و بہبودی کی طرف توجہ مبذول کی بلکہ علوم و فنون کی ایک ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ تھوڑے
ہی زمانہ میں اُسکی ڈالی ہوئی بنیادیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں علمی مجلسیں بڑی رونق کے ساتھ
قایم ہوئیں اور اُن میں مختلف مذاق کے علما فضلا حاضر ہونے لگے سلطان فیروز شاہ نے اپنی
عہد سلطنت یعنے ۷۵۵ھ ہجری میں ایک نہایت خوش منظر اور دلفریب شہر دریائے جمن کے ساحل
پر آباد کیا اور اسی سنہ میں ایک جدید قلعہ بڑی عظمت وشان کا تعمیر کیا جب دونو عمارتیں بنکر تیار

ن علاء الدین

ضر خان

ن غیاث
تغلق

اہ تغلق

ہوگئین تو جدید شہر اور نو تعمیر قلعہ میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا اور اِس شہر کا نام فیروز آباد
رکھا جس زمانہ مین یہ عمارت شروع تھی تو اراکین سلطنت نے ہندوؤن کے ایک منبرک اور رفیع الشان
منارے کو وسط ہند سے لاکر شہر کے متصل نصب کردیا تھا اُسکے گرداگرد ایک عالیشان محل تیار کیا ایک
خوبصورت و خوشنما مسجد بھی بنائی یہ مینارہ اب تک اپنی اصلی وضع پر موجود ہے جو فیروز شاہ
کی لاٹ یا کوٹلے کی لاٹ کے ساتھہ مشہور ہے یہان گو شہر کی عمارتوں کے بعض بعض نشانات پائے جاتے
ہیں لیکن قلعہ کا کہیں پتہ نہین لگتا اور ہزار جستجو کے بعد بھی اُسکا کوئی ٹھیک نشان دریافت نہین
ہوتا لوگ کہتے ہیں کہ یہ جدید قلعہ اُس مقام پر تھا جہان اب فیروز آباد کا کوٹلہ ہے پچھلے دنون
انگریزی گورنمنٹ نے کوٹلے کے توڑے جانے کا حکم دیدیا تھا چنانچہ وہ منہدم ہونا شروع بھی ہوگیا
تھا اور جہاں کہین پتھر کی خواہش ہوتی تھی یہان سے ٹوٹ کر جاتا تھا جس سے خوف تھا کہ عنقریب
یہ عمارت بھی دنیا سے مٹجائے گی اور دیگر عمارات کی طرح اِسے بھی کوئی جاننے والا اور اِسکی
مظلومانہ حالت پر دو آنسو بہانے والا نظر نہ آئیگا مگر انتہا درجہ کے جوش مسرت سے لکھا جاتا ہے
کہ ہماری عالی گورنمنٹ نے اُس حکم کو منسوخ کردیا اور پھر بدستور سابق اُسکے توڑنے کی ممانعت کردی گئی
سلطان فیروز شاہ نے ۷۵۶ھ میں دریاء ستلج سے ایک نہر کاٹ کر جھجر تک لایا اور ۷۵۷ھ ہجری میں جمنا سے
ایک بڑی نہر کاٹ کر ہانسی وحصار کیطرف لیگیا قلعہ کے نیچے ایک نہایت وسیع حوض بنایا
اور نہر مذکور کا منبع اُسے مقرر کیا علاوہ ازین اور بہت سی عجیب وغریب عمارتین فیروز شاہ کے
اہتمام خاص سے تعمیر کی گئیں اور نہایت استحکامی کے ساتھ تعمیر کی گئین حقیقت یہ ہے کہ خاندان
تغلق مین اگر کسی فرمانروا کو تعمیر مکانات اور آراستگی شہر کا دعوے پہونچتا ہے تو وہ صرف ایک فیروز شاہ
تغلق ہے جسنے اپنی قابل قدر فیاضی سے نہ صرف موجودہ ملک و رعایا کی بہبودی کے سامان فراہم
کیے بلکہ اُنکی آیندہ نسلوں کیلئے آسایش و راحت اور دینی و دنیاوی ترقی کی ایک نہایت مستحکم بنیاد ڈالی
فیروز شاہ کے انتقال کے بعد پھر باہمی خانہ جنگیوں نے ہاتھہ پانو پھیلائے اور خانگی نزاع کی وجہ
سے سلطنت کی بنیاد متزلزل ہوگئی چنانچہ سنہ ۸۰۱ ہجری میں جبکہ محمود تغلق تخت نشین تھا امیر تیمور
نے دہلی پر حملہ آور ہوا محمود تغلق گجرات کی طرف بھاگ گیا اور دہلی کو امیر کی جرار فوج کی پامالی کیلئے
چھوڑ گیا مگر جب امیر یہان سے واپس چلا گیا تو محمود تغلق پھر دہلی چلا آیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد مرگیا

عالم آخرت ہوا سید **خضر خان** والی ملتان نے جب دہلی کی یہ کیفیت دیکھی تو اسکے منہ میں
پانی بھر آیا اور موقع پاکر تخت دہلی پر متمکن ہو گیا مگر اس عہد میں اندرونی نزاع کی سبب سے سلطنت
دہلی کا دائرہ اسقدر تنگ ہو گیا تہا کہ چند کوس سے زیادہ اسکی حکومت نہ تہی باہر کے صوبجات برائے
نام سلطان دہلی کے مطیع تھے اور ہر ایک کے دماغ میں حکومت دہلی کی ہوس بھری ہوئی تہی
خضر خان نے سنہ ۸۲۱ ہجری میں دریا کے کنارہ ایک قلعہ آباد کرکے اسکا نام اپنے نام پر خضر آباد
رکھا تہا آج اگرچہ اس قلعہ کا بھی نشان نہیں ملتا مگر لوگون کا بیان کہ خضر کی گمٹی کے پاس یہ قلعہ
تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید خضر کی گمٹی اس بادشاہ کی قبر ہو خضر خان کے بعد اسکا بڑا
بیٹا **مبارک شاہ** تخت پر بیٹھا اور اسنے اپنی یادگار میں ایک اور قلعہ تعمیر کرکے اسکا مبارک آباد
نام رکھا یہ قلعہ صفدر جنگ کے مقبرہ کے سامنے تہا چنانچہ اب بھی اس جگہ ایک گانو آباد ہے
جو مبارک پور کوٹلہ کہلاتا ہے خاندان سادات کچھ زیادہ عرصہ تک دہلی پر حکمران نہیں ہا بلکہ
اسکے تیسرے ہی فرمانروا کے ہاتھ سے حکومت نکل کر لودہی خاندان میں چلی گئی۔ **بہلول لودہی**
نے جو اس خاندان کا اول بادشاہ تہا دہلی کو از سر نو آرائش کا جامہ پہنایا اور اسی کو اپنا دار الخلافہ
قرار دیا مگر اسکے فرزند **سکندر لودہی** نے آگرہ کو پایہ تخت قرار دیا سکندر کے وفات کے بعد اسکا
بیٹا **ابراہیم** لودہی تخت نشین ہوا یہ بڑا جابر اور سرکش بادشاہ تھا جب اسکا ظلم حد سے بڑھ گیا
تو سلطان ظہیر الدین **بابر بادشاہ** نے بمعیت دولت خاں والی ملتان ہند پر چڑہائی کی اور
سنہ ۹۳۲ ہجری میں ابراہیم کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر دہلی میں نزول اجلال فرمایا سنہ ۹۳۷
ہجری میں **نصیر الدین محمد ہمایوں** بادشاہ نے دہلی کو فتح کیا اسی سنہ میں اسنے پرانا قلعہ
جسکا اصل بانی راجہ اننگپال تو مر تہا اور جو اسوقت بالکل منہدم ہو چکا تہا از سر نو تعمیر کیا اور دین پناہ
کے نام سے مشہور کیا آج جسقدر عمارت اس قلعہ میں دکھائی دیتی ہے اسی بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے
ہمایون کو دہلی پر حکمران ہوئے تہوڑا ہی زمانہ گذرا تہا کہ شیر خان افغان نے جو آگے چلکر شیر شاہ کے نام سے مشہور ہوا ہمایون کو
یہاں تک تنگ کیا کہ وہ مجبور ہو کر ایران چلا گیا ہمایوں کے ایران چلے جانے کے بعد **شیر خان**
دہلی پر متمکن ہوا اور اسنے پرانے قلعہ میں کچھہ کچھہ مکانات تعمیر کرائے اسکے علاوہ ایک بڑا عالیشان
مکان بطور جہاں نما کے تعمیر کراکے اسکا شیر منڈل نام رکھا چنانچہ یہ مکان ابتک پرانے قلعہ کی مسجد کے

پاس موجود ہے اِس عمارت کے بنانے کے بعد ۹۴۳ھ ہجری میں شیر شاہ نے پُرانے قلعہ کے متصل ایک مختصر سا قلعہ بھی تعمیر کرایا اور اُسکا بھی شیر منڈل نام رکھا لیکن اب اُسکا کچھ سُراغ نہین لگتا اور ٹوٹ پھوٹ کر زمین کے برابر ہو گیا۔

سلیم شاہ

شیر شاہ کے بعد اُسکے بیٹے سلیم شاہ نے ۹۵۳ھ ہجری میں ایک نہایت مستحکم قلعہ چار لاکھہ روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا اور اُسکا سلیم گڈھ نام رکھا یہ قلعہ لعل قلعہ کے سامنے دریا کے کنارہ پر موجود ہے بلکہ اب تو لعل قلعہ کا ایک حصہ شمار کیا جاتا ہے سکّھ زمانہ مین بادشاہی لوگوں نے اُسکا نام بدل دیا ہے اور بجائے سلیم گڈھ کے نور گڈھ کہتے ہیں سلیم شاہ نے اسکے علاوہ دیگر مکانات بھی رفاہ عام کیلئے تعمیر کرائے تھے جیسے کہاری باولی لاہوری دروازہ کی مسجد وغیرہ۔ مگر سلیم شاہ کے زمانہ میں امورات سلطنت بالکل درہم برہم ہو گئے اور ہمایوں بادشاہ دوبارہ ہندوستان پر متصرف ہوا اُسنے پُرانے قلعہ مین بہت سے پُر نزہت اور خوش منظر مقامات تعمیر کرائے اور شیر شاہ کے بنائے مکانات کو کتبخانہ سے آراستہ کیا

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے بعد جلال الدین محمد اکبر کلانور میں تخت نشین ہوا اور ۹۶۲ھ ہجری میں ہیموڈھوسر کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت کو افغانی خرخشوں سے پاک صاف کردیا اِس زمانہ میں بھی آگرہ ہی بدستور دارالخلافہ رہا لیکن جب سلطان ابن سلطان شہاب الدین شاہجہان تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا تو اُسنے ۱۰۴۸ھ ہجری میں جلوس کے بارھوین سال جدید دہلی کی بنیاد ڈالی۔

شاہجہان بادشاہ

ایک یوروپین مصنف کا شاہجہان کے متعلق

ایک یوروپین مصنف دہلی کی تاریخ لکھتے ہوئے جدید شہر یعنے شاہجہان آباد کے بنیاد پڑنے کی عجیب وجہ بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جدید دہلی جسکو شاہجہان نے بسایا جمنا کے کنارہ پر آباد ہے جسے میوات کی پہاڑیوں سے ہمیشہ آب رسانی پہونچتی ہے اسکے گرد و نواح خوب سیراب ہوتے ہیں اور طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سی عجیب و غریب تدابیر عمل میں لائی گئے ہیں تجارتی معاملات میں گو اسے آگرہ کی برابری کا دعوے نہیں مگر اور وجوہات میں اُس سے کہیں بڑھکر ہے اسکے ارد گرد بہت ہی قریب پہاڑیاں ہیں جہان فرحت حاصل کرنے کے عمدہ ذریعہ موجود ہیں۔ یہان کی آب و ہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے ۱۵۵۶ء عیسوی میں ہمایون کی

وفات کے بعد سے شاہجہان کے عہد تک شاہی توجہ اِس شہر سے بالکل ہٹ گئی تھی کیونکہ
اکبر کے عہد سلطنت اور نیز اُسکے جانشین لڑکے کے وقت مین آگرہ ہی مستقل پایۂ تخت رہا مگر
سنہ ۱۶۳۸ء میں شاہجہان نے اراکین دربار کو حکم دیا کہ ایک بالکل نیا شہر ہمارے پردادا کی
ریاست کے شمال میں تعمیر کیا جائے ممکن ہے کہ آگرہ سے بادشاہ کا دل یوں اچاٹ ہو گیا
ہو کہ اُسکی پیاری ملکہ عین شباب مین ایک اتفاقی حادثہ سے فوت ہو کر وہین مدفون ہوئی۔ غرضکہ مرحوم
ملکہ یا اُسکے ذاتی فہم و فراست نے اُسے اِسپر آمادہ کیا کہ وہ ان گنت دولت خرچ کرکے اپنے
نایاب مذاق سے محظوظ ہو۔

شہر شاہجہان آباد کی تعمیر

شہر شاہجہان آباد کی تعمیر ۱۰۴۸ھ ہجری میں شروع ہوئی اور ۱۰۵۸ھ ہجری دس سال کے عرصہ
میں اختتام کو پہونچی جیسا کہ امیر یحیی کاشی کے اس مصرعہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے ع
شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد ۱۰۵۸ الغرض شہر کا دور سات میل کا رکھا گیا اور اُسکے
اندر مختلف عمارتین امراء و وزراء کی رہایش کیلیے تعمیر ہوئیں بادشاہ نے اپنے لیے ایک نہایت
مستحکم و وسیع قلعہ تعمیر کیا جب قلعہ بنکر تیار ہوا اور شہر نے کوچہ و بازار سے رونق پائی اور آبادی
روز افزون ہونے لگی تو شہر کی حفاظت و مزید رونق کیلئے بادشاہ نے حکم دیا کہ اِس شہر کی فصیل

شہر پناہ

بھی بنائی جائے چنانچہ شاہجہانی جلوس کے چوبیسوین سال مکرمت خاں کی کوشش سے ڈیڑھ لاکھ
روپیہ خرچ ہو کر مٹی اور اینٹ کی فصیل تیار ہوئی لیکن ناپختگی کی وجہ سے اسی برسات مین جابجا
سے منہدم ہونے شروع ہو گئی اسلیے جلوس کے چھبیسوین سال ربیع الاول کی بائیسوین تاریخ
کو دوبارہ حکم ہوا کہ اِس شہر پناہ کو اوکھاڑ کر از سرِ نو نفیس و مستحکم چونے اور پتھر سے نئی شہر پناہ بنائی
جائے چنانچہ اور ساڑھے تین لاکھ روپیہ خرچ کرکے اجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ میں یہ فصیل بنکر تیار
ہوئی۔ اِسکا طول چھ ہزار تین سو چونسٹھ گز دیوار کا عرض چار گز اور کنگروں کا ارتفاع نو گز کا ہے
فصیل میں بارہ دروازے چار بڑی کھڑکیاں چھبین برج اکیس اڑسٹھ دمدمے رکھے گئے تھے

شہر کے دروازے

جنمین سے بعض مختلف بربادیوں میں منہدم ہو گئے اور اب صرف ذیل کے دروازہ باقی ہیں
دہلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجمیری دروازہ لاہوری دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ نگبود دروازہ۔ راجگھاٹ
دروازہ یہ سب دروازے باستثنائی لاہوری دروازہ اور موری دروازہ ابتک اپنی اصلی وضع پر

قایم ہین موری دروازہ لاہوری دروازہ اور چھوٹے دروازہ کا ہر چند نشان موجود ہے کہ فصیل برقرار ہے دروازہ مسمار کردیا گیا باقی کابلی دروازہ اور دیگر دو دروازون کا اسوقت نام نشان بہی نہیں دروازون کی فہرست مین ایک نیا دروازہ مغلیہ خاندان کے آخر بادشاہ بہادر شاہ کے عہد میں قائم ہوا جو کلکتہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور اب تک قائم ہے کہڑکیون میں فراشخانہ کی کہڑکی اور مسجد گہاٹ کی کہڑکی اب موجود ہے باقی دو کا پتہ نہین لگتا۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے شہر کی فصیل جابجا سے شکستہ ہوگئی تہی مگر حکام انگریزی نے ہر مقام سے اُسکی مرمت کی اور بہت جگہ سے درست کیا

شہر کی کہڑکیان

چار بڑی کہڑکیوں کے علاوہ جنکا ذکر اوپر ہوچکا اور بہی چند کہڑکیان تہی جو ان نامو کے ساتہ پکاری جاتی تہیں نواب احمد بخش خان کی کہڑکی۔ نواب غازی الدین خان کی کہڑکی ثمن برج کی کہڑکی سلیم گڈہ کی کہڑکی۔ نصیر گنج کی کہڑکی شاہ گنج کی کہڑکی اجمیری دروازہ کی کہڑکی سید بھولی کی کہڑکی بلند باغ کی کہڑکی امیر خان کی کہڑکی خلیل خان کی کہڑکی بہادر علی خان کی کہڑکی نگمبود کی کہڑکی یہ سب کہڑکیاں اب بند ہوگئی ہیں اور بعض بعض کے نشان دریافت ہوسکتے ہین۔

دہلی کا تنزل

شاہجہان کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسنے شہر کو بہت کچہہ رونق دی اور چند خاص خاص عمارتیں بڑی شان وشوکت کی ایزاد کین مگر افسوس جو شہر کہ اپنی عظمت و شان اور خوبی و کمال میں لاجواب و بے نظیر کہا جاتا تہا اندرونی خانہ جنگیوں اور بیرونی حملون نے اُسے چند ہی روز میں ایسا تباہ و برباد کردیا کہ بیان سے باہر ہے سب سے پہلے شہنشاہ عالمگیر کے قیام دکن نے جو ایک عرصہ دراز تک ہا دہلی کی رونق مین ضعف پیدا کردیا مگر یہ ضعف کچہہ ایسا نہ تہا جس سے شہر یا حکومت میں تزلزل پڑتا بلکہ بہت جلد رفع ہوگیا اور شہر بدستور آباد رہا عالمگیر کے انتقال کے بعد اُسکے تینون بیٹونمین معرکہ آرائیاں ہوئین مگر بجز ایک خفیف سی جنگ کے اور کچہہ نہین ہوا اور دہلی صدمہ سے بچی رہی۔ جہاندار شاہ کا سارا خاندان اُسکی بدقسمتی اور سوء تدبیری سے دشمن ہوگیا چنانچہ فرخ سیر نے جو اسکا حقیقی بہتیجا تہا اسے قید کرکے حکومت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لی اور اِس تاریخ سے شہر مین زوال وابتری پھیلنی شروع

ہوئی۔ خاندانِ سادات اور اہل دربار کی باہمی مخالفت نے ہزاروں مظلوموں کی جانیں لیکر چھوڑا یہانتک کہ فرخ سیر بھی سیدوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکا اور آخر کار چند روز کے بعد خاندان سادات کے دو سرغنے سید حسن اور سید عبداللہ اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ قتل کیے گئے اب شہر نے بھی بیچ ہو کر دلق پکڑی اور محمد شاہ کی رنگیلی طبیعت نے تھوڑے ہی زمانہ میں اس شہر کی کایا پلٹ دی دار الخلافہ میں چاروں طرف امن وامان پھیل گیا اور ہر شخص عیش وآرام سے زندگی بسر کرنے لگا لیکن محمد شاہ کی نازک مزاجی اور عیش پسندی نے پھر دہلی کی بنیادوں میں تزلزل ڈالدیا اور نادر شاہ افغانستان سے پنجاب پر تسلط کرکے دار الخلافہ دہلی کے قریب آپہونچا جانبین سے صف آرائی ہوئی مگر بعد کو صلح ہو گئی اور نادر شاہ محمد شاہ کے ہمراہ قلعہ میں چلا آیا۔

غمزدہ محمد شاہ بہمراہی نادر شاہ دیوان خاص میں آیا اور تخت طاؤس پر بیٹھکر دونوں نے چا، نوشی کی دوسرے دن نادرشاہی سپاہیوں نے اپنے حکمراں کے سامنے قتل عام کرنا شروع کردیا جبکہ اُسنے روشن الدولہ کی چھت پر نظر ڈالی کامل دوپہر تک شہر میں قتل کا بازار گرم رہا اور عام رستوں گلی کوچوں میں خونی دریا بڑے زور شور سے لہریں لینے لگا تقریباً دولاکھ آدمی قتل ہوے اور باقی تباہ وبرباد ہو گئے نادر شاہ نے تخت طاؤس کو توڑ ڈالا اور دہلی کو بے چراغ کرکے ایران چلا گیا اس حملہ میں جو غنیمت اُسکے ہاتھ لگی اُسکا تخمینہ آٹھ لاکھ پونڈ بیان کیا جاتا ہے۔ ابھی دس برس بھی نہ گذرے تھے کہ نادر شاہ کے انتقال کے بعد احمد خان درانی والی کابل نے جو پہلے نادر شاہ کی افواج کا نامور افسر تھا دہلی پر حملہ آور ہو کر اُسے لوٹا اور قلعہ کی بقیہ دولت پر تصرف کیا ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے زور پکڑا اور دہلی کو بالکل تاخت وتاراج کر ڈالا مگر پانی پت کی لڑائی میں منہ کی کھائی اور احمد شاہ ابدالی نے اُنکی بڑھتی ہوئی قوت پر ایسی ضرب لگائی کہ اُنھیں عرصہ تک سنبھلنا دشوار ہو گیا مرہٹوں نے یہانتک دست غارت گری دراز کیا کہ دیوان عام کے تمام روپہلی پترے اُکھاڑ لیے موتی مسجد میں گرا بہا موتیوں کا جو گچھا بیگمات نے لگایا تھا اُتار لیا اور جہانتک بن پڑا رعایا سے زر ومال وصول کیا ۱۷۸۸ء میں دہلی کے بچی کھچی مال کو غلام قادر کی توپوں نے غارت کیا اور پھر خود بدولت

نے آکر اپنا کیسہ الگ گرم کیا یہان تخت طاؤس پر بیٹھہ کر حقے کے دم اُڑائے اور اسی مقام پر شاہی خاندان کو طرح طرح کی ایذائین پہونچائیں اور سلطنت کے چشم و چراغ مظلوم شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکال لین یہ سیندھیا نے غلام قادر کو قتل کرکے بادشاہ کو اپنی حفاظت مین لے لیا اس تاریخ سے دوبارہ دہلی پر مرہٹون کا قبضہ ہوا اور اُنکے ظلم و سرکشی کے افسانے لوگونکی زبانون پر جستہ جستہ آنے لگے آخر کار لارڈ لیک صاحب نے ۱۰ ستمبر ۱۸۰۳ء مین دہلی کو فتح کیا اور شام کے وقت اُنکے سوار دیوان عام خاص تک آگئے جہانکہ تیموریہ خاندان کا بادشاہ ایک نہایت شکستہ اور ٹوٹے پہوٹے سائبان کے تلے بیٹھا ہوا تھا لارڈ موصوف نے بادشاہ کو مرہٹوں کے نرغے سے چھڑا کر ایک لاکھہ پچیس ہزار روپیہ کی ماہوار پنشن مقرر کردی اور قلعہ پر اختیار بدستور رہا سلطنت کے داب و آداب مین کچھہ فتور پڑا نہ حکم و احکام میں ذرا فرق آیا لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر نے یہہ بھی باقی نہ رکھا اور بالکل تباہ و برباد کر ڈالا افسوس صد افسوس۔

دہلی اور اُسکے تمام ساز و سامان اگرچہ کبھی کے مٹ چکے اور اب اُنمین بجز مختصر سی آبادی کے اور کچھہ باقی نہین رہا مگر تاہم اسکی عظمت و شان لوگوں کے دلون میں اس درجہ جاگزین ہے کہ وہ ابتک اسکے نام کی تعظیم کرتے اور اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ سینکڑوں اسکے دیکھنے کی حسرت میں مرتے ہیں فن تعمیر کے شیدائی یہاں کی قدیم عمارات کی صنعت کے اشتیاق میں دور دراز کا سفر طے کرکے آتے اور اُنہیں دیکھکر عش عش کر جاتے ہیں مورخون کا گروہ یہاں کے تاریخی مقامات کے حسرت دید مین قدیم تاریخوں کو بڑی جانکاہی اور عرقریزی سے ٹٹولتا ہے اہل تصوف اور خدا آگاہ اسے بہت سے اولیائے کرام کا مسکن جانکر ہر جہار طرف سے امڈے چلے آتے اور اولیاء اللہ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ جب جنابہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئیں تو حضور مرحومہ نے اسکی خوشی میں ایک عظیم الشان دربار کا حکم دیا اور جناب لارڈ لٹن نے ۱۸۷۷ء عیسوی مین اسی سرزمین دہلی مین جشن دربار منعقد کیا اور مختلف راجگان و نوابان ہند کو مدعو کرکے سرفراز فرمایا اسی تفاخر کی وجہ سے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاجپوشی کی تقریب مین جناب لارڈ کرزن

صاحب نے سال رواں یعنے سنہ ۱۹۰۲ عیسوی میں ایک عظیم الشان دربار کے لیے دہلی ہی کو
منتخب فرمایا آج ہندوستان کے تمام طبقون مین یہ فخر صرف دہلی ہی کو حاصل ہے اور وہ
اسپر جسقدر ناز کرے بجا اور زیبا ہے دہلی کی تاریخ کے متعلق جسقدر ہمین لکھنا تھا لکھہ چکے
اب ہم اُن مشہور اور قابل یادگار عمارتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو شہر کے اندرونی
حصہ میں لائق زیارت اور قابل دید ہین لیکن اِس سے قبل کہ ان عمارات کا ذکر کیا جائے مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ اُن بادشاہون کی ایک مختصر سی فہرست جدولون میں لکھا دیجائے جنہون
نے تخت دہلی پر حکومت کی ہے جس سے اُنکے سنین جلوس اور سنین وفات بھی ناظرین کو
اچھی طرح دریافت ہوسکین کیونکہ عمارات کے سلسلۂ ذکر مین بہت سی اِس قسم کی باتین
بیان ہونگی جو خاصکر شاہان اسلام سے تعلق رکھتی ہین جو اُنکے اصل بانی یا محرک ہوئے ہیں
یا اُنکے عہد میں وہ عمارتین تعمیر ہوئی ہیں۔

اُن شاہان اسلام کی فہرست جو تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوئے

خاندان غلامان

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	کیفیت
۱- قطب الدین ایبک	سنہ ۶۰۲ھ	سنہ ۶۰۷ھ	یہ بادشاہ بہاؤ الدین شاہ والی غزنی کے فرزند رشید معز الدین سلطان شہاب الدین غوری کا غلام اور داماد تھا سلطان شہاب الدین نے ۵۸۸ ہجری میں دہلی پر دس متواتر حملے کیے اور گیارھوین یورش میں دہلی کو فتح کرکے تخت نشین ہوا اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور بطور نیابت قطب الدین ایبک کو یہاں کا حکمران مقرر کیا جسنے چند ماہ چار سال حکومت کی۔
۲- آرام شاہ	سنہ ۶۰۷ھ	سنہ ۶۰۷ھ	چونکہ قطب الدین ایبک لاولد تھا اسلیئے اُسنے آرام شاہ کو اپنا متبنے کرلیا تھا جو اپنے فرضی باپ کے بعد بادشاہ ہوا اور صرف ایک سال حکمرانی کرکے معزول ہوگیا۔

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان شمس الدین التمش	سنہ ۶۰۷ھ	سنہ ۶۳۳ھ	یہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تہا لوگون کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اسے سلطنت نصیب ہوئی یہ بادشاہ نہایت متواضع اور رحمدل تہا۔ ہمیشہ باوضو رہتا اور تہجد کی نماز کبہی قضا نہ کرتا تہا۔ تہجد کی نماز کے لیے اُٹہتا تو کبہی خدمتگارون کو وضو کرانے کے لیے نہ جگاتا ڈول رسی پلنگ کے نیچے رہتی تہی خود اُٹھکر کنوین سے پانی نکالکر وضو کرلیتا سلطنت کا ایک پیسہ تک اپنے اوپر صرف نہین کیا بلکہ کلاہ دوزی یا اُجرت تحریر سے زندگی بسر کی زاہد اوّل درجہ کا تہا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدتمند مرید تہا۔
سلطان رضیہ	سنہ ۶۳۴ھ	سنہ ۶۳۷ھ	یہ سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی ہے اسکا مفصل واقعہ ہم ابن بطوطہ کے بیان مین لکھ آئے ہین وہان دیکھنا چاہیئے۔
معز الدین بہرام شاہ	سنہ ۶۳۷ھ	سنہ ۶۳۹ھ	
علاء الدین مسعود	سنہ ۶۳۹ھ	سنہ ۶۴۴ھ	
نصیر الدین محمود	سنہ ۶۴۴ھ	سنہ ۶۶۴ھ	سلطان نصیر الدین محمود کا حال قدرے بسط کے ساتہ پہلے گذر چکا ہے وہان ملاحظہ ہو
غیاث الدین بلبن	سنہ ۶۶۴ھ	سنہ ۶۸۶ھ	یہ سلطان ناصر الدین محمود کا وزیر اعظم تہا اور نہایت ہوشیار اور باتدبیر وزیر تہا اپنے شہر کی درستی و آبادی مین بہت سرگرمی دکہائی اور انجامکار اپنے آقا کو قتل کرکے خود بادشاہ بنگیا۔
معز الدین کیقباد	سنہ ۶۸۶ھ	سنہ ۶۸۹ھ	موضع کیلوکہڑی جو دریا کے کنارہ ایک نہایت پر فضا اور دلکشا شہر تہا اسیکا آباد کیا ہوا ہے اسکے قتل ہوتے ہی اس خاندان کی سلطنت مین تنزل شروع ہوگیا اور اب خلجیونکا دور دورہ ہوا
شمس الدین کیکاؤس	سنہ ۶۸۹ھ	سنہ ۶۸۹ھ	خاندان غوری کا یہ آخر بادشاہ ہے جسنے چند مہینے سلطنت کی اس خاندان مین صرف ایک کو دسال ۲ یوم سلطنت ملی اور اس زمانہ مین گیارہ بادشاہ ہوئے جنکے نشانات قصبہ دہلی مین ابتک موجود ہین

خاندان خلجی

علاء الدین خلجی

خاندان تغلقیہ

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان جلال الدین خلجی	۶۸۹ھ	۶۹۵ھ	اسکا اصلی نام شائستہ خان تہا اور خانج خان کی اولاد میں سے تہا جو قوم ترک میں ایک بہادر اور مشہور جری شمار کیا جاتا تہا۔ شائستہ خان اصل میں سلطان معز الدین کیقباد کا سپہ سالار تہا موقع پاکر اپنے آقا کو قتل کر ڈالا اور خود تخت نشین ہوکر جلال الدین کے لقب سے مشہور ہوا خاندان خلجی میں کل چار بادشاہ ہوئے جنہوں نے صرف چونتیس سال سات ماہ بیس دن سلطنت کی۔
علاء الدین خلجی	سنہ ۶۹۵ھ	سنہ ۷۱۵	یہ وہی علاء الدین خلجی ہے جسکے مقابلہ میں راجپوتوں نے متواتر شکستیں کہائیں اور آخرکار اپنے ننگ و ناموس تک کو اپنے ہاتہوں سے اُسکے سپرد کردیا
شہاب الدین خلجی	سنہ ۷۱۵ھ	سنہ ۷۱۶	یہ علاؤ الدین خلجی کا بڑا بیٹا ہے جو اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا
قطب الدین مبارک شاہ	سنہ ۷۱۶	سنہ ۷۲۰	یہ علاء الدین خلجی کا دوسرا فرزند ہے جو اپنے بہائی شہاب الدین کے بعد تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ ۷۲۰ھ میں اسکے ایک ملازم حسن نامی نے جو نومسلم تہا اسے قتل کر ڈالا اور تخت نشین سلطان خسرو خان کے لقب سے مشہور ہوا۔
ناصر الدین خسرو خان	سنہ ۷۲۰	سنہ ۷۲۰	یہ شخص کل چار مہینے سلطنت کرکے فوت ہوگیا۔
سلطان غیاث الدین تغلق	سنہ ۷۲۰ھ	سنہ ۷۲۵ھ	چونکہ خضر خان کوئی وارث تخت و تاج نہ رکہتا تہا اسلئے غیاث الدین تغلق جو شاہی امرا کی فہرست میں ایک بڑا نامور اور مشہور امیر تہا اسکے بعد تخت نشین ہوا اس خاندان میں آٹھ بادشاہ ہوئے جنہوں نے چہانوے سال گیارہ ماہ اور تیس دن سلطنت کی۔ خاندان تغلقیہ نے پرانی دہلی میں بہت عمارات تعمیر کیں جنمیں بعض کے نشانات ابتک موجود ہیں جو سیاحوں کو حیرت میں ڈالنے کا کافی سامان رکہتے ہیں۔
سلطان محمد عادل یا سلطان محمد تغلق	سنہ ۷۲۵ھ	سنہ ۷۵۲ھ	ایام ولیعہدی میں اسکا نام جونہ شاہ تہا مگر بعد کو اُسنے اپنا نام سلطان محمد تغلق اور کنیت ابو المجاہد رکہی اور چونکہ اکثر عمر انصاف پرستی میں گذاری تہی اسلئے اُس زمانہ کے لوگ اسے عادل شاہ کے لقب سے

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان فیروز شاہ	سنہ ۷۵۲ھ	سنہ ۷۹۰ھ	یاد کرتے تھے تغلق آباد کی تکمیل اسکے ہاتھوں ہوئی اور قصر ہزار ستون بھی اسکی یادگار ہے یہ وہی بادشاہ ہے جو فیروز آباد کا اصل بانی شمار کیا جاتا ہے کوٹلہ اور جہان نما یعنے بدیع المنزل وغیرہ مشہور عمارتین بھی اسکی تعمیر کی ہوئی ہین جو نہرین کہ دہلی سے حصار اور حصار سے کھگر تک کے اطراف وجوانب کو سیراب کر رہی ہین وہ بھی اسکی بنائی ہوئی ہین۔
سلطان تغلق شاہ	سنہ ۷۹۰	سنہ ۷۹۱	
ابو بکر شاہ	سنہ ۷۹۱	سنہ ۷۹۳	
سلطان محمد شاہ	سنہ ۷۹۳	سنہ ۷۹۶	
علاء الدین سکندر شاہ	سنہ ۷۹۶	سنہ ۸۱۴	
سلطان محمود شاہ	سنہ ۷۹۶	سنہ ۸۱۴	یہ خاندان تغلقیہ کا آخر بادشاہ ہے اسی کے عہد حکومت میں امیر تیمور نے ہند پر حملہ کیا اور دہلی کو فتح کرکے تخت پر بیٹھا سلطان محمود شاہ گجرات بھاگ گیا اور امیر تیمور نے ملک مردان کو جو معزز شاہی امرا مین ایک بھاری اور سیدزادہ تھا یہان کا فرمانروا مقرر کرکے ولایت کی طرف مراجعت کی جب ملک مردان چند روز حکومت کرکے فوت ہوا تو والی ملتان آندھی مینہہ کی طرح دہلی میں آدھمکا اور افسران فوج سے موافقت پیدا کرکے فرمانروائے دہلی مقرر ہوا اسنے چند روز مصلحتہً امیر تیمور کا خطبہ وسکہ جاری رکھا مگر آخر کار موقع پاکر خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا اسکی اولاد میں تین بادشاہ ہوے جنہوں نے کل انتالیس سال سات ماہ سولہ دن حکومت کی اور پھر سب کا خاتمہ ہوگیا۔
سید خضر خان	سنہ ۸۱۷	سنہ ۸۲۴	یہ خاندان سادات کا پہلا بادشاہ ہے جسکے عہد مین سلطنت دہلی مین بہت کچھ تنزل واقع ہوا

خاندان سادات

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
سلطان مبارک شاہ	۸۲۴ھ	۸۳۷ھ	یہ سید خضر خان کا بڑا فرزند ہے جو قلعہ مبارک آباد کا اصل بانی ہے اسکے عہد حکومت میں شہر کا انتظام بالکل خراب ہو گیا اور صوبوں نے بغاوت کے جھنڈے اونچے کیے۔
سلطان محمد شاہ	۸۳۷ھ	۸۴۹ھ	اسکے زمانہ میں لودہی خاندان کو عروج ہوا اور انہوں نے بڑی آسانی کے ساتھ دہلی میں قدم جمائے۔
سلطان علاؤالدین	۸۴۹ھ	۸۵۴ھ	خاندان سادات کا یہ آخری بادشاہ ہے جو ۸۵۴ سنہ ہجری میں حکومت سے معزول کیا گیا اس تاریخ سے سلطنت دہلی کی باگ خاندان لودہی کے ہاتھ میں گئی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ بہلول لودہی جو سلطان محمد شاہ کا مشہور کارکن اور سرہند وغیرہ صوبجات کا حاکم تہا اپنے بادشاہ کو غافل پاکر اول پنجاب کو اپنے تحت تصرف میں لایا پہر آہستہ آہستہ قوت بڑہا کر مستقل بادشاہ بنگیا اور سارے پنجاب میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔
بہلول لودہی	۸۵۴ھ	۸۹۴ھ	یہ خانخانان کے خطاب سے ملقب تہا پہلے علاقہ سرہند کا صوبہ تہا پہر اپنے ولی نعمت سے بغاوت کرکے مستقل بادشاہ ہو گیا سلطان علاؤالدین کو معزول کرکے خود حکمران مقرر ہوا ۳۸ سال آٹھہ ماہ سات دن حکمرانی کی اور ۸۹۴ سنہ ہجری میں فوت ہو گیا۔
سلطان سکندر لودہی	۸۹۴ھ	۹۲۳ھ	یہ بہلول لودہی کا فرزند ہے بادشاہ نے اپنے حیات ہی میں اسے ولیعہدی کا منصب دیدیا تہا اور اُس زمانہ میں یہ شاہزادہ نظام خان کے ساتھ مشہور تہا اسنے آگرہ کو دارالخلافہ اور پایہ تخت ٹہرایا۔ چھبیس سال ۵ ماہ برسر حکومت رہا۔
سلطان ابراہیم لودہی	۹۲۳ھ	۹۳۲ھ	سلطان ابراہیم لودہی اِس خاندان کا آخری بادشاہ ہے جو ۹۳۲ سنہ ہجری میں بمقابلہ سلطان ظہیرالدین محمد بابر شاہ پانی پت میں مارا گیا اسنے کل سات سال بادشاہت کی بیچ میں مدہو شاہ کہتری جو سلطان

خاندان سادات

خاندان لودہی

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	
			سکندر کا ملازم خاص تہا کسی وجہ سے پانچ مہینے تک بادشاہ رہا مدہو شاہی سکہ اسی وقت کا ہے خاندان لودہی مین کل ۷۷ سال چھہ مہینے سات روز سلطنت رہی اس خاندان سنے بہی بہت سی عمارتین قایم جنمین بعض کے نشانات اب بہی موجود ہیں۔
ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ	۹۳۲ھ	۹۳۷ھ	اسنے تخت نشین ہوتے ہی امراے قدیم اور رؤساء عظام کو شاہانہ الطاف سے معزز کیا اور اپنے فرزند ہمایوں کو اکبر آباد کیطرف روانہ کیا جسنے وہاں کا کافی طور پر انتظام کیا سلطان ابراہیم کی ماں اور اُسکے دونوں فرزندوں دونوں بیبیون کو دہلی روانہ کیا جنپر رحمدل بادشاہ نے خسروانہ الطاف مبذول فرمائے اور سات لاکھہ روپیہ سالانہ کی جاگیر اُنھیں عطا کی لیکن صرف سات سال پانچ مہینے حکومت کر کے رہگرائے عالم آخرت ہوا
نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ	۹۳۷ھ		اس بادشاہ سنے دس سال حکومت کی تہی کہ فرید خاں سہسرام جاگیردار کا لڑکا جو آخر مین شیر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا صرف اپنی شجاعت و بہادری کی بدولت ملک اڑیسہ اور بنگالہ کا حاکم ہوا اور تدریجاً قوت بڑہا کر ہمایوں بادشاہ سے مقابلہ کیا دو جنگلوں مین شکست پائی مگر ۹۴۷ھ ہجری میں جب تیسری دفعہ معرکہ آرائی ہوئی تو ہمایوں بادشاہ پر فتحیاب ہو کر تخت دہلی پر جلوس کیا شیر شاہ کے خاندان میں چار بادشاہ ہوے جنہون نے سولہ سال ۲۴ دن سلطنت کی اس خاندان کی بہی بعض عمارتین موجود ہین جب سلطان محمد عادل خان شیر شاہ کا بھتیجا دہلی کا حکمران تہا تو ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ ہندوستان کو فتح کیا اور ۹۶۲ھ ہجری مین تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔

خاندان تیموریہ جسے خاندان گورگانی اور خاندان مغلیہ یا چغتائی بہی کہتے ہین ایک بڑا عالیشان اور باجاہ و جلال خاندان ہے جسکی پرشوکت سلطنت نہ صرف ہند بلکہ دیگر ممالک مین چارسو اٹہانوے

سال رہے ۱۰ چہبیس فرمانروا تخت نشین ہوئے چونکہ یہ خاندان نہایت قریب العہد ہے اور اسکے بہت سے تاجداروں کے ناموں سے اکثر لوگوں کے کان آشنا ہین اسلیئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکے سنین جلوس و وفات کا گوشوارہ دکہانے سے اونکا پورا شجرہ نسب جدولوں مین بیان کردوں تاکہ ناظرین اونسے بخوبی واقفیت حاصل کرسکین شجرہ نسب مین جہان جہان خطوط وحدانی دیکر ہندسے قایم کئے گئے ہین اون سے اون تاجدارون کے نمبر معلوم ہوسکتے ہین جو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔

خاندان تیموریہ یا مغلیہ شجرہ نسب

امیر تیمور صاحبقران گورکانی ابن امیر طرغان
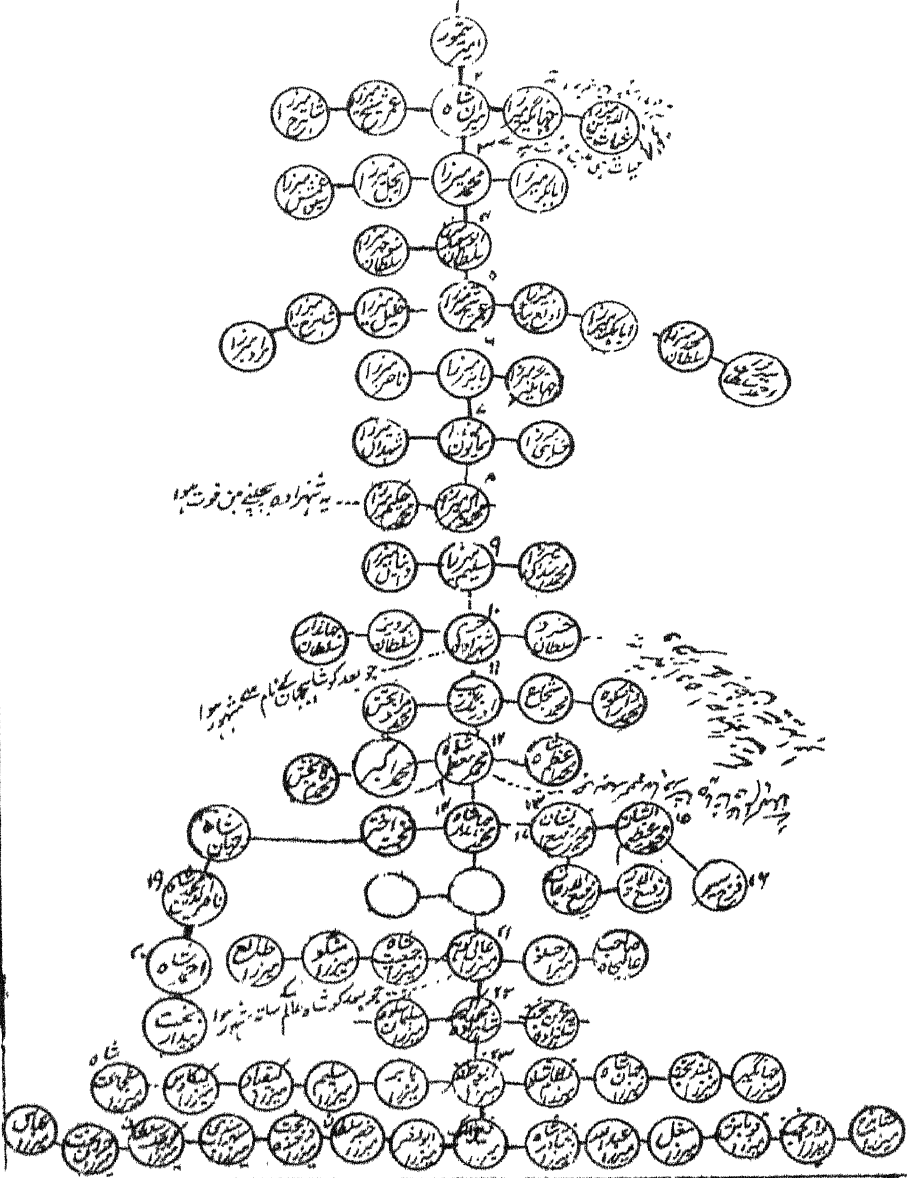
بقیہ خاندان مغلیہ کے فرمانرواؤن کے سنین جلوس و وفات

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات یا معزولی	کیفیت
ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ ہند	سنہ	سنہ	یہ کلانور مین تخت نشین ہوا اور سنہ ۹۶۴ھ ہجری مین ہیمو دہوسر کو پانی پت کے میدان مین شکست دیکر سلطنت ہند کو افغانی خرخشون سے پاک کیا۔
ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ	سنہ	سنہ	
شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ	سنہ ۱۰۳۷ھ	سنہ ۱۰۷۶ھ	
اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ	سنہ ۱۰۶۸ھ	سنہ ۱۰۷۶ھ	
محمد معظم شاہ	سنہ ۱۱۱۹ھ	سنہ ۱۱۲۴ھ	اس بادشاہ کا نام محمد معظم تہا بعد کو شاہ عالم یا بہادر شاہ کہلایا۔
محمد معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ	سنہ ۱۱۲۴ھ	سنہ ۱۱۲۵ھ	
عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی	سنہ ۱۱۶۷ھ	سنہ ۱۱۷۳ھ	
ابوالمظفر شاہ عالم بادشاہ	سنہ ۱۱۷۳ھ	سنہ ۱۲۲۱ھ	
ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی	سنہ ۱۲۲۱ھ	سنہ ۱۲۵۳ھ	
ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی	سنہ ۱۲۵۳ھ	سنہ ۱۲۷۵ھ	

دوسرا باب جدید دہلی کی مشہور عمارات

از بسکہ ہماری اِس تاریخ میں زیادہ حصہ اُن لوگوں کا ہے جو بیرونجات سے دہلی کے عظیم الشان
دربار میں شریک ہوکر یہان کی عمارات قدیمہ کو ملاحظہ کرنا چاہتے ہین اور سچ پوچھیے تو یہ کتاب
بھی اُنہین حضرات کے لیے لکھی گئی ہے اسلیے ہمین ضرور ہے کہ قدیم وجدید دہلی کی مشہور
اور قابل دید عمارات کے دکھلانے میں وہ رستہ اختیار کرین جس سے شائقین بغیر کسی بدرقہ اور
رہبر کے ٹھیک اُن مقامات پر پہونچ سکین میں پہلے لکھہ آیا ہون کہ جدید دہلی جسے شاہجہان
آباد کہتے ہین تقریباً چھہ میل کے دور میں واقع ہے سابق مین شہرپناہ کے بارہ دروازہ تھے لیکن
اب دس بڑے دروازہ ہیں جنکے نام میں پیشتر بتا چکا ہوں اُن ہی دروازوں سے داخل ہوکر لوگ
شہر مین آسکتے ہین جب آپ چھاؤنی کی سیدہی اور لمبی سڑک سے چلکر باؤڑے کی ڈہلوان سڑک
پر آئینگے تو اِس سے تہوڑی دور آگے آپ کو بڑے صاحب بہادر کی کوٹھی ملیگی وہان سے بہت
تہوڑے فاصلہ پر بائین جانب ایک قدیم باغ دکہائی دیگا یہ نواب قدسیہ بیگم کا باغ ہے اور
قدیم باغ ہے اسمین سنگ سُرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جو اب بالکل ویران اور
غیر آباد پڑی ہے باغ کے اندر ایک بہت بڑی بارہ دری ہے جسکے شہ نشین نہایت خوشنما اور
دلچسپ ہین بارہ دری کے عقب مین ایک پائین باغ ہے جو کسی زمانہ مین بہت آراستہ ہوگا ہر چند
اِس باغ کی آراستگی کی جانب کسی کو زیادہ توجہ نہین ہے لیکن تاہم ایسا سبز اور تازہ و شاداب
ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

اِس باغ سے آگے بڑہیے گا تو شہر کا کشمیری دروازہ دور سے نظر پڑیگا اِس دروازہ سے
شہر مین داخل ہوجیے یہان سے دہلی پنجاب ریلوی کی طرف سڑک ہملٹن سے ہوکر سیدہا
رستہ جاتا ہے سڑک سے داہین طرف کو جو کہ دہلی کی بڑی سڑک کہلاتی ہے اُسپر سے گذر کر لوگ
کچہری اور گرجا گھر جاتے ہیں کشمیری دروازہ کے قریب ہی ایک نہایت دلکش مسجد واقع ہے
جسے فخر المساجد کہتے ہیں نواب شجاعت خان کی چہیتی بیگم فاطمہ فخر النسا اسکی اصل بانی ہے
جسنے سنہ ۱۲۱ ہجری میں اپنے نامور خاوند کے انتقال کے بعد اُسکی یادگار میں یہ مسجد تعمیر کی اگر

باوڑا

قدسیہ بیگم کا باغ

[illegible]

فخر المساجد

مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے لیکن خوشنمائی میں بےنظیر ہے خاصکر اسکے برج ایسے خوبصورت
ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں یہ مسجد سر بازار کرسی دیکر بنائی گئی ہے اور کرسی میں
بہت سی دکانیں نکالی گئی ہیں مسجد کی تمام ردکار سنگ مرمر کی ہے اور جا بجا سنگ سرخ
کی دھاریاں بڑی موزونیت کے ساتھ پڑی ہوئی ہیں برج نیز سنگ مرمر کے ہیں اور
اُن میں سنگ موسے کی تحریر ہے جو بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے کلس بالکل طلائی ہیں
اندر کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور صحن میں سُرخ پتھر کے صاف چوکے بچھے ہوئے ہیں
جنوبی ضلع میں ایک سنگین دالان بنا ہوا ہے اور اُسکے بالمقابل شمالی ضلع میں ویسا ہی
ایک اور دالان ہے شمالی جانب میں ایک نہایت خوش قطع اور پاکیزہ حوض تھا مگر اب وہ
بالکل خراب ہو گیا - مسجد کے دروازہ پر ایک سنگ مرمر کی چوکھٹے میں یہ الفاظ فخر المساجد
ذرا جلی حرفوں میں کندہ ہے اور پیشانی پر یہ اشعار کھدے ہوئے ہیں - ؎

خانہ دین پرور شجاعت خاں کہ بنت پاک جا | بارضاے حق تعالیٰ از طفیل مرتضیٰ
صدر خاتوناں کنیز فاطمہ فخر جہاں | یادگارش ساخت این مسجد بفضل مصطفیٰ

گرجا

مسجد کی سڑک چھوڑ کر سامنے کی سڑک پر آجایئے یہاں آپ کو ایک نہایت خوشنما گرجا ملیگا
اس گرجا کی عمارت قابل دید ہے اسکا کلس جو بشکل صلیب بنایا گیا ہے سنہری ہونے کے
علاوہ نہایت خوبصورت ہے گنبد اور اندر کے کئی کمرے بڑے شاندار بنائے گئے ہیں
کمروں کے اندر سنگ مرمر کا نفیس فرش ہے اسکے بانی کرنیل جمس سکنر صاحب بہادر ہیں
جنھوں نے اپنی عالی ہمتی اور حوصلہ مندی سے اپنا ذاتی روپیہ صرف کرکے تعمیر کرایا اسکی تعمیر
سنہ ۱۸۲۶ عیسوی میں شروع ہوئی اور دس برس کے عرصہ میں علاوہ اُس قیمتی سنگ مرمر کے جو
کرنیل صاحب کے پاس موجود تھا نوے ہزار روپیہ کی لاگت سے تکمیل کو پہونچی گرجا کے
صحن میں مغربی جانب ولیم فریزر صاحب بہادر کی قبر ہے جو شاہی زمانہ میں شہر کے کمشنر تھے
اور جنہیں بعض جاہل کوتاہ بینوں نے قرابین سے ہلاک کر دیا تھا یہ قبر بھی نہایت قیمتی سنگ مرمر
کی منبت کاری بنی ہوئی ہے جسے آہنی کٹہرہ چاروں طرف سے محیط ہے۔ اسی گرجا کے عقب

عدالتہاے دیوانی و فوجداری

میں فوجداری و دیوانی کی عدالتیں ہیں یہ زمین جہاں اب عدالتیں قائم ہیں نواب عبدالاحد خاں
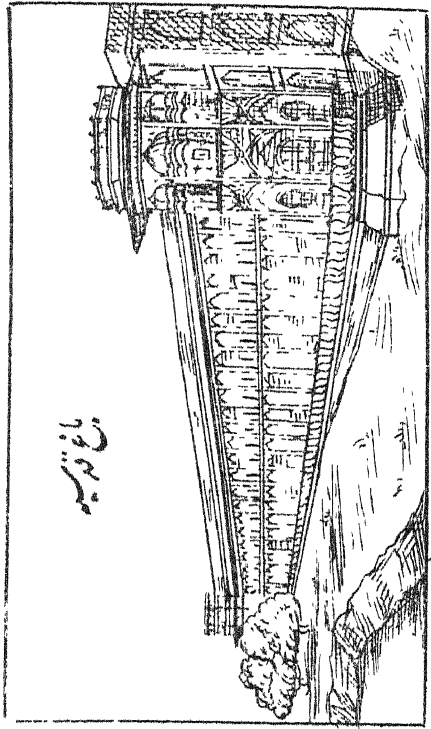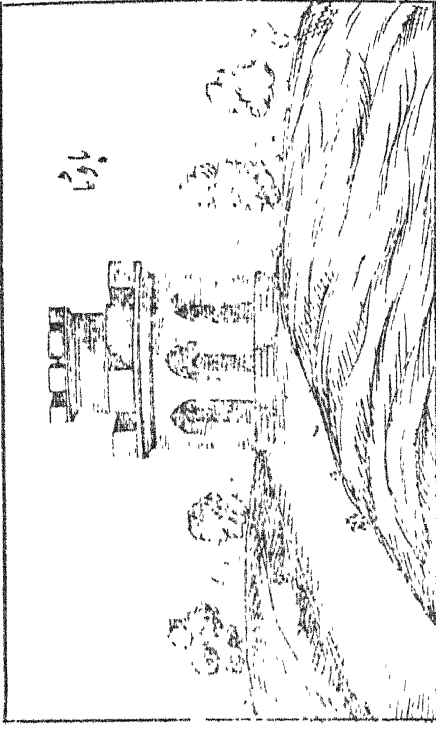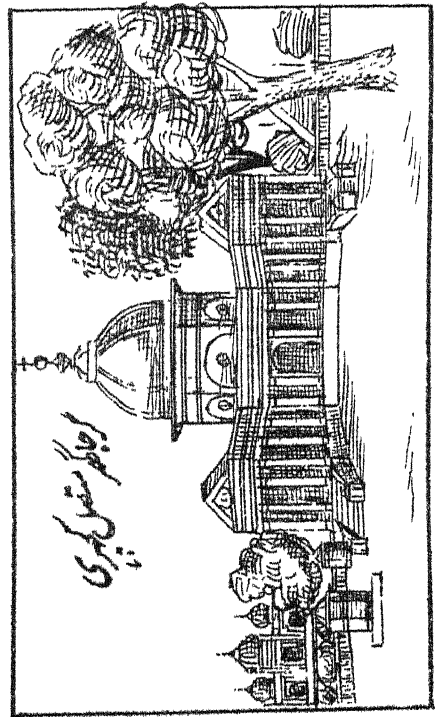
باولا

فخرالمساجد

باغ قدسیہ

گرجا گھر متصل کچہری

حویلی عبدالاحد خان
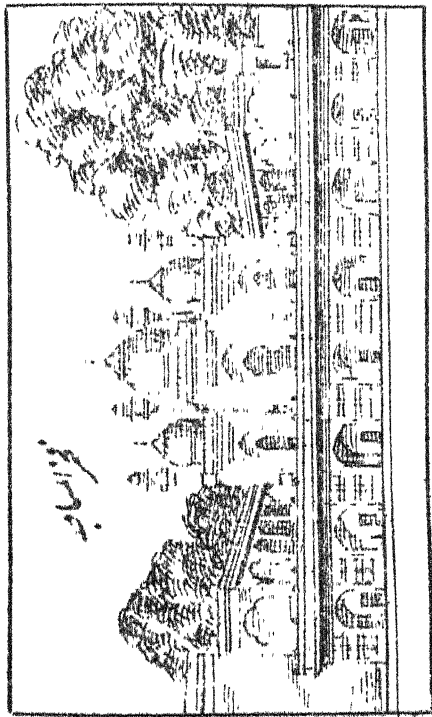
کی عظیم الشان حویلی کے بعض مکانات ہیں جو کسی زمانہ میں نہر حوض اور باغ سے بڑے آراستہ
و پیراستہ تھے اسی نواح میں اسی حویلی کے قریب منصور علیخان کی شاندار حویلی ہے جو ان

منصور علیخان کی حویلی

دنون نہروں اور فواروں سے آراستہ تھی۔ حویلی کے قریب ایک نہایت نفیس حمام بنا ہوا تھا
اگرچہ حویلی کا اب پتہ نہیں مگر حمام کے نشانات موجود ہین۔ ان حویلیون سے ذرا آگے بڑھکر دہلی

دہلی کا گورنمنٹ کالج

کا گورنمنٹ کالج ہے یہ نہایت شاندار اور بلند عمارت ہے اور ستون دار برآمدے بنے ہوئے ہین
کالج کے آگے ایک بڑا وسیع میدان پڑتا ہے جسمین ایک بڑا شفاف حوض اور نہایت سرد کنوان
تھا قریب بہت سے گنجان میوہ دار درخت تھے مگر اب حوض خراب اور کنوان پٹ گیا
ہے درخت بھی کہین کہین نظر آتے ہین باقی صاف میدان پڑا ہے۔

میگزین

اسکے آگے سرکاری میگزین ہے جسمین سب طرح کے آلات حرب اور اسباب جنگ ہر وقت
موجود رہتے تھے مگر اب بطور ڈاک بنگلہ تار گھر اور ڈاکخانہ کے استعمال میں لایا جاتا ہے
جسکا تھوڑا سا حصہ لفٹننٹ ویلوگوئی صاحب بہادر نے ۱۸۵۷ء مین باغیوں کے حملہ سے
بچنے کیلئے گرادیا تھا۔ اسکے آگے ایک نہایت مستحکم اور مضبوط ریلوی پل ہے جہاں سے گذر کر

سرکاری سرائے

لوگ ملکہ کے سڑک کو جاتے ہین۔ اسی سڑک کی بائین جانب سرکاری مور سرائے ہے جسے
مینوسپل کمیٹی نے ایک لاکھ پانچسو روپیہ کی لاگت سے بنایا ہے یہ نہایت وسیع اور مستحکم
سرا ہے جسمین پہلے بڑے بڑے تاجر اور دور دراز کے مسافر قیام پذیر ہوتے تھے مگر اب ایسٹ
انڈیا ریلوی کمپنی نے ایک لاکھ روپیہ کو خرید لیا ہے اس سے ذرا آگے بڑھ کر ملکہ کے باغ

کاٹ کا پل

کے دوسری جانب کا دروازہ ہے اور اسکے سامنے ہی داہین طرف کو کاٹ کا پل ہے جسپر
سے عبور کر کے لوگ دہلی کی گورنمنٹ کالج اور کچہری کو جاتے ہین پل سے تھوڑی دور کے فاصلہ

اسٹیشن

پر اسی جانب ایسٹ انڈیا ریلوی کا بڑا اسٹیشن ہے جہان ہر وقت مسافرون کی کثرت سے
آمد و رفت رہتی ہے ریلوی اسٹیشن سے ایک خاص رستہ موری دروازہ سے ملحق ہے وہان

گرجا

پر سیدہے ہاتھ کو سینٹ جیمس صاحب کا رومن کیتھولک گرجا ہے جہان تمام مسیحی جمع ہوکر
اپنے مذہب کے مطابق عبادت مین مصروف ہوتے ہین ایک زاویہ کی صورت میں بائین جانب
میں جہان سے کہ موری دروازہ اور اسٹیشن کو سیدھا رستہ جاتا ہے ملکہ کے باغ کے تیسری

جانب کا دروازہ ہے۔ اور اسکے مقابل میں احمد بائی کی مشہور سرا ہے اسی سڑک پر تھوڑی دور چلکر آوینگے تو مسجد فتحپوری کے اونچے اونچے مینار نظر پڑینگے۔

کھاری باولی

سڑک کی داہنی جانب جو رستہ جاتا ہے وہ کھاری باولی کا بازار کہلاتا ہے جہان اب غلہ کی منڈی لگتی ہے یہان ہر قسم کا غلہ بہتر سے بہتر اور سستے سے سستا دستیاب ہو سکتا ہے وہ باولی جسکے نام سے یہ بازار مشہور ہے اگرچہ اب آراستہ نہین رہی بلکہ دوکانون مین دبکر خراب ہوگئی ہے مگر اسکا پتہ نشان معلوم ہوتا ہے یہ باولی بہت قدیم ہے شاہجہان آباد کی آبادی سے بہت پہلے کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۵۲ھ ہجری عہد شیر شاہ میں اسکی بنیاد پڑی اور سلیم شاہ کے عہد مین تکمیل کو پہونچی باولی کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یا اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ایک پتھر نالی پر ہے جس پر لکھا ہوا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم

در عہد و زمان شاہ سلطان السلاطین مملکت اسلام شاہ بن شیر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بنا کرد این چاہ بتوفیق اللہ و بحرمت رسول اللہ آن عماد الملک مرف خواجہ عبد اللہ لاذر قریشی بدار الملک حضرت دہلی فی سنہ اثنی خمسین و تسع مائتہ۔

حافظ خان کا پھاٹک

کھاری باولی کے بازار کے وسط میں ایک بڑا محراب دار دروازہ ہے جو حافظ خان کا پھاٹک کہلاتا ہے اسکے اندر اکثر اہل تجارت اور سوداگر لوگ رہتے ہیں اور اس کثرت سے رہتے ہین کہ اگر سوداگرون کا مسکن کہا جاوے تو مبالغہ اور نازیبا نہوگا اسی پھاٹک مین خاتم المحدثین تاج المفسرین یادگار سلف شیخ الکل حضرت شمس العلما مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسجد و مدرسہ ہے جو اپنی خداداد شہرت مین محتاج بیان نہین مولانا موصوف اسی سنہ میں انتقال کر گئے اور اب انکے جانشین درس و تدریس میں مصروف ہین۔ اس پھاٹک کے انتہا پر ایک اور نہایت شاندار مگر شکستہ دروازہ ہے جہان سے شیر افگن خان کی بارہ دری کو رستہ جاتا ہے اسمین بھی اب اہل تجارت اور بعض غریب تیلی سکونت رکھتے ہین یہین سے سعادت اللہ خان کی نہر کو عبور کر کے ایک سڑک بائین جانب کو موریدروازہ کو جاتی ہے اور ریلوے کی جدید پل کو طے کر کے کشمیری دروازہ کو جانا ہوتا ہے۔

بتاشوں کی گلی

حافظ خان کے پھاٹک کے مقابلہ مین بتاشوں کی گلی ہے جہان اچار مربہ والوں کی بہت

مسجد سرہندی

گھنٹہ گھر

مسجد فتحپوری

سنہری مسجد متصل کوتوالی
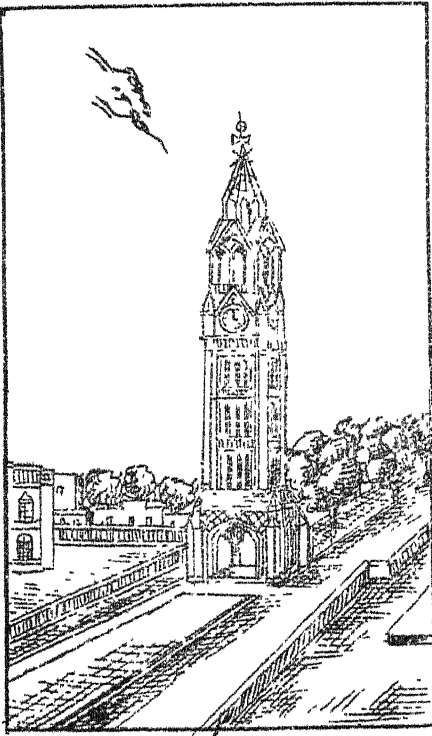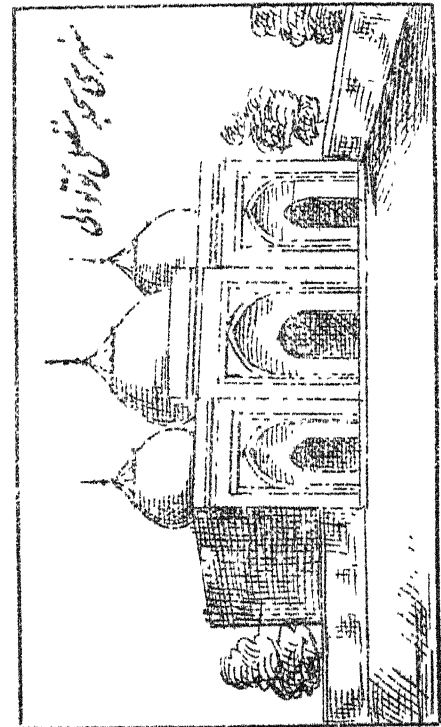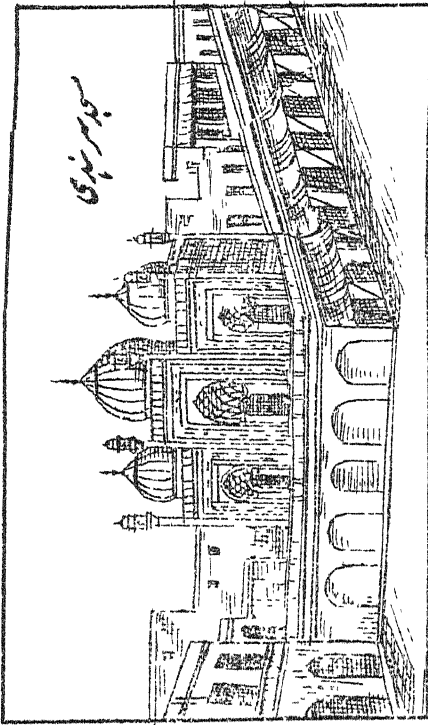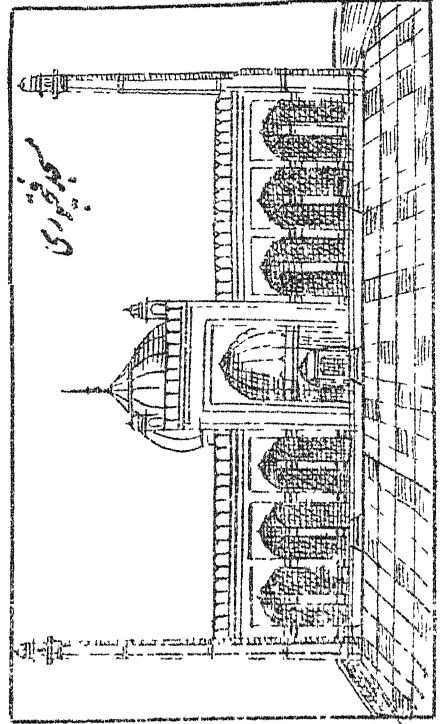
سی دکانین ہین اُنکے ہان ہر قسم کا نہایت نفیس اور عمدہ آچار و مربہ ہروقت تیار رہتا ہے
اسی گلی میں بائین جانب ایک محلہ ہے جو نواب وزیر کی گلی کے ساتہہ مشہور ہے یہان
بہی تین برج کی ایک نہایت قدیم مسجد ہے جو تعمیر کی پُرانی ساخت کو یاد دلاتی ہے مسجد
سے چند قدم آگے بڑہکر ایل ایل ڈی شمس العلما جناب مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد صاحب
کا مکان ہے جو دہلی کے ایک معزز رکن اور مشہور لکچرار ہین کہاری باولی کے انتہائی بازار
پر لاہوری دروازہ ہے اور اُسکے عقب مین ایک نہایت مستحکم اور شاندار مسجد بنی ہوئی
ہے جسے سرہندی بیگم نے زرکثیر صرف کرکے تعمیر کرایا اور اپنے نام پر اسکا نام بہی مسجد سرہندی
رکہا مسجد نہایت مرتفع اور دلکش ہے سنگ سرخ کے تین گنبد نہایت عالیشان اور خوبصورت
بنے ہوئے ہین صحن وسیع اور خوشنما ہے پہلے زمانہ مین لاہوری دروازہ کے باہر سردہ اکرام کی
سرا آباد تہی جہان کثرت سے مسافروں کی آمد و شد رہتی تہی اُسوقت پانچون وقت کی جماعت
یہان بڑی دہوم دہام سے ہوتی تہین مگر جب سے وہ سرا حکام انگریزی کے حکم سے منہدم
ہوگئی مسجد کی پہلی رونق جاتی رہی اب مغرب کے وقت کچہہ لوگ جمع ہوجاتے اور تہوڑی جماعت
کے ساتہہ نماز پڑہتے ہین سرا کے دروازہ پر جو تاریخی مصرع کندہ تہا اُس سے معلوم ہوتا تہا
کہ سرائے مذکور سنہ ۱۱۲۹ ہجری مین تعمیر ہوئی تہی چونکہ مصرعہ تاریخ نہایت لطیف ہے اسلئے
اُسکا لکہنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے ؎ "انشا کرے کن بیت الکرام"
جہان سے کہاری باولی کا بازار شروع ہوتا ہے اُسکے متصل مسجد فتحپوری ہے جو نہایت
نفیس اور وسیع ہے اسکی اصل بانی نواب فتحپوری بیگم شاہجہان بادشاہ کی چہیتی بی بی ہے
یہ مسجد طولاً بیتالیس گز اور عرضاً بائیس گز ہے سر سے پاؤن تک سنگ سرخ سے بنی ہوئی
ہے گنبد کے دونون طرف تین تین در کے دو ایوان قایم ہین اور کرسی نیز اجارہ میں تمام
منبت کاری کی ہوئی ہے فرش سنگ مرمر کا ہے اور دونو کونون پر پینتیس گز کے دو اونچے
برجی دار مینار نہایت خوشنما اور دلکش ایستادہ ہین مگر اب برجیان ٹوٹ گئی ہیں اور مینار صحیح
سالم بدستور باقی ہین مسجد کے آگے سنگ سرخ کا ایک چبوترہ ہے جسکا طول بیتالیس گز اور
عرض پینتیس گز کا ہے چبوترہ سے نیچے ایک نہایت خوشنما حوض ہے جو طولاً سولہ گز اور عرضاً

چودہ گز ہے چاندنی چوک کی نہر یہیں سے ہو کر پانی جاتا ہے صحن کے گرداگرد چھتر حجرے طالب العلموں کی سکونت کیلئے بنے ہوئے ہیں خاص مسجد کا صحن کامل سوگز مربع ہے غرضکہ نہایت پُر فضا اور نزہت بخش مسجد ہے۔

چاندنی چوک کا بازار

مسجد فتحپوری سے آگے بڑھکر مشہور چاندنی چوک کا بازار آتا ہے یہاں ہر وقت نہایت عمدہ نظارہ معلوم ہوتا ہے شہر کے امرا عمدہ عمدہ لباس پہنکر گھوڑون اور بگھیوں پر بڑی شان و شوکت سے سیر کرنے نکلتے ہین یہ بازار اسقدر وسیع و عریض ہے کہ شہر مین کوئی بازار ایسا نہین ہے بیچ میں پٹی ہوئی نہر ہے جسپر سے آدمی چلتے ہین اسکی دونون طرف نہایت فراخ سڑکین ہیں جہان ہر وقت آنے جانے والون کا ہجوم رہتا ہے اس بازار کے پہلے حصہ میں داہنی جانب سوداگروں کی دوکانین اور بائین جانب مختلف قسم کی اہل تجارت ہیں داہنی جانب کی دوکانوں کی لین مین سے ہو کر بلیماروں کا مشہور بازار گیا ہے اور اس سے آگے جفت فروشوں کی دکانین نظر آتی ہین وسط بازار مین بائین طرف ملکہ کا باغ ہے۔

ملکہ کا باغ

باغ کے اول حصہ میں ایک نہایت عالیشان عمارت ہے جسمین لائبریری عجائب خانہ میونسپل کمیٹی کا بڑا دفتر دربار ہال یعنے ٹون ہال اور مجلس کے لیے عمدہ عمدہ کمرے بنے ہوئے ہین یہ عمارت میونسپل کمیٹی کی لاگت سے بنائی گئی ہے جسپر ایک لاکھ چھتیس ہزار چارسو ستادن روپیہ خرچ ہوئے ہیں۔ اسی مقام پر جنابہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا یادگاری بُت بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس عمارت سے آگے چلکر ملکہ کا باغ ہے جہان شہر کے لوگ بڑی کثرت کے ساتھ چارون طرف سیر کرتے ہین باغ نہایت سرسبز و شاداب ہے اور قسم قسم کی پھولون کی خوشبو سے ہر وقت مہکا رہتا ہے اسکی روشین نہایت نفیس و لطیف ہین اور آمد و رفت کا رستہ انگریزی طریقہ سے بنایا گیا ہے۔ باغ میں بینڈ باجنے کے لیے بھی ایک جگہ مقرر کی گئی ہے جہاں اکثر موقعون پر فوجی لوگ باجا بجاتے ہیں علی مردانخان کی نہر کی ایک شاخ بھی باغ مین سے ہو کر گذرتی ہے اور اُس سے بہت سی شاخین کاٹ کر جا بجا لائی گئین ہیں۔

گھنٹہ گھر

باغ کے دروازہ کے متصل چاندنی چوک کے عین وسط مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت عمدہ گھنٹہ

گہر کہڑا ہوا ہے جسکے چار رخ ہین اور چارون طرف سے گہنٹے بجتے ہین یہ گہنٹہ بہی شہر کی میونسپل
کمیٹی کی پچیس ہزار پانچسو روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے اور ایکسو اٹھائیس فیٹ زمین سے
اونچا ہے اہل شہر اس گہنٹہ کی تعمیر سے میونسپل کمیٹی کے نہایت شکرگذار ہین گہنٹہ گہر کے پیچ
زاویہ مثلثہ کی صورت ہین دونو طرف بزازون کی بے شمار دوکانین ہین جہان ہر قسم کا دیسی
و ولایتی عمدہ سے عمدہ کپڑا اچہا ہے ان دکانون مین سے ہوکر ایک بڑا اور مشہور بازار نئی سڑک
کو گیا ہے جسکی انتہا پر سڑک کی دو شاخین ہو گئی ہین داہنی جانب کی سڑک قاضی کے حوض
کو گئی ہے اور بائین طرف کی سڑک دہلی کی مشہور و نامور جامع مسجد کو جاتی ہے یہین سے جامع مسجد
کا عقب معلوم ہوتا ہے۔ گہنٹہ گہر سے آگے چاندنی چوک کے بازار کے دوسرے حصہ مین بائین
جانب کو بڑے بڑے انگریزی سوداگرون اور مشہور جوہریون کی دوکانین دور تک چلی گئی ہین
اور داہنی طرف بڑے بڑے ہندوستانی تاجرون کی دوکانون کا سلسلہ ہے جہان دہلی
کی ساخت کی ہر چیز دستیاب ہوسکتی ہے بازار کا یہ حصہ بہی بہت آباد ہے اور تیسرے پہر کو
یہان عالم طلسم نظر آتا ہے۔ دہلی مین چاندنی چوک کا بازار ایسا عمدہ تیار ہوا ہے جسے ہر وقت
دیکہنے کو دل چاہتا ہے اور یہان کی سیر و تفریح سے کبہی سیر نہین ہوتا یہ نہایت بڑی
عمارت ہے جو ہندوستان کے حصہ میں انگریزی طرز پر بنائی گئی ہے اور اسمین ذرا شک نہین
کہ شہر کو جسقدر زینت و رونق اس بازار سے ہے اتنی کسی اور بازار سے نہین ہے چوک کے
جانب شمال میں بڑے دلکشا اور دلچسپ مکانات بنے ہوے ہین اور یہین ایک مشہور بیگم
کا باغ بہی تہا جو طول مین۔ نوسو ستر گز اور عرض میں دوسو چالیس گز کا تہا باغ کے اندر عجیب
عجیب بارہ دریان اور پرفضا مکانات تعمیر کیے ہوے تہے جابجا صاف اور نتہرے
ہوے پانی کی نہر جاری تہی اور ہر مقام پر خوشنما حوض اور حوض مین خوبصورت فوارے
لگے ہوے تہے یہ باغ اور عمارت شاہجہان بادشاہ کی عزیز بیٹی جہان آرا بیگم کے حکم سے بنا
تہا جسکے اب دیکہنے سے شکستہ عمارت کا نقشہ آنکہون تلے پہر جاتا ہے ؎
از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ✣ آثار پدید است صنادید عجم را ✣ باغ کی وہ صورت جو پہلے
تہی اگرچہ اب بالکل مفقود ہے جابجا لوگوں نے مکانات بنا لیے ہین اور ایک خاصی اچہی

بگڑگئی ہے لیکن تاہم باغ کا نمونہ موجود ہے نہر جاری ہے اور ایک وسیع قطعہ سرسبز و شاداب
ہے جو اگلے زمانہ کی کیفیت و رونق کو یاد دلا رہا ہے ابتدا میں یہ باغ صاحبہ آباد کے نام سے
یاد کیا جاتا تہا مگر بعد کو بیگم کے باغ سے مشہور ہو گیا باغ کی عمارتون کے جواب میں چوک کے
جنوب کی جانب بہی ایک بڑی دلکشا اور نزہت بخش عمارت بنی ہوئی تہی جسکا کچہہ نمونہ
اب بہی موجود ہے

سنہری مسجد

اس سے ذرا آگے بڑہکر داہنے ہاتہہ کو سنہری مسجد ہے جو بالکل سر بازار واقع ہے اور قطع نظر
اسکے اپنی دلچسپی اور خوش منظری مین نظیر نہیں رکہتی گو یہ عمارت چونے اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے
لیکن ایسی خوشنما اور خوش قطع ہے کہ بیان سے باہر ہے مسجد کے تین خوبصورت گنبد ہین
جنپر سنہری چادرین مڑی ہوئی ہیں تمام برجیان اور کلس سونے کے ہین اسی وجہ سے سنہری
مسجد کہلاتی ہے پہلے اس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے تہے اور عجیب اتفاقی بات ہے کہ
جس طرح اس مسجد کے برج ٹوٹ کر گر پڑے اسی طرح فیض بازار کی مسجد کے برج بہی جو بالکل
سنہری اور طلائی تھے گر پڑے تہے چونکہ ان دونون مسجدون کا بانی ایک ہی شخص تہا اسلیے
لوگون نے دونون مسجدون کے برج اس مسجد کے برج از سر نو بنا دیے اور نہایت پچیکاری
اور خوبصورتی سے بنائے۔ اس مسجد کی تعمیر نواب روشن الدولہ ظفر خان نے سنہ ۱۱۳۴ ہجری
عہد محمد شاہ بادشاہ مین کی جیسا کہ اُن اشعارون سے معلوم ہوتا ہے جو اسکی پیشانی پر
بطور کتبے کے کندہ ہین اور وہ یہ ہین ؎ بعہد بادشاہ ہفت کشور ٭ سلیمان فر محمد شاہ داور ٭
بہ نذر شاہ بہیکہ آن قطب آفاق ٭ شد این مسجد بہ زینت در جہان طاق ٭ خدا باقی ست
لیک از روے احسان ٭ بنام روشن الدولہ ظفر خان ٭ بتاریخش ز ہجرت تا شمار است
ہزار و یکصد و سی و چہار است ٭

کوتوالی

(۱۱۳۴ ہجری)

اسی مسجد کے نیچے کوتوالی چبوترہ ہے جہان مجرم لوگ گرفتار ہو کر آتے ہین شہر کی تمام
پولس لائینون کا بہی صدر مقام ہے اور مجرمون کا چالان یہین سے ہوتا ہے بیان
کیا جاتا ہے کہ یہ مقام ہمیشہ آفت خیز رہا ہے ایک زمانہ مین یہان دریا بہتا تہا اور اس مقام
پر بڑے زور شور سے بہنور پڑتا تہا ہزارون کشتیان غرق ہوتی تہین اور لکہو کہا جانین ضایع

ہوتی تہین اسکے بعد ایک اور زمانہ آیا کہ یہ مقام بالکل جنگل بیابان ہو گیا اور ایک خونخوار شیر
رہنے لگا کہ جو ذی روح اور جاندار ادہر کو آنکلتا موت کا فرشتہ اسے شیر کے منہ مین جھونک
دیتا آخر مین ۱۷۳۹ عیسوی میں دہلی کے ہزارون باشندون کا اسی مقام پر خون بہا جبکہ
نادرشاہ افغانی نے قتل عام کا حکم دیا۔ اسی مقام پر ہڈسن صاحب نے شاہزادوں کی نعشین
دبائین جنکو اُسنے ۱۸۵۷ء مین قتل کیا تہا ایک زمانہ تک اِس مقام کی ہر ایک جگہ خون آلود معلوم
ہوتی تہی لیکن اب یہان سب طرح کا امن وامان شاہی قایم ہے اسکے سامنے سیدہی سڑک
ہے بجکہ عین وسط بازار مین ایک بڑا خوبصورت اور بہت اونچا فوارہ لگا ہوا ہے جو ولایتی
مٹی سے نہایت صنعت کے ساتھ بنایا گیا ہے گرمیوں کے موسم مین جب یہ فوارہ
چلتا ہے تو ہزارہا مخلوق کا ہجوم یہان ہوتا ہے اور شہر کے باشندے اکثر اوقات گہومتے ہوئے
یہان آنکلتے ہین یہین سے ایک سیدہی سڑک باغ کے کنارے کنارے کوڑیا پل کو گئی ہے جہان سے
ایسٹ انڈین گودام اور ریلوی اسٹیشن آتا ہے۔

بیگم کی کوٹھی

کوتوالی سے چلکر بائین جانب شمرو بیگم کی کوٹھی ہے جو نہایت دلکشا اور فرحت بخش ہے اِس
کوٹھی کو کرسی دیکر بنایا ہے اور کرسی مین گودام اور شاگرد پیشہ کے کمرے تعمیر کیے گئے ہیں اسکا
ایک درجہ تو ایسا آراستہ ہے جسے دیکھکر طبیعت نہایت ہی محظوظ ہوتی ہے عمارت کی
خوبی کے علاوہ باغ کی آراستگی اور خوشنمائی قابل دید ہے اور شہر پناہ نہرون کے جابجا بہنے کا زور
شور سونے پر سہاگا یہ کوٹھی انگریزی گورنمنٹ کی ابتدائی حکومت مین تعمیر ہوئی ہے اور اسکی بانی
شمرو صاحب کی بیگم ہیں جو سردہنہ کی جاگیردار تہیں اب یہاں بنک قائم ہے۔ کوٹہی کے دروازہ
کے سامنے بازار کے رخ ایک بڑا محراب دار دروازہ بنا ہوا ہے جسے خونی دروازہ کہتے ہین

دریبہ کا بازار

یہین سے دریبہ کا مشہور بازار شروع ہوا ہے اِس بازار کی وسعت اگرچہ اور بازارون جیسی
نہین ہے لیکن آبادی اور رونق اِس کثرت سے ہے جسکا بیان نہین ہو سکتا بیشتر مہاجنون اور ہنڈی
والون کی دوکانین یہین ہین اور بہت اقسام کے سودے والے اور اہل تجارت یہان موجود ہین
جو صبح سے شام تک لاکھوں روپیہ کا بیوپار کرتے ہین اس بازار میں سرراہ ایک نہایت وسیع

سنہری مسجد

و خوشنما مسجد ہے مسجد اگرچہ چونہ اور اینٹ سے بنائی گئی ہے لیکن تینوں گنبد سنگین ہین گنبد

جو پتھر لگا ہوا ہے گو وہ سنگ مرمر ہے لیکن ایک ایسی عجیب قسم کی زردی لیے ہوے ہے کہ دیکھنے والا اُسے سنگ مرمر نہیں کہہ سکتا ان زردی مائل پتھروں پر اُسکے سنہری عکس عجیب بہار دیتے ہین خاصکر جب کہ ابر ہو اور کالی کالی گھنگھور گھٹا ئین چارون طرف چھائی ہوئی ہون مسجد کے متصل ہی ایک مدرسہ ہے جسمین طالب العلمون کی رہایش کیلئے متعدد حجرے بنے ہوے اور ابتک طالب العلم قرآن و حدیث پڑھتے ہین اس مسجد اور مدرسہ کا بانی وہی نواب شرف الدولہ ہے جنھنے کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد بنائی ہے یہ مسجد سنہری مسجد سے ایک سال بعد تعمیر ہوئی یعنے ۱۱۳۳؁ھ ہجری مین بنکر تیار ہوئی جیساکہ اُس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کی پیشانی پر سنگ مرمر کے پتھر پر کندہ ہے۔ وہو ہذا

درزمان شہ خورشید سریر ٭ ظل حق ماہ زمین شاہ زمان ٭ ناصرالدین کہ محمد شاہ است ٭ تیغ او کفر شکن در دوران ٭ شرف الدولہ بنا فرمودہ ٭ مسجد و مدرسۂ عالیشان ٭ ابن دو ست اشرف علم و عمل ٭ ہمچو سعدین فلک کرد قران ٭ سال تاریخ بنا گفت خرد ٭ قبلہ حج ارادت کیشان ٭

مسجد کی جانب شمال مین بھی ایک بڑا بازار لگا تا ہے جسے کناری بازار کہتے ہین یہان ہر قسم کا گوٹہ کناری بکتا اور قیمتی پوشاکین سجائی جاتی ہیں دریبہ بازار کے آخری حصہ میں زیورات اور کتب فروشون کی دوطرفہ دوکانین ہین اور سامنے کے رُخ ایک بہت بڑا انگریزی شفاخانہ ہے جہاں صدہا مریض علاج کیلئے رہتے ہیں۔

اردو بازار

خونی دروازہ کے متصل جو بازار ہے اسے پہلے لاہوری بازار یا اُردو بازار کہتے تھے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شروع ہوکر تحصیل تک سیدھا چلا گیا ہے اسی بازار مین داہنی جانب لب سڑک بشنیون کے دو بڑے مندر ہین جہان سے دسہرہ کے موقع پر رام لچھمن کی سواری بڑی دھوم دھام سے اُٹھتی ہے۔ سامنے قلعہ معلے کا نہایت عالیشان و شاندار لاہوری دروازہ ہے جسکی سنگ مرمر کی سفید اور کلس دار برجیان یہاں سے نمایان طور پر معلوم ہوتی ہین اس مقام سے صرف ایک چکر دار سڑک طے کرکے آدمی دروازہ مین پہنچ جاتا ہے

قلعہ کی تاریخ بنا

قلعہ معلے کے عمارات بیان کرنے سے پہلے مین نہایت مختصر طور پر اُسکی تاریخ بنا کا واضح

کرنا نہایت مناسب سمجھتا ہوں اگرچہ اس سے قبل ایک فرانسیسی مورخ کے زبان سے کچھہ
کیفیت بیان بھی کی جاچکی ہے مگر وہ اسقدر مفصل نہی جس سے ناظرین خاطر خواہ محظوظ
نہیں ہوسکتے۔

قلعہ معلے شہاب الدین محمد شاہ جہان کے عہد سلطنت مین تعمیر ہوا اور ذیحجہ سنہ ۱۰۴۸ھ شب جمعہ
مطابق نویں اردی بہشت سمت ۱۶۹۵ بکرمی کو استاد حامد و احمد معماروں نے اسکی بنیاد ڈالی
جو نازکخیالی اور ہندسہ و حساب کے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے جب اس قلعہ کی بنیاد
پڑی اور بننا شروع ہوا تو بادشاہ کی طرف سے تاکید مزید ہوئی کہ جہانتک بن پڑے اس
عمارت کو بہت جلد پورا کیا جائے چنانچہ قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے صناع سنگ تراش
اور نازکخیال معمار طلب کیے گئے اور نہایت سرگرمی اور مستعدی سے اسکے بنانے میں مصروف
ہوے ابتدا میں اہتمام تعمیر عزت خان کے سپرد تہا لیکن جب وہ ٹھٹھہ کی صوبداری پر
مامور ہوا تو الہ وردی خان صوبدار کو اس کا اہتمام سپرد ہوا دو سال ایک مہینے گیارہ دن
اسکے زیر نگرانی قلعہ تعمیر ہوتا رہا اس اثنا میں قلعہ کی دیوارین ہر چہار طرف سے بارہ بارہ
گز اونچی ہوگئی تہیں اسکے بعد یہ خدمت مکرمت خان کی تفویض کی گئی اور اسکے اہتمام
وسعی سے شاہجہاں کے بیسویں جلوس کے سال میں قلعہ بنکر طیار ہوگیا اس زمانہ میں بادشاہ
کابل میں رونق افروز تہا اور وہاں کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں کی سیر و سیاحت میں مصروف
تہا کہ مکرمت خان نے بایں مضمون عرضی لکھی کہ دولتخانہ بادشاہی بنکر طیار ہوگیا حضور قدم
رنجہ فرماکر اپنی قدوم میمنت لزوم سے اسے رشک فردوس کرین بادشاہ نے اس عرضی کے
پہونچتے ہی کوچ کا حکم دیا اور چوبیسویں ربیع الاول سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں یہاں جلوہ آرا ہوا
اس قلعہ کی وسعت قلعہ اکبرآباد سے دوگنی ہے اور باوجود اسقدر سعی و اہتمام کے آٹھہ سال
کے عرصہ میں پچاس لاکھہ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے لیکن لاگت کا یہ تخمینہ علاوہ
اُن عمارات کے بتایا جاتا ہے جو قلعہ کے اندرونی حصے میں واقع ہیں۔ جنپر پچاس لاکھہ روپیہ
کا خرچ جانچا جاتا ہے اس میں چار دروازہ دو کھڑکیاں اکیس برج قایم کیے گئے تھے جنمیں سے
سات برج مدور اور چودہ مثمن ہیں چار دیواری کا احاطہ طولاً ہزار گز اور عرضاً چہ سو درعہ ہے

بنیاد گیارہ گز نیچی ہے اور زمین سے کنگرہ تک پچیس گز کا ارتفاع ہے قلعہ کی زمین کل چہہ لاکھ گز ہے
اردو بازار جہانتک آپ پہنچ گئے ہین اسکے سامنے سے قلعہ کا بلند اور عالیشان دروازہ
نظر آتا ہے جسے لاہوری دروازہ کہتے ہین یہین سے دیوان عام مین جانے کا رستہ ہے
اورنگ زیب نے اس دروازہ کے آگے ایک بڑا گہوگس بنا دیا ہے کیونکہ پہلے یہان سے
بلکہ دیوان عام سے چاندنی چوک کا تمام بازار نظر آیا تہا اور امرائے شاہی کو فتحپوری کی مسجد
کے پاس سے اترکر پیادہ دربار مین حاضر ہونا پڑتا تہا دروازہ کے آگے ایک وسیع خندق
تہی اور وہان ایک تختہ لگا ہوا تہا مگر اکبر بادشاہ ثانی نے اسکے آگے پل بنا دیا تہا۔ لاہوری دروازہ
اور اسکے چہتہ سے ذرا آگے بڑہکر ایک اور عالیشان دروازہ ہے جسپر دلکشا دالان اور فرحت بخش

نقارخا

کمرے بنے ہوئے ہین ان کمروں مین شاہی نقارخانہ ہے اور دن رات اپنے معمول پر نوبت
بجتی ہے جسکی گونج سے سلطنت کے جان نثار وہی خواہوں کی دلیری بڑہتی اور دشمنوں کی
جانین دہلتی ہین یہ ساری عمارت سنگ سرخ کی ہے بیچ میں ایک بڑا شاندار دروازہ ہے
اور ادہر ادہر دو بڑے محراب دار حجرے ہیں اوپر جانے کو نہایت خوبصورت دونوں طرف
سیڑہیان چلی گئی ہین اوپر جاکر ایک پنج درہ دالان ہے جہان نوبت خانے کا محکمہ قایم ہے۔

دیوان ع

نقارخانہ سے آگے بڑہکر ایک بڑا چوک ہے جہان دیوان عام بنا ہوا ہے چونکہ بادشاہ اس
مکان میں دربار عام کرتے تہے اور یہاں ہر ادنے اعلے شخص کو حضوری کی اجازت تہی
اسی لئے دیوان عام کہلاتا تہا اسکی شرقی جانب نو نو در کا نوگہا دالان بنا ہوا ہے اور ہر ہر
دالان کی بغل میں ایک ایک در قائم ہے۔ دیوان کا طول شر ستہہ گز اور عرض ۲۴ گز کا ہے
ہر درجہ میں محراب دار ستون ہیں جو چہت کو تہامے ہوے ہیں اگرچہ سارا دالان اور چہت
سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے لیکن اسپر ایک ایسی قسم کی سفیدی پہیر کر سونے کا کام کر دیا گیا
ہے کہ سنگ مرمر کا عالم نظر آتا ہے باہر کے درون میں سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت
اور دلکش کٹہرہ لگا ہوا ہے جسپر ایک سنہری قبہ اور بہت سی کلسیان چڑہی ہوئی تہین
مگر اب کلسیون کا تو نام نشان بہی باقی نہیں رہا۔ البتہ کٹہرے کے کچہہ کچہہ نشانات معلوم ہوتے
ہیں۔ یہ وسیع دالان ایک چبوترے پر واقع ہے جسکا طول ایک سو چار گز اور عرض ایک سو سات

گز کا ہے چبوترے کے گرد اگر سنگ سرخ کا قد آدم کٹہرا لگا ہوا تہا جسپر سنہری کلبیان قائم تہین
مگر اب باقی نہین ہین کٹہرا بہی مسمار ہوگیا تہا لیکن خاندان مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد
بہادر شاہ ثانی نے جلوس کے پہلے سال مین از سر نو مرتب کیا کٹہرہ کے آگے بڑا وسیع
صحن ہے جسکا طول دو سو چار گز اور عرض ساٹہہ گز کا ہے - دیوان عام مین جنوبی جانب
ایک دروازہ ہے جہاں سے محلات شاہی کو رستہ جاتا ہے اور شمالی جانب بہی ایک
دروازہ ہے جہاں سے باغات کی طرف رستہ جاتا ہے دیوان عام کے وسطے دالان
مین تخت سلطانی نصب کیا گیا ہے جو عجیب و غریب صنعت کے ساتہ بنایا گیا ہے سر سے
پانو تک نرا سنگ مرمر ہے جو بنگلہ کے وضع پر چار گز مربع ہے اسپر سنگ مرمر کے
چار ستون نہایت استحکامی کے ساتہ قائم کیے گئے ہین جو سنگ مرمر کے بنگلہ کو تہامے
ہوے ہین اسکی پشت کی جانب سات گز کا لنبا اور ڈہائی گز کا چوڑا سنگ مرمر کا پیش
طاق ہے جسمین طرح طرح کا رنگین بیش قیمت پتہر لگا یا گیا ہے اور منبت کاری اور نقش و نگار
کے علاوہ ہندوستانی پہولون اور جانورون کی ایسی حیرت انگیز تصویرین کہینچی گئی ہین جنہیں
دیکہکر لوگ عش عش کرتے ہین پیش طاق کے پیچہے شاہی محلات ہین اور اسمین دروازے
لگے ہوے ہین دربار عام کے وقت بادشاہ یہین سے تشریف لاکر تخت پر جلوہ آرا ہوتے
ہین تخت کی کرسی آدمی کے سر سے بہی بہت اونچی ہے اسلیے اسکے آگے سنگ مرمر کی
ایک خوبصورت چوکی بچہی ہوئی ہے تاکہ جب کسی کو کچہہ عرض کرنا ہو تو اجازت حاصل
کرکے اسپر قدم رکہے اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر مودبانہ عرض کرے - اس سنگ مرمر
اور سنگ سرخ کے دونوں کٹہرون کے پاس افسران فوج اور امراے شہر علی قدر المراتب
سینوں پر ہاتہہ رکہکر صف بستہ ایستادہ ہوتے

دیوان عام کی پشت پر رنگ محل واقع ہے جو پچہلے دنون نہایت آراستہ اور بارونق
تہا اب بالکل برباد ہوگیا اور اسکی جگہ نہایت ناموزون مکانات بنگئے پیشتر اس محل کے صحن
مین ایک نہایت سنہرا حوض تہا پچاس گز سے اڑتالیس گز تین جسمین پانچ فوارے لگے ہوے
تہے ایک نہر تہی جہان بہت سے فوارے چہٹتے تہے اور ایک مختصر مگر نہایت آراستہ باغچہ تہا

جسکے گرد سنگ سرخ کا محجر لگا ہوا تہا اور جس پر دو ہزار سنہری کلسیان چہڑہی ہوئی تہین
غرضکہ بڑی شان و شوکت کا محل تہا جسکا اب کوئی نشان ڈہونڈنے سے نہین ملتا اسکی
اندرونی حصہ کی مختصر کیفیت یہہ ہے کہ عمارت کے رو کار مین محراب دار پانچ در بنائے گئے
تہے اور اسی طرح اندر کے رُخ بہی محراب دار تہے درون اور محرابون کے وسط مین ایک چوکہنڈی
سی واقع ہوگئی تہی محل کے اندر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت حوض تہا جس مین رنگین بیش قیمت
پتہر نصب کیے گئے تہے اگرچہ حوض ساڑہے سات گز کا مربع ہے لیکن عمق بہت ہی کم ہے
جب اسمین پانی بہر کر لہراتا ہے تو تمام بیل بوٹے جو اسپر منقش ہین ہلتے دکہائی دیتے ہیں اور
معلوم ہوتا ہے کہ ایک پر لطف باغ ہے جس مین ہزارون طرح کے رنگ برنگ کے پہول کہلے
ہوے ہین حوض کے وسط مین سنگ مرمر کا ایک کمرکی پیالا پہول کی صورت میں کہدا ہوا
رکہا تہا اسمین ایک سوراخ تہا اور ایک نہر تلے تلے یہانتک لائی گئی تہی جو اس پیالہ مین سے
اُبلتی تہی پیالہ کے لبون پر سے پانی کا گرنا اور اُس پانی کے پردون مین سے گل بوٹون کا لہراتا
ہوا دکہائی دینا ایک عالم طلسمات معلوم ہوتا تہا جو نہر موتی محل اور دیوان خاص میں سے ہوتی ہوئی
آئی ہے اس محل کے وسط مین سے گذر کر گئی ہے۔ رنگ محل کے تمام پایہ نما ستون اور محرابین
سنگ مرمر کی ہین جسمین نہایت عمدہ پچی کاری کی گئی ہے اور جابجا بیش قیمت جواہرات
جڑے ہوئے ہیں اسکے تمام در و دیوار پر سونا بسا ہوا ہے اور ہر موقع پر طلائی گل بوٹے بنے
ہوے ہین کہتے ہین اسکی چہت بالکل چاندی کی تہی فرخ سیر کے عہد مین کسی ضرورت کی وجہ سے
اُکہاڑ لی گئی اور اُسی جگہ تانبے کی چہت بنائی گئی لیکن محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین تانبے کی
چہت بہی اُکہاڑ لی گئی اور کاٹ کی چہت قایم کی گئی۔

چہوٹی بیٹہک

اُسکے آگے جنوبی حصہ میں ایک مکان تہا جو چہوٹی بیٹہک کے نام سے نامزد تہا یہ عمارت بہی
پہلے زمانہ مین نہایت نفیس و لطیف تہی لیکن مرزا جہانگیر نے اپنے جدید تصرفات سے اُسکی
وہ صورت باقی نہین رکہی اسکے بعد کہڑکیوں دار ایک اور عمارت تہی جو بعد کو جہروکے کے نام
سے مشہور ہوئی اس عمارت کی کہڑکیان دریا کی جانب واقع تہین اور یہان بادشاہ کبہی کبہی
تفریحاً رونق افروز ہوتے تہے اسکے قریب مین ایک بڑا برج ہے جسے اسد برج کہا جاتا ہے

اسد برج

اسکا قطر سو گز کا ہے اور عمارت تین طبقون کو شامل ہے پہلے طبقہ کو زمین سے بارہ گز کرسی دیکر
بنایا ہے اسکی چہت اندر سے گول اور اوپر سے مسطح ہے یہ عمارت سرتاپا سنگین ہے اجارہ تک
سنگ مرمر لگایا گیا ہے جسمین رنگین جواہر کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور اجارہ سے چہت تک
سنگ ہٹائی لگا ہوا ہے جسے سفید کرکے سنہری نقش ونگار سے آراستہ کیا گیا ہے یہ درجہ مثمن ہے
اور اسکا قطر کل آٹھ گز کا ہے اسمین چار طاق دو مثمن بنائے گئے ہین ایک طاق شمالی شرقی
ہے جسکا طول عرض چار گز کا ہے دوسرا غربی جنوبی ہے اسکا طول چار گز عرض تین گز کا ہے
مثمن درجہ کے وسط مین تین گز کے قطر کا حوض ہے جو بہت ہی خوشنما اور دلگیر ہے غربی طاق
مین ایک آبشار اور چھوٹے چھوٹے محراب دار کئی طاق ہین آبشار کے آگے سنگ مرمر کا
ایک حوض ہے ساڑھے تین گز کا لنبا اور ڈہائی گز کا چوڑا اس حوض سے شرقی طاق کے
کنارہ تک ڈیڑھ گز چوڑی نہر ہے جو نری سنگ مرمر کی بنائی گئی ہے اسی نہر مین سے ایک شاخ
نکلکر غربی طاق کے حوض مین پڑتی ہے اور وہان سے برج کی نہرین اگر اور مثمن حوض سے گذر کر
شرقی طاق کی جانب بہتی ہے قلعہ مین جہان کہین نہر بہتی ہے سب کا منبع اور خزانہ یہی نہر ہے
دوسرے طبقہ کی عمارت بہی مثمن ہے اور آٹھ گز کے قطر مین واقع ہے اسکے آٹھون ضلع
پر چوبیس ستون کا ایک سراسر دیوان قایم ہے تیسرے طبقہ کی عمارت گنبدی ہے جسے
آٹھ ستون تہامے ہوے ہین اسکا برج سنگ مرمر کا ہے جسپر سنہری کلس جڑا ہوا ہے
یہ برج ہر ناگفتہ چیلہ کے ہنگامہ مین گولہ باری کی صدمہ کی وجہ سے بالکل شکستہ ہوگیا تہا لیکن
محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد مین دوبارہ بنایا گیا اور بالکل پہلی وضع پر بنایا گیا۔ رنگ محل کی جانب
شمال مین ایک نفیس وپاکیزہ عمارت تہی جسے بڑی بیٹھک یا خوابگاہ اقدس کہا کرتے تہے　　اقدس
یہ بہی تمام سنگ مرمر کی تہی اور منبت کاری کے علاوہ سنہری بیل بوٹے ہر جگہ بنے ہوے
تہے اسکے بیچ مین شہ نشین جیسا ایک مختصر سا مکان تہا اور اسکے جنوب وشمال مین بڑے
بڑے دو دالان در تہے جو سنگ مرمر سے بنے ہوے تہے۔ شہ نشین کا طول ۵۱ گز اور
عرض ۶ گز کا تہا اسکی دونون محرابون پر سعد اللہ خان کا انشا کیا ہوا کندہ ہے اور
اجارہ کے آس پاس سونے کے پانی سے بہت سے اشعار لکھے ہوے ہین شہ نشین

دیوان عام قلعہ معلی
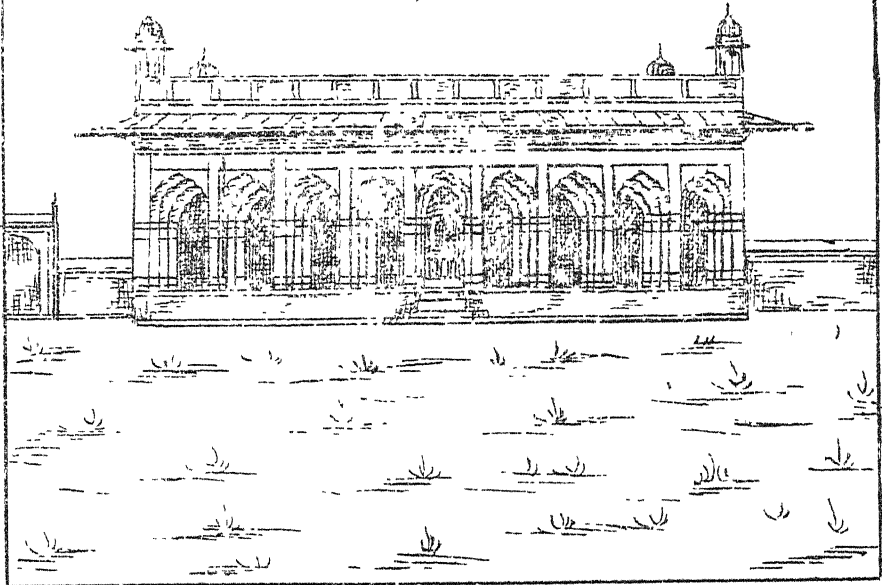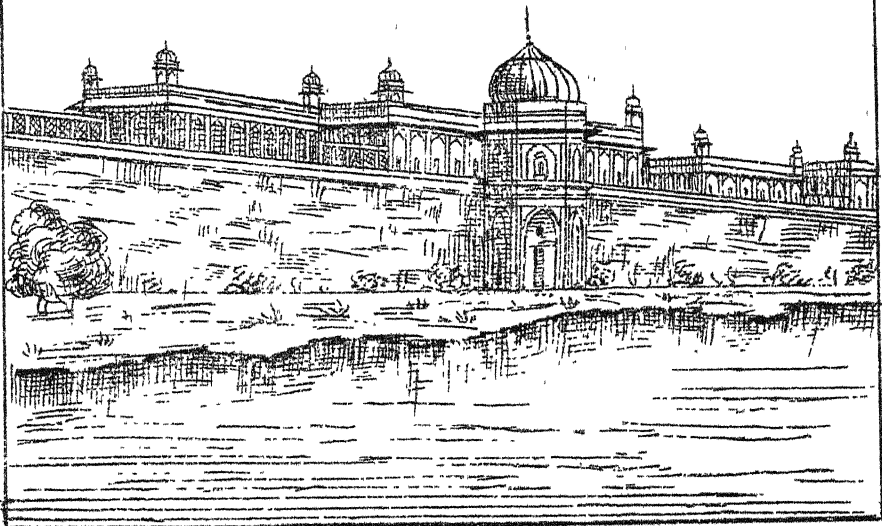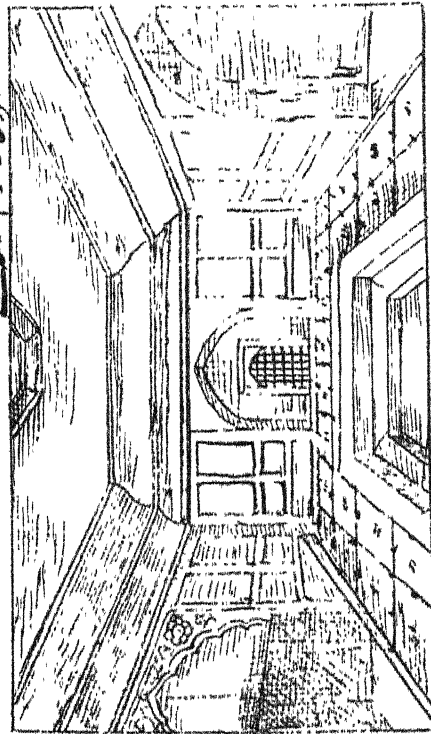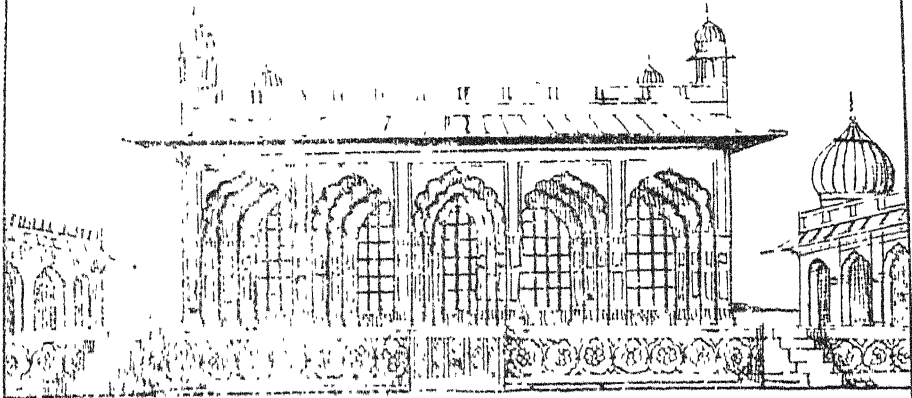
دروازہ قلعہ معلی بجانب دریا

دیوان خاص قلعہ معلیٰ

درون حمام قلعہ معلیٰ

کمرہ حمام قلعہ معلیٰ
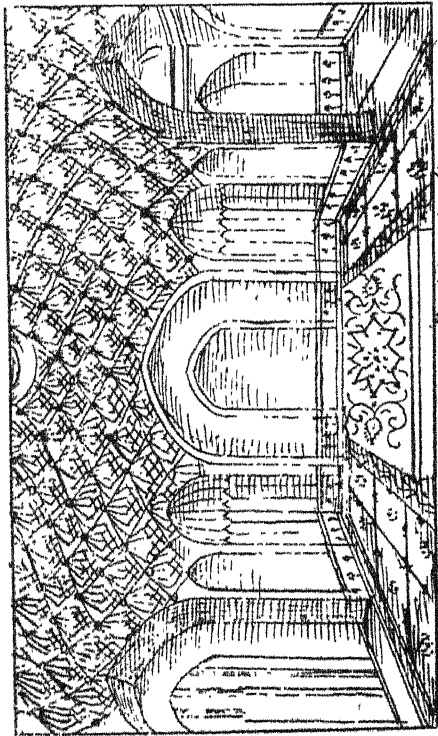
کے آگے سنگ مرمر کا پنج در دالان بہت نفیس بنا ہوا ہے جو طولاً بیس گز اور عرضاً چھ گز کا
ہے دائین بائین جانب بہت سے محراب دار دالان اور حجرے ہین ہوکے دیوان خاص کو
رستہ جاتا ہے دالان کے بیچ مین سنگ مرمر کا ایک عجیب غریب حوض ہے جسکا
پورا نقشہ اِس مختصر مین کھنچ نہین سکتا اِس عمارت کے شرقی جانب ایک اور برج ہے
جسے برج طلا یا ثمن برج بھی کہتے ہین یہ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور علاوہ
منبت کاری کے سب جگہ سونے کا نہایت نفیس کام بنا ہوا ہے اسی وجہ سے اِسے
زرین برج بھی کہتے ہین اِسکے تین ضلع خوابگاہ کی جانب واقع ہیں اور پانچ دریا کی طرف
جنمین سنگ مرمر کی جالیان لگی ہوئی ہین۔

خوابگاہ کی عمارت کے شمالی جانب ایک بہت بڑا چوک واقع ہے جسکے ضلع شرقی میں
ڈیڑھ گز کا اونچا چبوترہ ہے جو طول میں اسی گز اور عرض مین چھبیس گز کا ہے چبوترہ کے
عین وسط میں دیوان خاص کی مشہور عمارت ہے یہ عمارت چونتیس گز لمبی چھبیس گز چوڑی
ہے جو سرتاسر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے بیچ مین چار گز چوڑی نہر بہتی ہے عمارت
کی چھت بہت سے پایہ دار ستونون پر رکھی ہوئی ہے جو اٹھارہ گز کے طول اور دس
گز کے عرض میں برابر پھیلی ہوئی ہین دیوان خاص کے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک
تخت بچھا ہوا ہے جسپر تخت طاؤس رکھا جاتا ہے حضور جہان پناہ اِسی پر اجلاس فرماتے
ہیں اِس عمارت مین اجارہ تک تو عقیق و مرجان اور بہت سے بیش قیمت جواہر جڑے ہوے
ہین اور اجارہ سے چھت تک سونے کا کام کیا ہوا ہے اِسکی شرقی جانب سے دریا دکھائی
دیتا ہے مگر اُس طرف کے درون مین سنگ مرمر کی جالیان لگا کر آئینہ بندی کردی گئی
ہے غرب کی طرف ستر گز سے ساٹھ گز کا صحن ہے جسکے گرد مختلف مکانات اور متعدد
ایوان سُرخ پتھر کے بنے ہوئے ہین اِسی طرف صحن مین دروازہ ہے جہان سے دیوان عام
کو رستہ آتا ہے دروازہ کے آگے لال پردہ تنا رہتا ہے جہان سے شہر کے امرا اور دربار
کے اراکین آداب بجالاتے ہین۔

دیوان خاص کے چبوترہ کی جانب جنوب اور خوابگاہ اقدس کے عقب مین ایک بڑا شاندار

دالان بنا ہوا ہے جسے تسبیح خانہ کہتے ہین جہان پناہ کو جب کبھی خلوت منظور ہوتی تھی
یا خاص خاص امرا کا دربار ہوتا تھا تو حضور یہان بھی جلوس فرما ہوا کرتے تھے اس دالان کی
دیوار پر سنگ مرمر کی ایک نہایت خوبصورت ترازو بنی ہوئی ہے اور جلی حرفون مین میزان
عدل لکھا ہوا ہے اسی تسبیح خانہ سے خوابگاہ کا رستہ ہے جو خاص ڈیوڑھی کہلاتی ہی
دیوان خاص کیجانب جنوب مین جسقدر مکانات ہین سب تعقب حمام کہلاتے ہیں حمام اپنی طرز مین بالکل بے نظیر ہے
اور اسکے تین درجے ہیں پہلا درجہ جو جامہ کن کے نام سے مشہور ہے اسکی عمارت نہایت نفیس ہے اور کمرہ نما درجے بنے
ہوے ہین شرقی جانب جالیان لگا کر آئینہ بندی کیگئی ہے جنمین سے دریا اور جنگل کے سبزہ
کی کیفیت پوری نظر آتی ہے دوسرا درجہ سرد خانہ کے نام سے پکارا جاتا ہے یہ درجہ عجیب
وغریب صنعت سے بنایا گیا ہے شمال کی جانب سنگ مرمر کا ایک شہ نشین ہین جسمین
جواہرات پچی کیے ہوے ہین اسکے آگے سنگ مرمر کا ایک مربع درجہ ہے جسمین فرش سے
لیکر چھت تک گرانبہا جواہرات اور طرح طرح کے رنگین بیش قیمت پتھر نصب کیے گئے ہین
اسکے بیچ مین ایک مربع حوض ہے جسکے چارون کونون پر چار سنہری فوارے نصب
ہین یہ عجیب جامع الصفتین حمام ہے کہ جب چاہین سرد کرلین اور جب چاہین گرم کردین۔
حمام کا تیسرا درجہ گرم خانہ کے نام سے مشہور ہے اس کے جانب غربی مین گرم پانی کے کئی حوض نہایت
خوبصورت بنے ہوے ہین اور سنگ مرمر کے ہین آگے کی جانب ایک ربع درجہ ہے اور اسکے عین وسط مین
سنگ مرمر کا ایک بڑا خوشنما چبوترہ ہے جسپر بیٹھکر غسل کرتے ہین جانب شمال مین دوسرے درجہ کا شہ نشین ہے
جسپر ایک بڑا مستطیل حوض بنا ہوا ہے اس مین بھی یہی خوبی ہے کہ چاہین گرم پانی سے لبریز کرین یا سرد پانی سے
بھرین اس کا فرش اور چبوترہ اور حوض اور چارون طرف کی دیوارین بالکل منبت کار ہین اور رنگ برنگ کے بیش قیمت جواہر سے
آراستہ ہین۔ حمام کے جانب شمال مین ہیرا محل واقع ہے اسمین اور حمام مین ایک صحن چھوٹا ہوا ہے جہان جابہ
گنگ کی عریض نہر بڑی خوشنمائی کے ساتھ بہتی ہے اسی کو نہر بہشت کہتے ہین اور یہی دیوان خاص اور رنگ محل
مین جاتی ہے نہر کے کنارے پر سنگ مرمر کی ایک بڑی بارہ دری بنی ہوئی ہے جسکی چھت کے چارون کونون پر چار
چھوٹی چھوٹی چوکھنڈیان بنی ہوئی ہیں اور ان پر سنہری برجیان قائم ہین سارا محل سنگ مرمر کا ہے جسے خاندان
مغلیہ کے اخیر بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی نے اپنے عہد حکومت مین تعمیر کیا ہے اسکے متصل

موتی محل

ایک اور محل ہے جسے موتی محل کہتے ہین یہ محل سنگ سرخ کا ہے جسے سنگ بہتائی سے سفید کرکے رنگآمیزی اور طلاکاری کے گل بوٹون سے آراستہ کیا گیا ہے۔

موتی مسجد

حمام کے عقب مین موتی مسجد ہے جو سر سے پانون تک سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور طرح طرح کی منبت کاری اور طلاکار گل بوٹون سے آراستہ ہے حقیقت یہ ہے کہ جیسی منبت کاری اس مسجد مین ہے تمام قلعہ مین اور صرف قلعہ مین بلکہ روئے زمین کے کسی مشہور مقام مین نہین ہوگی مسجد کے تین در ہین نہایت خوشنما اور چھوٹی چھوٹے دو مینار اور تین گنبد ہین سنہری اور اسی وجہ سے بعض لوگ اسے سنہری مسجد کہتے ہین مسجد کے صحن مین ایک چھوٹا سا خوشنما حوض ہے جس مین بہادون مین سے پانی آتا اور ہر وقت اوبل کر بہتا رہتا ہے مسجد کے جانب شمال مین ایک مختصر سا حجرہ بنا ہوا ہے جس مین ایک چھوٹا سا حوض نہایت نفیس و لطیف بنا ہوا ہے اسکے گرداگرد آئینہ بندی کی ہوئی ہے۔ یہ مسجد اورنگ زیب نے اپنے تخت نشینی کے دوسرے سال مین ایک لاکھہ ساٹھہ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار کرائی جسکا تاریخی مادہ یہ ہے۔ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔

بہادون یا باغ حیات بخش

مسجد کے قریب ہی ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے جو حیات بخش کے نام سے نامزد ہے اس باغ کے جانب جنوب مین سنگ مرمر کا نہایت نفیس ایک مکان ہے جسے بہادون کہتے ہین مکان کا نقشہ یہ ہے کہ ایک وسیع چبوترہ کرسی دیکر بنایا گیا ہے اور اسپر سولہ ستون قائم کرکے ایک دلکشا ایوان تعمیر کیا گیا ہے جسکے شرق و غرب کی دونون جانبون مین آگے پیچھے دو بنگلے نہایت خوبصورت بنائے گئے ہین اس مین سنگ مرمر کا ایک بہت ہی خوبصورت حوض ہے جہان ہر وقت چادر پڑتی ہے یہ ایک عجیب و غریب عمارت ہے جس مین پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تہا کہ گویا بہادون کا مینہ برستا ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام بہادون کہا گیا لیکن اب
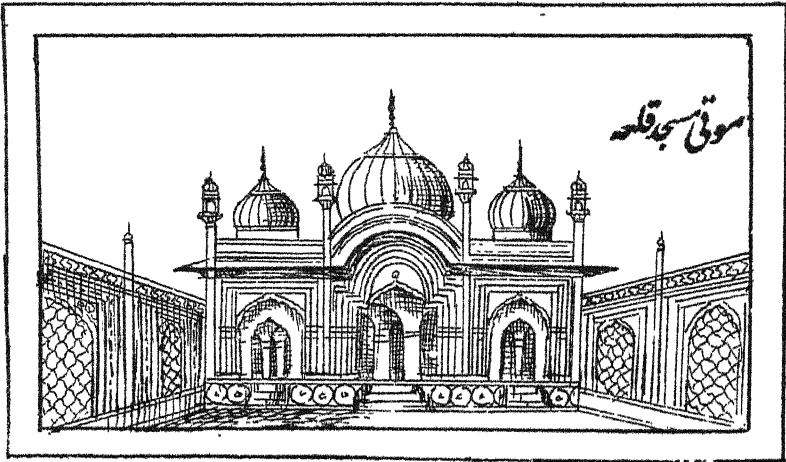
اس مین پانی کی آمد و رفت کا رستہ بالکل بند ہو گیا ہے اور اگلے زمانہ کی تمام آسائش خاک مین ملگئی ہے۔ باغ حیات بخش کے عین وسط مین ایک بڑا وسیع حوض ساٹھہ گز کا مربع تھا جس مین پانی کی آبشار اور فوارے لگے ہوئے تھے ان فوارون کے علاوہ چاندی کے ایک سو بارہ فوارے اور تھے جو حوض کے گرداگرد نصب تھے اور ہر وقت چھوٹتے رہتے تھے۔ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہین رہا اسی حوض مین سنگ سرخ کا ایک خوبصورت محل ہے جسے سراج الدین محمد بہادر شاہ نے اپنے عہد سلطنت مین تعمیر کیا ہے۔

ساون

باغ حیات بخش کے شمالی ضلع مین سنگ مرمر کی ایک بڑی نفیس عمارت ہے جس کا نام ساون ہے یہ عمارت بجنسہ بھادون ہی ہے اور ان مین کچھہ ذرا فرق نہین چونکہ اس مکان مین پانی کی آمد و رفت چادرون کا پڑنا اور شور سے پانی کا ابلنا بہنا بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ساون کا مہینہ اسلیے اس کا نام ساون کے ساتھہ مشہور ہوا۔ باغ مذکور کے جنوبی جانب

مہتاب باغ

مین مہتاب باغ تھا کسی زمانہ مین بڑا پر رونق اور لطیف ہوگا مگر اب کچھہ نہین اخیر زمانہ مین بہادر شاہ ثانی نے اس باغ کی نہر کے متصل جانب غرب مین ایک جھرنا بنایا تھا جو بالکل قطب صاحب کے جھرنے کا نمونہ تھا۔ مہتاب باغ سے آگے پبلک بادرچیخانے کے دو مکان ہین جن مین سے ایک کا نام چھوٹا خاصہ اور دوسرے کا بڑا خاصہ انکے پاس احمد شاہ کے وقت کی ایک چھوٹی مسجد بنی ہوئی تھی جو اب بالکل نیست و نابود ہو گئی۔

سلیم گڈھ

قلعہ کے متصل جانب شمال مین سلیم گڈھ ہے جس کا اصل بانی شیر شاہ کا لڑکا اسلام شاہ ہے اور جو ۹۵۳ ہجری مین بنکر تیار ہوا مگر خاندان تیموریہ کے عہد سلطنت مین اسے نور گڈھ کہتے تھے یہ عمارت قلعہ معلی اور پل کے بیچ مین واقع تھی اور اسلام شاہ کے عہد مین دریا اترکر اس مین جاتا ہوتا تھا اس کا اصلی دروازہ جانب غرب بطرف گھاٹ نگمبود واقع تھا لیکن عہد جہانگیر مین جانب شمال ایک پل تعمیر ہوا اور اس طرف بھی ایک دروازہ قائم کیا گیا شاہجہان کے وقت مین وہ پل قلعہ معلی مین ایسا ملگیا کہ گویا اس قلعہ ہی کے لیے بنایا تھا سلیم گڈھ مین کسی خاص قسم کی خوبی یا دلچسپی نہین تھی لیکن اسوجہ سے مشہور تھا اور اب تک ہے کہ مغلیہ خاندان کے عہد مین شاہی قیدخانہ رہا ہے۔

قلعہ کی یہ تمام عمارتین جن کا اس مقام پر ذکر ہوا ہے اگرچہ باستثناے چند عمارات مشہورہ سنہ ۵۷ کے غدر سے پیشتر ہی منہدم ہو گئی تھین مگر بہت سی عمارتین باقی تھین وہ غدر کے بعد منہدم کر دی گئین اور انکی جگہ فوج کے رہنے کیلیے بارکین تیار کرائی گئین بعض بعض عمارتون کے اب تک نشانات پائے جاتے ہین مگر ان سے اصلی کیفیت ہرگز معلوم نہین ہوتی اب قلعہ مین بجز دیوان عام اور دیوان خاص عقب حمام موتی مسجد وغیرہ کے اور کوئی عمارت قابل دید باقی نہین رہی۔

مثمن برج

شاہ برج

قلعہ سلیم گڈہ

اسد برج
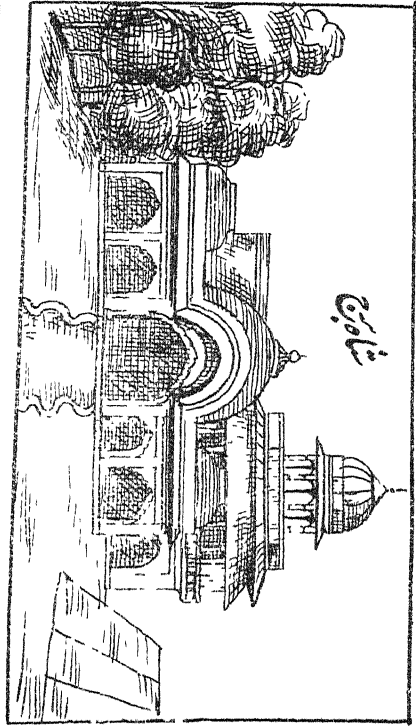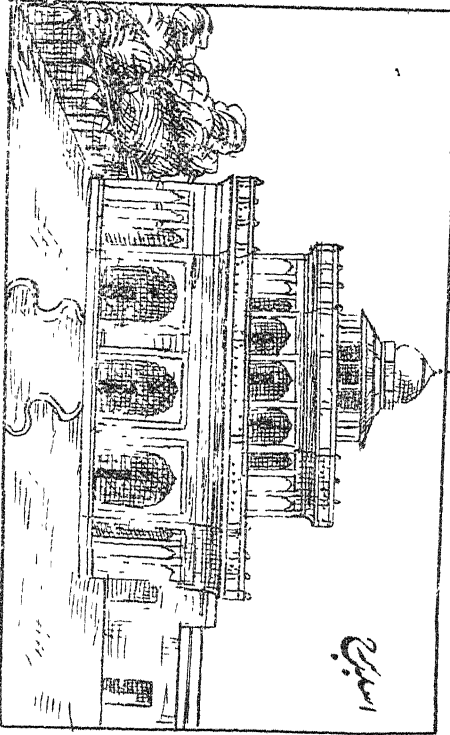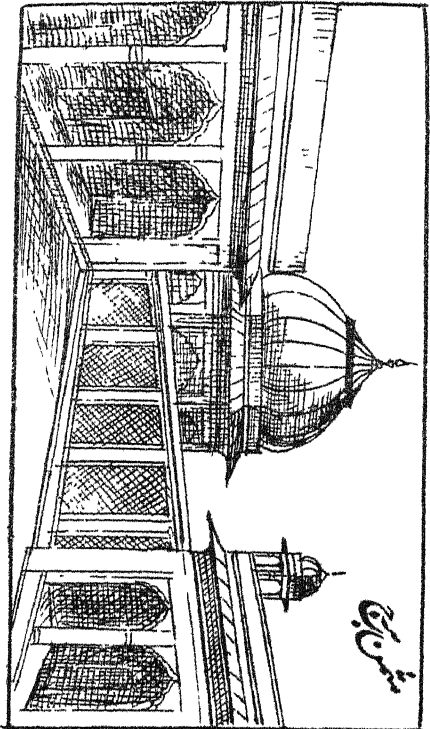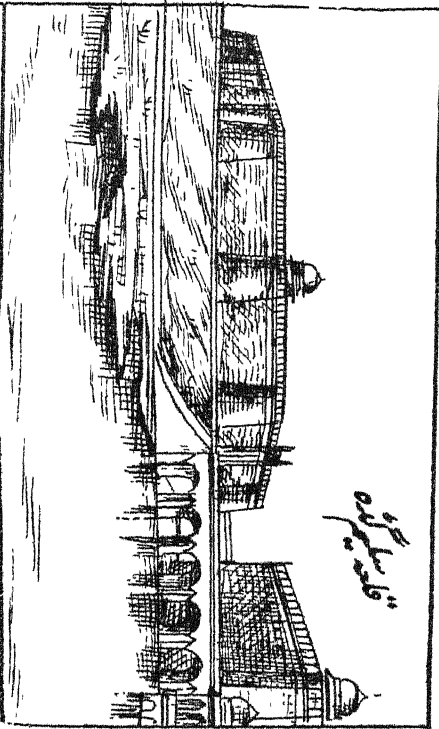
جب آپ قلعہ کی سیر سے فارغ ہون تو جنوبی جانب چلیے تہوڑی دور کے فاصلہ پر آپکو ایک بڑا شاندار دروازہ نظر پڑیگا جسے قلعہ کا دہلی دروازہ کہتے ہین کیونکہ پرانی دلی کیطرف واقع ہے عہد شاہجہان مین اس دروازے کے سامنے کوئی اوٹ نتہی اور نظر کا فاصلہ شہر کے دہلی دروازہ مین سے ہوکر دور تک جنگل مین چلا جاتا تہا اور زیب کے زمانہ مین دروازہ کے آگے ایک اوسچوک بنا اور اُسکا دروازہ دوسرے ضلع یعنی جانب غرب مین رکہا گیا جس سے بالکل اوٹ ہو گئی یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اورنگ زیب نے بعض مصلحتون کی وجہ سے اپنے والد شاہجہان کو کنج عبادت مین بٹہا دیا تہا اور مہمات سلطنت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لیلی تہی - پہلے اس دروازہ کے آگے ایک خندق تہی اور اُسپر ایک بڑا تختہ لگا ہوا تہا جس کے اُٹہا لینے سے خندق اور پانی کی وجہ سے قلعہ کا رستہ بند ہو جاتا تہا لیکن اکبر شاہ ثانی کے زمانہ مین حکام انگریزی کی طرف سے دروازہ کے آگے ایک پل بنگیا اور تختہ اُٹہا لیا گیا -

سنہری مسجد

قلعہ کے دہلی دروازہ سے نکلکر جب آپ شہر کی جانب آئیگا تو آپکو چند قدم کے فاصلہ پر تین سڑکین نمودار ہونگی دائین جانب کی سڑک جو اب ٹہنڈی سڑک کے نام سے مشہور ہے ، کچہریون سے ہوتی ہوئی سیدہی ریلوے کے پل اور ڈاکخانہ کو چلی گئی ہے سامنے کی سڑک جامع مسجد کو آتی ہے اور بائین جانب کی سڑک فیض بازار کو ہوتی ہوئی شہر کے دہلی دروازہ کو چلی گئی ہے اسی سڑک کے بائین جانب قلعہ کے نیچے سنہری مسجد ، جو سر سے پاؤن تک سنگ باسی سے بنی ہوئی ہے اسکے دو خوبصورت مینار تین شاندار گنبد ہین نازک خیال معمار نے کلس کے گنبد بناکر اُنہین تانبے کے موٹے موٹے پترون سے جڑا تہا اور ان پترون پر سونیکی چادرین مڑہی تہین اسی طرح مسجد کی تمام برجیان اور کلسیان سنہری تہین اور اندر سے تمام در و دیوار سونے اور لاجورد کے نقش و نگار سے لسے ہوئے تہے مسجد کے بائین طرف ایک کاٹ کا دالان تہا جسمین کچہہ تبرکات رکہے گئے تہے اور جنکی ہر سال زیارت کیجاتی تہی دائین طرف بڑا خوشنما حوض تہا اور اُسمین ایک بہت بڑا فوارہ لگا ہوا تہا حوض مین اُس کنوئین سے پانی آتا تہا جو مسجد کے متصل ہی واقع تہا اور اب بہی ہے ، لیکن اب یہ مسجد بالکل شکستہ اور ویران ہے ، اور بجز ایک شکستہ ہیئت کے اور کچہہ باقی نہین رہا ذیل کے اشعار مسجد کے بیچ کے در مین کندہ ہین جن سے اُسکی تاریخ بنا اور بانی کا حال معلوم ہوتا ہے اشعار

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ ؛ خلق پرور دادگر شاہان عالم را پناہ ؛ مسجد کردہ بنا نواب قدسی عز و جاہ ؛
بادا دائم فیض عام آن ملائک سجدہ گاہ ؛ سعی نواب بہادر حسب لطف و کرم ؛ ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ ؛
چاہ و حوض و صاف صحنش آبروئے زمزمہ ہست ؛ ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ ؛ سال تاریخش چہ جرم

یافت ازالہام غیب ۔ مسجد بیت المقدس مطلع نور آلہ ۔ اسی مسجد کے عقب مین ایک پختہ قبر ہی جسے مختصر سی چاردیواری احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن تاریخ سے پتہ نہین لگتا کہ صاحب قبر کون ہے ۔

اسی سڑک کی داہنی طرف خاص بازار کی انتہا پر جہان کہ اگلے زمانہ مین گلابی باغ تھا گورنمنٹ انگریزی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت حوض ہے جسے لال ڈگی کہتے ہین اسکے بانی نواب عالی جناب لارڈ الن صاحب بہادر ہین یہ حوض بہا ہزار روپیہ کی لاگت سے بنا ہے اس کا طول پانسو فیٹ اور عرض ڈیڑھ سو فیٹ ہے یہین سے بائین طرف کو ایک سڑک دریا گنج کو جاتی ہے جہان ولیسی انفنٹری رجمنٹ رہتی ہے اور بہت سے انگریزون کی کوٹھیان بھی ہین فیض بازار کے ابتدائی حصہ مین مسجد اکبرآبادی واقع ہے جو سر سے پاؤن تک سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے اسکے گرداگرد طالبعلمون کی رہائش کے لئے مکانات اور حجرے تعمیر کئے گئے ہین قطع عربی سے ملحق کرسی دیکر مسجد بنائی گئی ہے اور عجب شان و شوکت سے بنائی گئی ہے تین گنبد سات در دو مینار ہین شمالی مینار بجلی کے صدمہ سے ٹوٹ گیا ہے جو ابتک ٹوٹا پڑا ہے خاص مسجد کا طول تریسٹھ گز کا ہے اور عرض سترہ گز کا بیس طاق سنگ مرمر کا ہے جس مین نہایت عمدہ منبت کاری کی گئی ہے مسجد کے آگے تریسٹھ گز کا لنبا ستاون گز کا چوڑا اور ساڑھے تین گز کا بلند چبوترہ ہے جسپر سنگ سرخ کا کٹہرا لگا ہوا ہے صحن مین بارہ گز کا مربع حوض ہے جس مین فیض بازار کی نہر کا پانی آتا تھا لیکن جب سے نہر خراب ہوگئی اس حوض مین بھی پانی نہین آتا اس عالیشان مسجد کو شاہجہان کی عفت مآب بی بی اعزالنسا بیگم نے ۱۰۶۰ہجری مین تعمیر کرایا چونکہ اعزالنسا بیگم کا خطاب اکبرآبادی محل تھا اس لئے اُس نے اپنے خطاب پر اسکا نام مسجد اکبرآبادی رکھا مسجد کے دروازہ پر بخط نسخ ایک کتبہ بھی لکھا ہوا ہے چونکہ وہ بڑا لنبا چوڑا ہے اسلئے ہم یہان نقل کرنا مناسب نہین سمجھتے ۔

اسی بازار مین قاضی واڑے کے متصل ایک اور عالیشان مسجد ہے جسے روشن الدولہ نے محمد شاہ کے عہد مین تعمیر کرایا ہے اگلے زمانہ مین اس مسجد مین تمام جگہ سونے کا کام کیا ہوا تھا اور سنہرے برج بڑے تکلف سے بنائے گئے تھے یہی وجہ ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ اسے سنہری مسجد کہتے تھے لیکن اب وہ کام بالکل خراب ہو گیا اور برج شکستہ ہوکر ٹوٹ گئے بازوؤن کے مینار بھی ٹوٹ گئے ہین جنکے اب کچھ کچھ نشانات معلوم ہوتے ہین اس مسجد کے ٹوٹے ہوئے برج شہر کی کوتوالی چبوترہ کی سنہری مسجد مین صرف ہوئے اس مسجد کی تاریخ بنا اُن اشعار سے واضح ہوتی ہے جو اسکی پیشانی پر کندہ ہین اور وہ یہ ہین ۔ شکر حق کر مین فیض سید عرفان پناہ ۔ شاہ بھیکو ان مرشد کامل ولایت دستگاہ ۔ در زمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر ۔ معدلت گستر محمد شاہ غازی بادشاہ ۔ روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم ۔ کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ ۔ مسجد کاندر فضا صحن قدر آسمان

مسجد اکبرآبادی

سنہری مسجد

گردد از نور شعاع مہر روز و شب نگاہ ٭ حوض صاف او نشان از چشمہ کوثر دہد ٭ ہر کہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ ٭

سال تاریخش رسائی یافت از الہام غیب ٭ مسجد چون بیت اقصیٰ مہبط نور الہ ٭

اس مسجد سے ذرا آگے بڑھکر پھول کی منڈی ہے یہان پہلے زمانہ مین گلفروشون کی بہت سی دوکانین تہین جنسے رستہ چلنے والون کا دماغ معطر ہوتا تہا اگرچہ وہ دوکانین نہین ہین لیکن نام پلا جاتا ہے اسکے آگے شہر کا دہلی دروازہ ہے جہان بہادر شاہ کے بیٹون اور دیگر شہزادون کی لاشین لاکر رکہی گئی تہین جنہین ہاڈسن صاحب نے بندوق سے مارا تہا یہ ہیبتناک واقعہ شہر ۱۸۵۷ء کے غدر کے متعلق ہے فیض بازار کی ابتدا سے جو سڑک دریا گنج کو گئی ہے یہان سے ذرا آگے چلکر زینت المساجد کی شاندار برج اور اونچے اونچے مینار نظر آتے ہین یہ مسجد بہی شاہجہان آباد کی بہی مشہور اور نامور مسجد ہے اسکے بلند اور اونچے مینار دور دور سے دکہائی دیتے ہین اور مسجد کو سونے سے نظر پڑتی ہے دریا کے کنارہ واقع ہے اور منبت کاری کی صنعت مین لاجواب و بیمثل ہے اسکی تمام عمارت سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے اور تینون برج سنگ مرمر کے ہین جن مین سیاہ پتہر کی دہاریان عجب بہار دیتی ہین برجون پر نہایت خوشنما سنہری کلس چڑہے ہوے ہین جو سورج کی شعاعون سے جگمگا اُٹہتے ہین مسجد کے نہایت خوشنما سات در ہین اور بیچ کا در بہت بڑا ہے مسجد کے صحن مین ایک نہایت خوبصورت حوض ہے جو اُس کنوئین کے پانی سے لبریز رہتا تہا جو اسی مسجد کے متصل واقع تہا اسکی بانی اورنگزیب کی دختر زیب النسا بیگم ہے جسکا مدفن بہی اسی مسجد کے صحن مین شمال کیطرف موجود ہے چنانچہ اسکی قبر کے پاس ایک چہوٹا سا برج بنا ہوا ہے اور اُسکے نیچے دو حجرہ ہین ایک سنگ باسی کا اور ایک سنگ مرمر کا اسکا فرش اور تعویذ بہی سنگ مرمر ہی کا ہے قبر کے سرہانے یہ آیت کندہ ہے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ الخ اور اُسکے بعد یہ کتبہ کندہ ہے۔ مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است ٭ سایہ از ابر رحمت قبر پوش ما بس است ٭ امید وار حسن خاتمہ فاطمہ زیب النسا بیگم بنت شاہ محی الدین محمد عالمگیر غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۱۲ ہجری مسجد کی تعمیر تو عالمگیر کے عہد مین ہوئی تہی مگر یہ حجرہ اُسکے بعد بنے تہے

قلعہ کے باہر کی تیسری سڑک جو جامع مسجد کو جاتی ہے اس سے تہوڑی دور آگے داہنی جانب کو شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کا مزار ہے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ اعظم مشائخ اکابر اولیاء ہند کی فہرست مین ایک بڑے پایہ کے ولی اللہ ہین آپ خاندان چشتیہ سے تعلق رکہتے ہین اور حضرت خواجہ یحییٰ مدنی کے مرید ہین شیخ یحییٰ مدنی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے ایک نامور ۔۔۔ ہین انکا سلسلہ دس واسطون سے حضرت محبوب رب العالمین سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ تک پہنچتا ہے حضرت شیخ کی ولادت ہندوستان ہی مین ہوئی عمر کے ابتدائی ۔۔۔ طے کر کے جب آپ سن رشد

پھول کی منڈی

زینت المساجد

در پر بصورت طغرے یا یادی لکھا ہوا ہے اور باقی دروں پر بخط عربی جلی نسلے کتبے
تحریر ہین جنمین شاہجہان کا نام نامی تعمیر کی تاریخ زر مصارف کندہ ہے دروان کے دونو
طرف دو عالیشان مینار ہین جو ایکسو تین فیٹ اونچے ہین ان مین سنگ سرخ کے زینے
بنے ہوئے ہین جنکے ذریعے اوپر جاسکتے ہین مینار سنگ سرخ کے ہین اور ہر طرف تہوڑے
فاصلہ پر سنگ مرمر کی طویل دہاریان سیدہی چلی گئی ہین ہر مینار پر ایک دوسرے
مساوی فاصلہ پر تین باہر نکلے ہوئے چھجے ہین جہان آدمی اچہی طرح گہوم سکتا ہے
سب سے اوپر بارہ در کی برجیان سنگ مرمر سے نہایت دلکشا اور دلربا بنی ہوئی ہین
اوپر سے شہر کا عجب نظارہ معلوم ہوتا ہے تمام شہر مثل کٹورہ کے دکہائی دیتا ہے درختون
کی رونق اور دور دور کے مکانات اس جگہ سے نظر آتے ہین قطب صاحب کی لاٹ آسمان
کو چہیدتی ہوئی اسجگہہ سے معلوم ہوتی ہے فتح گڈہ کا برج انگریزون کی فتح کو یاد دلاتا
ہے مقبرہ ہمایون یہان سے صاف نظر آتا ہے شمالی مینار بجلی کے صدمہ سے گر پڑا
تہا جس سے اس عالیشان عمارت کو ایک طرح کا زخم پہونچا تہا اور صحن کا فرش بہی بہا جا
سے بگڑ گیا تہا حکام گورنمنٹ نے محمد اکبر بادشاہ کے عہد مین مینار کو بنوایا اور فرش بہی درست
کرا دیا اب عرصہ دس گیارہ سال کا ہوا کہ بجلی اور زلزلے کے صدمہ سے جنوبی مینار کی
برجی شق ہو کر گر پڑی تہی جسے نواب بہاولپور نے اپنی لاگت سے درست کرایا چونکہ اس
مسجد مین نمازیون کی کثرت سو روپے سے زیادہ ہوتی اور امام کی تکبیر کی آواز سب نمازیون
تک نہین پہونچ سکتی تہی اسلیے محمد اکبر بادشاہ ثانی کے فرزند رشید شہزادہ مغفور مرزا
سلیم نے بڑے در کے بیچ مین سنگ باسی کا ایک خوبصورت مکبر تعمیر کرایا جسپر ایک یا دو آدمی
کہڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہین مسجد کا ممبر سنگ مرمر کا ہے اور ایسا خوش قطع بنا ہوا
ہے جسکا بیان نہین ہو سکتا پہلے مسجد مین شمال کیطرف والان غربی مین درگاہ شریف تہی
لوگون کا بیان ہے کہ یہان جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف رکہے ہوے
ہین اورنگ زیب کی عہد سلطنت مین الماس علیخان خواجہ سرا نے اسکے آگے سنگ سرخ کا
ایک محجر بنوا دیا تہا جسپر یہ تاریخی اشعار کندہ تہے ؎

پیش آثار مبارک سرور آخر زمان	در زمان شاہ عالمگیر خاقان جہان
تا سیادت ساخت ایوار حجر از سنگ سرخ	بندۂ با اعتقاد از صدق دل الماس خان
سال تاریخ بناؔ چون جستم از عقل و ہوش	گفت ہاتف بہر خود واکرد ابواب جنان

مگر کچھہ عرصہ کے بعد ایک تیز آندہی کی وجہ سے یہ حجرہ گر پڑا تہا جسے ابو الظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نے از سر نو مرتب کیا لیکن اب وہ بہی نہین ہے اور صرف ایک شرقی دالان مین آثار شریف رکہے ہوے ہین۔

مسجد کا صحن نہایت وسیع اور دلکشا ایکسو چھتیس گز کا مربع ہے اور بعض پیمایش کرنیوالون نے ایکسو اٹہارہ گز کا طول اور سو گز کا عرض بتایا ہے اسکے عین وسط مین سنگ مرمر کا ایک خوشنما حوض ہے جو پندرہ گز طولا اور بارہ گز عرضًا ہے اسکے بیچ مین ایک فوارہ لگا ہوا ہے جو اکثر جمعہ اور الوداع اور عید کو چھوٹا کرتا ہے حوض کے غربی گوشہ پر سنگ مرمر کا ایک چہوٹا سا کٹہرہ محمد حسین خان محلی کا تعمیر کرایا ہوا ہے جسپر ذیل کے اشعار کندہ ہین۔

کوثر محمد رسول اللہ ۱۲۸۱ھ۔

رسول دیدہ اند اینجا دلی و اہل اللہ	بجاست گر شود این سنگ ہم زیارتگاہ
بنائے سال بتحسین و آفرین ہاتف	بگفت حافظ جائے نشست رسول اللہ

بانی جاے ادب داعی محمد حسین محلی بادشاہی

مسجد کے صحن کے چارون طرف خوشنما دالان اور دلکش حجرے بنے ہوے ہین اور چارون کونون پر بارہ دری کے چار برج بڑے دلچسپ بنے ہوئے ہین جنوبی اور مشرقی دالان کے سامنے دائرہ ہندی قایم کیا گیا ہے جو نمازون کا ٹہیک وقت بتاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ عمارت بہی شاہجہان آباد مین عجیب وغریب عمارت ہے جسکی نظیر سے نہ صرف شاہجہان آباد بلکہ ہندوستان کے تمام ممالک خالی ہیں اس مسجد کا تاریخی مادہ یہ ہے

مسجد شاہجہان قبلہ حاجات آمدہ

ڈاکٹر برنیر صاحب اور ہرسن فورٹ صاحب اور فرگسن صاحب نے اپنے سفرنامون مین اسکی بہت کچھہ تعریف لکھی ہے اور اسکی خوشنما اور دلکش عمارت کو دنیا کے عجائبات مین

ذکر کیا ہے جو تذکرہ میں اپنی کتاب کے زیادہ ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو اس مقام پر اُن کا حال مشرح
نقل کرتے ناظرین کو اس سے بھی حظ اٹھانا چاہئے

جامع مسجد کے مشرقی دروازہ کی طرف [illegible] اسی دروازہ کو بھی کہتے ہین اور یہ دروازہ دونون
سے ملتا اور بازار نہایت خوبصورت ہے [illegible] مسجد اسعد خان کا چوک واقع ہے یہ تختہ تھا
پہلے زمانہ مین نہایت آباد و پُر رونق تھا مگر اب بالکل ویران اور [illegible] دروازہ
کے نیچے تھوڑے سے فاصلہ پر بزرگان دین کے چار مشہور مزارات ہین جو [illegible]
خلائق اور مقام زیارتگاہ ہین شمالی دروازہ کے نیچے پائے والون کا بازار ہے [illegible]
شفاخانہ کی [illegible] عمارت بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے قدیم زمانہ مین یہین ایک
شاہجہانی دارالشفا تھا جہان بڑے بڑے حاذق و ماہر حکیم بیٹھتے تھے اور غریب بیمارون
کیلئے ہر وقت دواخانہ کھلا رہتا تھا اسی کے متصل رہٹ کا کنوان ہے - یہ کنوان بھی بڑا
نامی اور مشہور شاہجہانی کنوان ہے جو پہاڑ کو کاٹ کر کھودا گیا ہے اسپر رہٹ لگا ہوا ہے
اور اسی وجہ سے اسے رہٹ کا کنوان کہتے ہین جامع مسجد کے حوض مین یہین سے پانی آتا
ہے یہان پانی [illegible] سے [illegible] ہین جن سے حوض کا فوارہ چھوٹتا
ہے اسی طرف مین ایک محلہ دھرم پورے کے نام سے مشہور ہے جہان سراوگیون کا بڑا مندر
ہے باہر سے یہ مندر چونے اور اینٹ کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے سمت ۱۸۵۷ مین اسکی بنیاد پڑی
اور سات برس کے عرصہ مین بنکر تیار ہوا تھی جیساکہ سدی پنچ سمت ۱۸۶۴ مین سراوگیون نے اپنے
مذہب کے مطابق اِس مندر مین پوجا کی پانچ لاکھ روپیہ اسکی تعمیر مین صرف ہوا کہتے ہین کہ لالہ
ہر سکھ رائے اور لالہ موہن لعل مہاجنون نے اپنے ذاتی روپیہ سے اِس مندر کو تعمیر کرایا تھا
اسی مندر کے متصل سیٹھ کی گلی مین ایک اور چھوٹا مندر ہے جسے شہر کے تمام سراوگیون نے
چندہ کے روپے سے بنایا اسکی تعمیر چودہ [illegible] مین شروع ہوئی سمت [illegible] مین سراوگیون کے مذہب کے موافق
اِس مندر مین مہاراج براجمان ہوئے ہین اِن دونون مندرون کے کلس سنہری ہین اور
اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہین - پائے والون کے بازار کی انتہا پر ایک تراہہ ہے جہان
سے خانم کے بازار اور دریبہ کو رستہ جاتا ہے جامع مسجد کی پشت پر ایک بڑا وسیع بازار ہے

ں بازار
ئے
خانہ
کا کنواں
ں کا مندر
کا مندر

جو چاوڑی بازار کے ساتھ مشہور ہے یہ بڑا دلچسپ اور عام سیرگاہ اور تفریح کا بازار ہے
جہان سب طرح کے سودے سُلف اور ہر قسم کے دوکاندار بیٹھے ہین دال چاول والون اور
کاغذی اور پیروان کی بہت سی دوکانین ہین۔ چاوڑی سے کچھ آگے شاہ بولا کا بڑ ہے

چاوڑی بازار

شاہ بولا ایک فقیر تھا جسکا مسکن یہ مقام تھا اسی جگہ اسکی قبر بھی تھی اگرچہ اب یہان
بڑ کا درخت نہین ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے یہان سے تھوڑی دور آگے چلکر قاضی کا
حوض ہے یہ حوض اگرچہ اب آراستہ نہین ہے مگر تاہم ٹوٹا پھوٹا نشان باقی ہے یہ مقام
پر چوراہہ پڑتا ہے یعنے چار طرف کو چار بڑی بڑی سڑکین جاتی ہین ایک تو یہی سڑک جسپر
تم چل رہے ہو دوسرے تمہارے منہ کے سامنے کی سڑک جو سیدھی اجمیری دروازہ کو جاتی
ہے اجمیری دروازہ کے سامنے ایک نہایت سنگین اور خوبصورت عمارت تمہین نظر آئیگی
یہ اصل مین نواب غازی الدینخان کا مدرسہ ہے جو سنگ سرخ سے تعمیر کیا گیا ہے اسکے بڑے
اور نہایت خوبصورت تین دروازے ہین جن کے دیکھتے ہی عمارت کی خوبصورتی
دلنشین ہو جاتی ہے اندر کی جانب ایک بڑا وسیع صحن ہے اور اُسکے جنوب و شمال مین
متعدد حجرے طلبہ کی رہایش کیلئے بنائے گئے ہین جنکی چھت پر بہت سے حجرے بنے ہوئے
ہین۔ جانب غرب مین سنگ سرخ کی ایک نہایت خوشنما اور وسیع مسجد ہے جسکے فرش
مین سنگ سرخ کے بڑے بڑے چوکے بچھے ہوئے ہین مسجد کے دونون پہلوون مین کچھ
صحن چھوڑکر سنگ سرخ کے دو بہت بڑے دالان ہین جنوبی دالان کے پاس مسجد کے متصل
ہی سنگ باسی کا جالیدار ایک حجرہ ہے اور اس حجرہ مین سنگ مرمر کا جالیدار ایک اور حجرہ ہے
جہان تین قبرین بنی ہوئی ہین جنکے تعویذ سنگ مرمر کے ہین اس حجرہ کے سامنے دو درجے کا ایک
دالان بڑا خوش وضع بنا ہوا ہے وسط صحن مین ایک وسیع و عمیق حوض تھا مگر اب پٹ کر زمین
کے برابر ہو گیا ہے اس مدرسہ کا بانی غازی الدینخان ایک بڑا نامور اور رکن سلطنت ہے جسنے
احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد مین اسکی تعمیر کرائی انگریزی حکام نے چاہا تھا کہ اسے
منہدم کرا دین مگر اسکی استحکامی اور خوبصورتی کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز رہے اور ایک
خندق اسکے گرد کھودکر اسے شہر مین لیلیا اور ساتھ ہی چند فارسی عربی شاستری کے مدرس

شاہ بولا کا بڑہ

حوض قاضی

اجمیری دروازہ

مقرر کر کے یہان تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا ایک مدت کے بعد یہ مدرسہ دوسری جگہ منتقل ہو گیا اور یہ مکان دار الشفا کے مرضی قرار دیا گیا اِسکے بعد ایک عرصہ تک فوجی لوگون کا سکونت گاہ رہا مگر اب بدستور سابق تعلیم گاہ ہے اور دلی کا عربی سکول قائم ہے۔

جامع مسجد سے آنے والون کے داہنی جانب جو دوسری سڑک پاتی ہے یہ لال کنوین کو ہوتی ہوئی کہاری باؤلی کے بازار تک پہونچتی ہے یہ سڑک بھی بہت بڑی اور وسیع ہے جسمین بدل بیگ خان دینا بیگ خان اور حافظ عبد الرحمن کی قدیم حویلیان اور چھوٹی چھوٹی بہت سی مسجدین واقع ہین دائین جانب کو قاسم جان کی گلی ہے جہان سے بلیمارون کے مشہور بازار مین پہونچ سکتے ہین اِس سے ذرا آگے بڑھکر رودگرون کا محلہ اور لال کنوین کا بازار پڑتا ہے یہ کنواں ابتک موجود ہے اور چونکہ نرے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اِسلیے اسے لال کنوان کہتے ہین یہان سے تہوڑی دور کے فاصلہ پر زینت محل کا مشہور کمرہ اور بڑیون کے کٹرہ کا بازار ہے۔

ستیارام کا بازار

قاضی کے حوض کی تیسری سڑک جو جامع مسجد سے آنیوالون کو بائین جانب واقع ہے بازار سیتارام کو جاتی ہے اس بازار کی انتہا پر بلبلی خانہ کا محلہ واقع ہے جہاں مولوی رشید الدین خان اور منشی شیر علیخان کے مکانات ہین ان مکانون مین ایک سنگین احاطہ کہنچا ہوا ہے جسمین دو قدیم قبرین موجود ہین ایک سلطانہ رضیہ بیگم دوسری شجیعہ بیگم کی سلطانہ رضیہ بیگم سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی ہے جو قطب صاحب کی لاٹ اور مسجد قوت الاسلام اور حوض شمسی کا بانی کہا جاتا ہے سلطان شمس الدین التمش کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا لیکن چند روز کے بعد امرائے شہر نے اُسے گرفتار کر کے سلطانہ رضیہ کو دیدیا اور سنہ ۶۳۴ھ مین سلطان رضیہ خود تخت پر بیٹھی مگر سنہ ۶۳۷ھ مین سلطان معز الدین نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور سلطانہ رضیہ ایک کسان کے ہاتھ سے مقتول ہو کر یہان مدفون ہوئی۔

کلان مسجد

جہان سیتارام کے بازار کی سڑک ختم ہوتی ہے وہان سے دائین جانب ایک اور سڑک چلتی ہے اس سڑک پر تہوڑی دور چلکر کالی مسجد دائین ہاتھ کو پڑتی ہے۔ کالی مسجد

درگاہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی

لاہوری دروازہ قلعہ معلیٰ
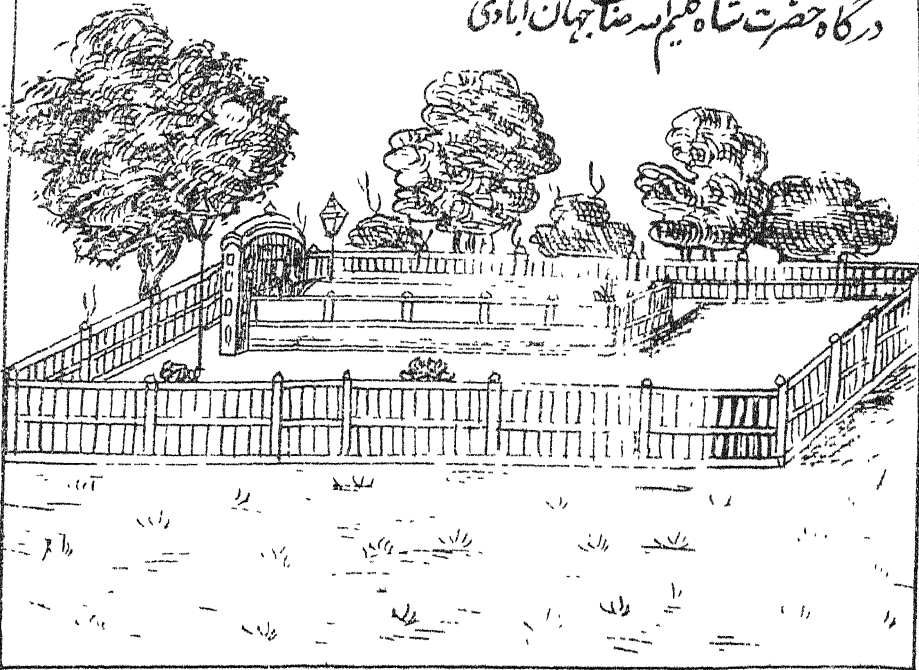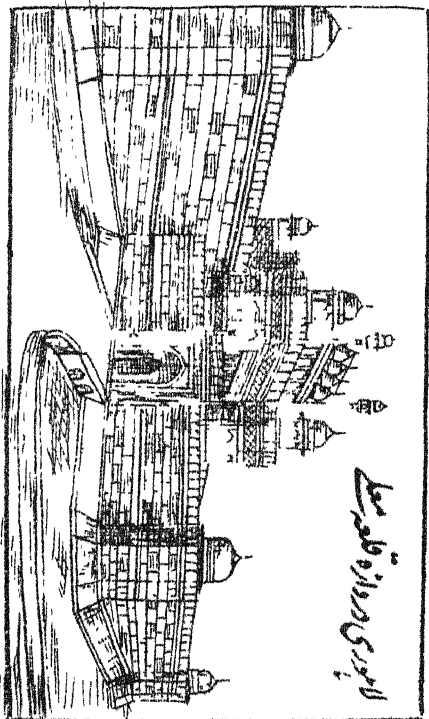
دہلی دروازہ قلعہ معلیٰ
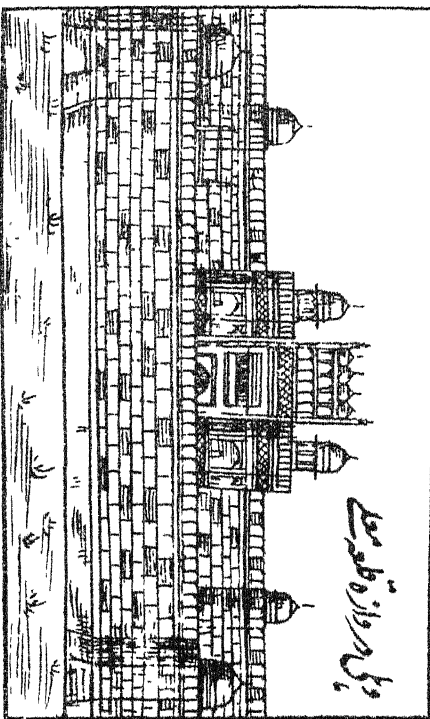
جسکا صحیح نام کلان مسجد ہے اسے جونا شاہ المخاطب بہ خان جہان ابن خان جہان وزیر نے
فیروز شاہ کے عہد ۷۸۹ھ میں تعمیر کرایا ہے جیسا کہ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مسجد کے
دروازہ کی پیشانی پر کندہ ہے یہ مسجد بہت بلند کرسی دیکر بنائی گئی ہے سیڑھیاں چڑھ کر
جو بالکل سنگ خارا کی ہیں اوپر پہنچنا پڑتا ہے مسجد کے نقشہ دیکھنے سے ابتدائی زمانہ
کے پٹھانوں کے عمارت کی قطع بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے مسجد ڈھکی ہے اور پانچ پانچ
در ہر جگہ بنائے گئے ہیں اندر کئی قبریں ہیں جنمیں ایک قبر خود اسکے بانی کی ہے اور
دوسرے اسکے باپ کی ہے سر سید احمد خان مسجد کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ شہر کے جنوب میں
ترکمان دروازہ کے قریب کالی مسجد ہے کہتے ہیں کہ یہ مسجد شہر فیروزآباد میں تھی یہ مسجد
پٹھان خاندان کے دوسرے بادشاہ کے عہد سے ۱۳۱۶ عیسوی میں بن چکی تھی لیکن اسکی
دیوار پر جو کتبہ کندہ ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے مسجد بالکل سیدھی سادھی ہے اور جیسے ہندو بھی اسی
قسم کی عمارتیں بنا کرتے تھے غالباً اہل ہنود نے مسلمانوں کو تعمیر کا کام سکھایا اور انہوں نے چند روز کے بعد اس قطع کو چھوڑ
کر نئی قطع اختیار کر لی اور اہل ہنود کی عمارات میں بہت کچھ رد و بدل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹھانوں
کی اوائل زمانہ کی عمارات ذرا بھدی دیکھی جاتی ہیں مگر خاندان مغلیہ کے بادشاہوں کے وقت
میں فن تعمیر کو کمال عروج حاصل ہوا۔ کنگھم صاحب اس تعجب خیز عمارت پر ریمارک کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ مسجد میں صرف ایک دالان ۸۱ فیٹ کا لمبا اور ۴۴ فیٹ چوڑا ہے وسط میں چار
ستون ایستادہ ہیں جن پر گول گول محرابیں قائم ہیں اگلی طرف دوہرے ستون کھڑے ہیں جو کل
رقبہ کو ۸ اگز مربع میں منقسم کرتے ہیں ہر ایک ستون پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اور
درمیانی گنبد اوروں کی بہ نسبت اونچا ہے دیوار نہایت سنگین ہے اور اسمیں سنگ سرخ
کی تین جالیاں لگی ہوئی ہیں آگے کی طرف چوگوشہ صحن چھوٹا سا ہے اور صحن کے گرد بہت
سی سنگین دیواریں بنی ہوئی ہیں اندر کی دیواروں کے بالائی حصوں میں بہت سی چھریاں
پڑی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ان پر بیل بوٹے ہونگے۔

کالی مسجد سے اتر کر جب آپ سڑک پر آئیں گے تو مسجد کے دروازہ کے مقابل ایک قدیم قبرستان
دیکھینگے تھوڑی سی قبروں کے طے کرنے کے بعد حضرت شاہ ترکمان کی درگاہ کا دروازہ ملیگا

جامع مسجد دہلی

درگاہ صابر بخش صاحب

سبزی مسجد کوتوالی

زینت المساجد

مسجد قاضی واڑہ
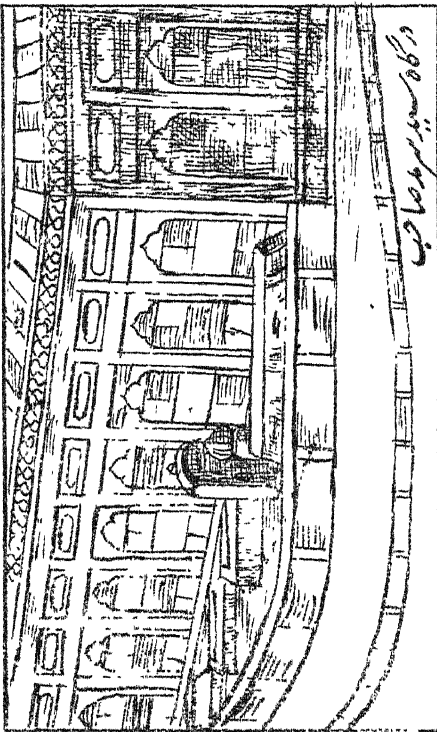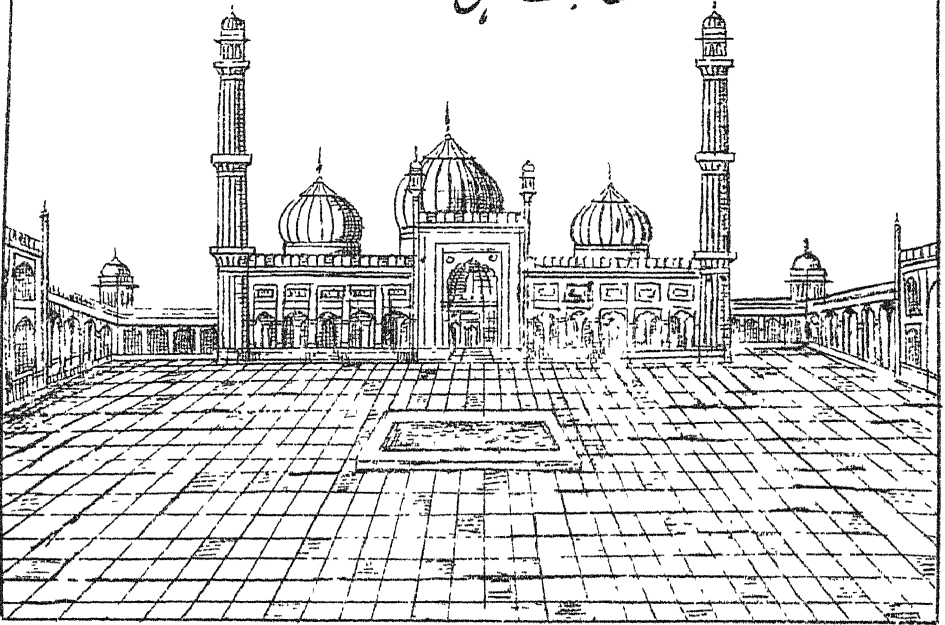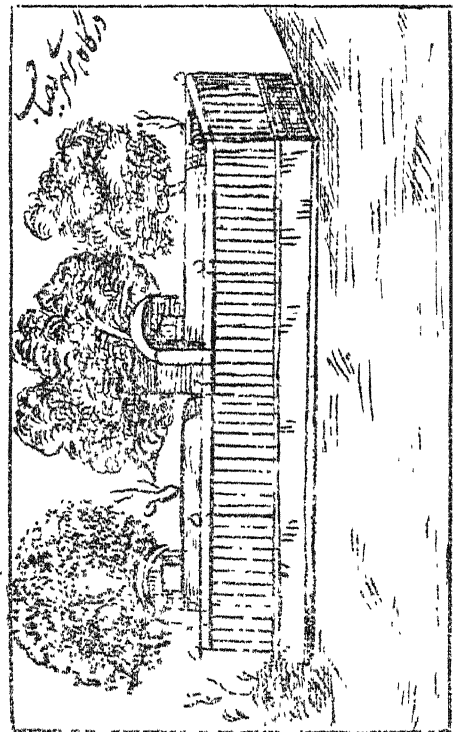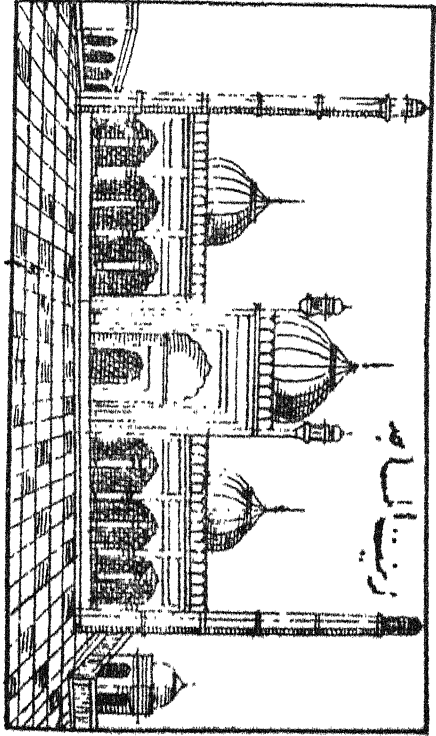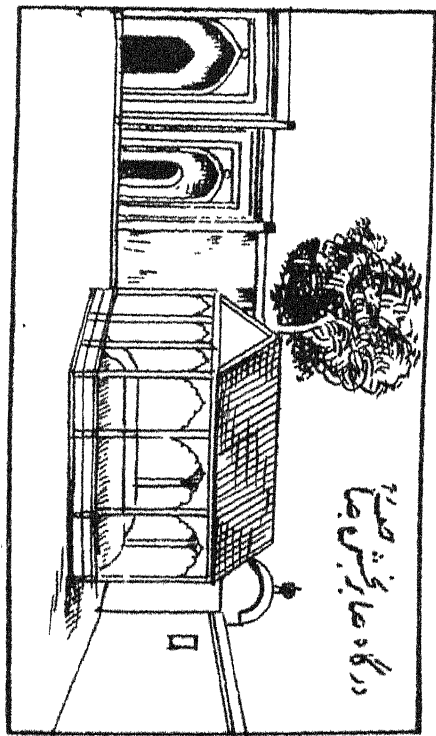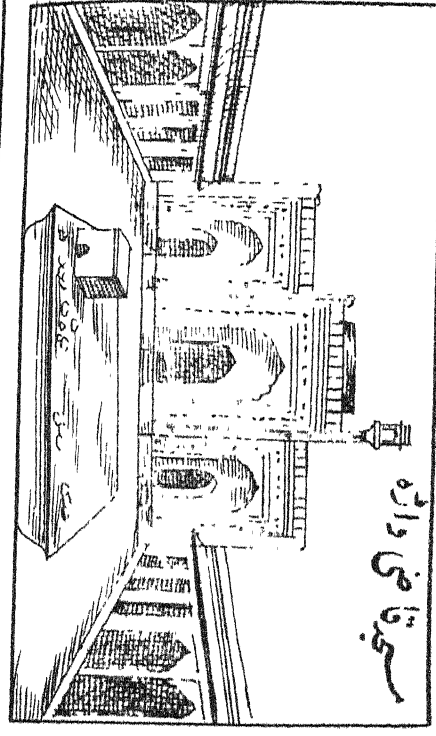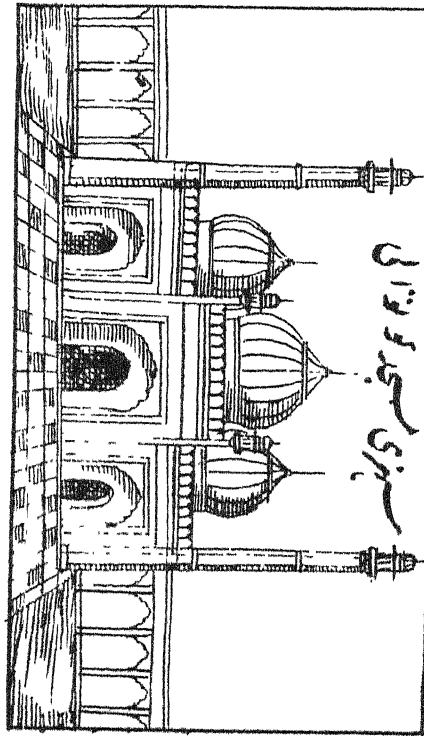
ہوگا یہ حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی کی درگاہ ہے۔ آپ کا اولیاء اللہ کے سلسلہ مین بڑا پایہ ہے اور آپ کے کمالات بیان سے خارج سنہ ۶۳۷ ہجری چودہوین رجب کو آپ کی وفات ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہر سال اسی تاریخ کو یہان عرس ہوتا اور بسنت کی رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کیجاتی ہے آپ کا مزار آسمان کے نیچے واقع ہے ایک مختصر سا احاطہ ہے اور اس مین آپکا مزار ہے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہوا ہے اور تہوڑی دور تک سنگ مرمر ہی کا فرش ہے باقی سنگ سرخ کا یہان ایک قدیم کہرنی کا درخت ہے جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت نے اپنے دست مبارک سے لگایا تہا احاطہ مین چار قبرین اور بہی ہین جنمین سے ایک قبر تو آپ کے بھتیجے کی ہے اور تین مریدوں کی درگاہ شریف سے لوٹینگے کو جب آپ اسی سڑک پر آئینگے تو یہ سڑک آپ کو ترکمان دروازہ اور دہلی دروازہ کو پہنچا دے گی۔

ہم جامع مسجد کے تینون بازارون کا حال لکہہ چکے اب صرف جنوبی بازار کی کیفیت باقی ہے جسے ہم لکہکر اس باب کو ختم کرتے ہین۔ جب آپ جامع مسجد کی سیڑہیوں سے اتر کر جنوبی رستہ چلینگے تو کچہہ مکانات آپ کے سیدہے ہاتہہ کیطرف پڑینگے اور کچہہ بائین ہاتہہ کی جانب۔ سیدہے ہاتہہ کیجانب جو مکانات واقع ہین وہ امام کی گلی کہلاتی ہے

امام کی گلی

اسمین شرفا و امرا کے بہت سے مکانات واقع ہین اور یہین مسجد جامع کے امام صاحب بہی رہتے ہین اسی وجہ سے یہ گلی امام کی گلی کے نام سے نامزد ہے۔

غازی بھڑبھوجہ

اس گلی کے متصل ہی بائین ہاتہہ کو غازی بہڑبوجہ کی مشہور دوکان ہے جو کبہی بڑا مشہور اور نامی بہڑبوجہ تہا اسکی دکان پر ہر میلہ مین بہت بڑا ہنگامہ اور رونق ہوا کرتی تہی خاصکر محرم کے دنون مین اتنی بہیڑ ہوا کرتی تہی کہ تل رکہنے کو جگہ نہ ملتی تہی ہر ان ایام مین ایک چوبی بجرا لٹکا تا تہا اور اسپر مصنوعی توپین اور بلٹنین چڑہاتا تہا دسوین شب کو نوگزا تعزیہ جب گشت کرتا پہرتا ہے یہان آتا تہا تو یہ بجرہ اسکی سلامی دیتا تہا اور طرح طرح کی آتشبازی اسمین سے چہوٹتی تہی عرصہ ہوا کہ وہ مر گیا اور یہ ساری رونق اسی کے ساتہ چلی گئی۔

مدرسہ حسین بخش

اس بہڑبوجہ کی دوکان سے کچہہ آگے بڑہکر حسین بخش مدرسہ ہے مدرسہ نہایت وسیع اور پُرفضا ہے اسکا

دروازہ سنگ سرخ کا محرابدار ہے اور قطع نہایت خوبصورت ہونے کے بہت بلند اور عالیشان
ہے اندر کی جانب دو درجہ کا ایک وسیع دالان اور دونون جانب بڑے بڑے ایوان بنے
ہوے ہین صحن بالکل سنگ سرخ کے چوکون سے پٹا ہوا ہے اور اُسکے گرد اگرد طالب العلمون
کی رہائش کیلئے حجرے تعمیر کیے ہوئے ہین بیچ مین ایک خوبصورت حوض ہے جو ہر وقت
شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے اِس مین باہر کے طلبہ حدیث و فقہ کا درس لیتے ہین اور ہر
سال دستار بندی کا ایک بڑا پر رونق جلسہ ہوتا ہے کامیاب طالب العلمون کو انعام ملتا اور
فارغ التحصیلی کی سند دیجاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اب متولیون کی باہمی نزاع سے اس مدرسہ
مین وہ رونق نہین رہی جفاکش اور مستعد مدرسین یہان سے چلے گئے اور محنت کش ذی استعداد
طلبہ نے اپنا ڈیرہ خیمہ اُٹھا لیا برائے نام درس تدریس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور دو چار
طالب العلم اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے پڑے ہوے ہین۔ اِسی مدرسہ کے مقابل ہین گون کل
تساگا کھڑہ ہے یہان مدرسہ حسینیہ جدید فیشن کا تیار ہوا ہے یہ عمارت بھی وسیع ہے اور
زمانہ موجودہ کے ڈہنگ پر بنائی گئی ہے درس تدریس کے متعلق اِسکا بھی نقشہ اچھا نہین
ہے یہان ہر جمعہ کو بڑی دہوم کا وعظ ہوتا ہے اور شہر کے سینکڑون آدمی وعظ سننے
کی غرض سے جمع ہوتے ہین۔ یہان سے آگے چلکر جانب دست چپ کوٹھیا محل ہے اگرچہ
تاریخ سے اِسکا پتہ نہین لگتا مگر قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ سابق مین یہ کوئی بڑا محل ہوگا اور غالباً
یہان امرا رہتے ہونگے اب بہت مکانات بنگئے ہین اور اکثر غریب لوگون کا مسکن کہلایا جاتا
ہے اِسی محلہ مین منشی کرم احمد خان عرف ننھے خان صاحب رئیس دہلی سکونت پذیر ہین جو نہایت
نیکدل اور خیر خواہ ملک و قوم ہین خانصاحب موصوف سیدہی سادہی وضع کے آدمی
ہین اور باوجود متمول کے انتہا درجہ کے متواضع اور منکسر المزاج ہین غریبون کی اعانت مین
روپیہ اور وقت صرف کرنے سے دریغ نہین کرتے اور جہانتک بن پڑتا ہے بیکسون کی دستگیری
مین بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتے ہین ٹمیا محل سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جناب مولوی
صدر الدین خان بہادر کی حویلی ہے جو سابق مین لالہ ہزارہ بیگ کی حویلی کہلاتی تھی کسی زمانہ مین
یہ حویلی نہایت شاندار اور بڑی خوش قطع تھی اِسمین جا بجا نہرین جاری تہین اور فوارے چھوٹتے

تھے گو اب وہ اگلی سی رونق تو نہین ہے مگر حویلی اصلی وضع پر موجود ہے غلام محمد حسن خان صاحب
رئیس دہلی جو اعلے درجہ کے انگریزی تعلیم یافتہ اور بہت ہی خلیق شخص ہین اسی حویلی مین رہتے ہین آپ
مولوی صاحب موصوف کی خاندانی سلسلہ مین ایک بڑے نامور اور بامروت آدمی ہین ممبران
کمیٹی کی فہرست مین بلحاظ قومی ہمدردی آپ ہی کا نمبر اول ہے جس لائین مین یہ حویلی واقع
ہے اسی لائین مین شیدی فولاد خان کا بنگلہ تھا۔ شیدی فولاد خان محمد شاہ بادشاہ
کے عہد مین دلی کا کوتوال اور بڑا نامی شخص تھا لیکن مدت ہوی کہ اس بنگلہ کا نشان تک
باقی نہین رہا صرف نام ہی نام چلا آتا ہے۔ یہان سے اس بازار کی ایک شاخ مغربی جانب چلی
گئی ہے جسمین چوڑی والون اور جفت فروشون کے محلے واقع ہیں اس بازار مین چند دکانین
ٹوکریاں بننے والوں کی ہیں۔ اس شاخ کی انتہا پر مولوی عبد الاحد صاحب کا مطبع
مجتبائی واقع ہے جہاں تمام علوم و فنون کی مروجہ اور درسی کتابین چھپتی اور فروخت
ہوتی ہیں مولوی صاحب موصوف بڑے معاملہ فہم اور تجربہ کار آدمی ہیں۔ اس محلہ
میں چوڑی والوں کی دکانین ہیں جہاں نہایت نفیس اور عمدہ چوڑیاں بنتی ہیں مطبع
کے سامنے ڈپٹی سلطان خانصاحب کا مکان ہے اس مکان کے آگے چلکر لوہے
کا کارخانہ ہے جسمین اعلے درجہ کی چیزین کولہو وغیرہ بنتے ہیں۔ آگے چلکر
چاوڑی بازار کی سڑک نکل آتی ہے۔

مطبع مجتبائی کے قریب سے ایک سڑک سیتارام کے بازار کو جاتی ہے۔ اس سڑک
پر اکثر ہندو صاحبان کے بڑے بڑے مکان ہین۔ جو شاخ چوڑی والوں کے محلہ کو گئی
ہے اسکے سامنے جامع مسجد سے آنیوالی کو عزیز آبادی کی حویلی ہے جو مدت تک نواب
مغل کے تصرف میں رہی مگر اب انگریزی گورنمنٹ کے علاقہ مین ہے اس حویلی مین ایک
مختصر مگر شاندار مسجد ہے جو پہلے زمانہ مین شکستہ ہوگئی تھی بعد کو مولوی صدر الدین خان بہادر
نے بہت روپیہ خرچ کرکے اسکی مرمت کرائی اور ایک نیا کنوان بنوایا تھوڑا عرصہ ہوا کہ اسمین
پھر کچھہ شکستگی واقع ہوئی اور کسی باہمت مئیں نے مرمت مین کچھہ روپیہ خرچ کیا۔ آگے بڑھکر سید
رفاعی صاحب کی مشہور مسجد ہے اگرچہ یہ ایک قدیم مسجد ہے اور سید رفاعی صاحب سے

بہت پیشتر کی تعمیر ہے مگر چونکہ سید صاحب عرصہ دراز تک یہان سکونت پذیر رہے اور
وقتاً فوقتاً کچھہ مرمت بہی کی اسلیئے یہ مسجد اِس نام سے مشہور ہوگئی سید صاحب بڑے پایہ
کے شخص تہے اُنکے ہان ایک مجلس بنام حضرہ منعقد ہوا کرتی تہی جسمین خاص خاص مرید حاضر
ہوا کرتے تہے کہتے ہین کہ اس مجلس کے انعقاد کے وقت سید صاحب کے مریدین خاص
کے ہاتہون مین بڑے بڑے چہرے ہوا کرتے تہے اور اُن پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی تہی
کہ کلمہ طیب پڑہتے جاتے اور ایک دوسرے کو چہرے مارتے جاتے تہے لیکن کسی پر زخم کا اثر
نہ پڑتا تہا اور اگر کبہی کوئی زخم پڑ ہی گیا تو سید صاحب کے لعاب دہن لگانے سے فوراً
اچہا ہوگیا۔ اب سید صاحب کے انتقال کو تقریباً اسی سال گذرے ہونگے۔

اِس مسجد کے قریب ہی بائین ہاتہہ کو اعظم خان کی حویلی ہے جو قدیم زمانہ مین نواب اعظم خان
نے تعمیر کرائی تہی اُس حویلی کا تو اب کوئی نشان باقی نہین رہا مگر صرف ایک بڑا محراب دار
دروازہ قائم ہے جہان سے ہو کر اندر جاتے ہین یہان ایک بڑا محلہ بستا ہے اور بعض شریف
خاندانی آدمی بہی رہتے ہین دہلی کا نامور اور مشہور اخبار یعنے افضل الاخبار مع ضمیمہ دہلی پنچ
یہین سے نکلتا ہے افضل الاخبار نہایت مہذب اور شستہ پرچہ ہے جسمین مختلف آرٹیکل اور
مضامین خاص کے علاوہ تمام دنیا کی خبرین درج ہوتی ہین اور دہلی پنچ پنچانہ
مضامین اور شاعرانہ خیالات اور اُس نتیجہ خیز مذاقیہ کلام سے پُر ہوتا جو بظاہر دل کا بہلاوا
اور حقیقت مین ایک بڑے ناصح معلم کا کام دیتا ہے یہ مضامین اُن لوگون کی قلم سے نکلے
ہوئے ہوتے ہین جو جولانگاہ سخن کے شہسوار کہلاتے ہین اور قادر الکلامی مین اپنا نظیر
نہین رکہتے۔ اِس اخبار کے مالک جناب مرزا عبد الغفار بیگ صاحب ہین جو بہت ہی بامروت
اور خلیق شخص ہین آپ کو صوفیائے کرام اور مشائخ کبار کے ساتہ ازحد عقیدتمندی ہے اور اسی وجہ
سے اِس فن کی کتابین ہمیشہ آپ کے مطبع مین چہپتی رہتی ہین بزرگان اور قدما مشائخ کے چہوٹے
بڑے تذکرے اور مختلف سوانح عمریان آپ ہی کے کتبخانہ سے دستیاب ہوسکتی ہین۔ دہلی گائڈ
المعروف بہ رہنمائی دہلی جسکا آپ مطالعہ کررہے ہین یہ بہی بجز یہان کے اور کہین دستیاب نہ ہوگی
حویلی اعظم خان کے مقابل دائین ہاتہہ کو ایک بڑی قبر واقع ہے اور اسی وجہ سے یہ بازار

چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے کہتے ہین کہ یہ قبر سید روشن صاحب کی ہے جو پانچسو سال
سے اسی مقام پر واقع ہے یہان سے اس بازار کی دو شاخین ہوگئی ہین ایک شاخ سیدہی
ترکمان دروازہ تک چلی جاتی ہے اس شاخ کے اول حصہ مین میر محمدی کا مزار ہے جس موقع
پر اب یہ مزار ہے یہان ایک قدیم حویلی ان ہی بزرگ کی رہایش کی تہی اب ہر سال یہان عرس
ہوتا اور بڑی دہوم دہام سے روشنی ہوتی ہے محمد اکبر شاہ بادشاہ کے فرزند مرزا سلیم بہادر بہین
مدفون ہین اسی مقام پر دہلی کی ایک مشہور بہوجلا پہاڑی موجود ہے جہان سے شہر کی تمام
بلند عمارتین بخوبی معلوم ہوتی ہین۔ اس سے آگے چلکر بائین جانب کو شاہ غلام علی صاحب
کی خانقاہ ہے جو اولیاء کبار کی فہرست مین بڑے نامور اور مقتدائے عالم شمار کیے جاتے
ہین اسی خانقاہ مین شاہ صاحب موصوف اور جناب مرزا جان جانان مظہر اور شاہ ابو سعید
صاحب کے مزارات ہین۔ خانقاہ کے مقابل سید ۔ ہے ہاتہہ کو موم کرونگا چہتہ اور
اسی لائین مین شاہ کلن کی ڈگڈگی ہے یہ سر بازار ایک دالان سا ہے جسمین چہوٹی سی دیوار قایم
ہے اور اسمین چراغون کے رکہنے کیلئے چہوٹے چہوٹے بہت سے طاق بنائے گئے ہین
دالان مین شاہ کلن ایک درویش رہتے تہے جو گروہ مداریہ مین سے شمار کیے جاتے تہے وہ
یہان اکثر اوقات روشنی کیا کرتے تہے چونکہ اس فرقہ کی اصطلاح مین ایسے مقام کو ڈگڈگی
کہتے ہین اسیلئے یہ مقام شاہ کلن کی ڈگڈگی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب یہان سے طبلی خانہ
اور ترکمان دروازہ کو رستہ جاتا ہے

چتلی قبر کے بازار کی دوسری شاخ جو دہلی دروازہ کو گئی ہے اسکے پہلے حصہ مین امیر خان
کا بازار ہے جہان پہلے چمڑے والون کی دکانین تہین اور اب مختلف سودے والے بیٹہتے
ہین اسی بازار کے دائین جانب ایک بڑا محلہ سوزنگروں کا ہے جہان پہلے زمانہ مین سوزنگر
رہتے ہونگے مگر اب مختلف پیشہ کے لوگ رہتے ہین اندر جاکر شیعون کی ایک مختصر سی بستی
ہے جہاں ایک قدیم بہت بڑا حوض اور اگلی زمانہ کی عمارتون کے کچہہ نشانات دکہائی
دیتے ہین۔ محلہ سوزنگرون کے برابر اسی سمت مین بنگش کا مشہور کمرہ ہے جو رفعت و شان
مین اس نواح مین اپنا نظیر نہین رکہتا اس کمرہ کو فیض اللہ بنگش نے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے تعمیر

کرایا تھا نجف کے کمرہ کے نیچے بائین ہاتھہ کو ایک اور شاخ جاتی ہے جہان شاہی خاندان
کے لوگ رہتے ہین گویا تمام شہر مین ایک یہ ہی جگہ ہے جو شہزادون کی سکونت گاہ کہلاتی
ہے یہین چاندنی محل بھی ہے جسمین اب شہزادہ اِسکول قائم ہے مرزا ثریا جاہ جو خاندان
تیموریہ کی جیتی جاگتی یادگار ہین اسی شاخ مین سکونت پذیر ہین اِس بازار کے سامنے تراہہ
اور مرزا جستہ بخت بہادر کی حویلی ہے اور یہین سے داہین جانب امیر خان کے گنج کو اور
بائین طرف چیلوں کے کوچہ کو رستہ جاتا ہے مرزا جستہ بخت بہادر محمد اکبر بادشاہ کے بھائی
ہین جنکی حویلی اسمقام پر واقع ہے اِسکے آگے ایک مختصر سا چوک ہے جسے بیرام خان کا
تیراہہ کہتے ہین تیراہہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان سے تین رستے چلتے ہین ایک تو
یہی سڑک جسپر سے ہم گذر کر یہانتک پہونچے ہین دوسری وہ سڑک جو یہان سے دہلی دروازہ
کو جاتی ہے اور تیسری شاخ بائین طرف فیض بازار کو پہونچتی ہے - اِسی موقع پر نہایت
دلکش ایک برج کی مسجد ہے جو دائی کی مسجد کے سانہہ مشہور ہے اور اِسکے آگے نواب دبیر الدولہ
کی حویلی اور اولیا مسجد واقع ہے -

تیسرا باب قدیم دہلی کی یادگار عمارات

جب آپ شاہجہان آباد کی عمارات کی سیر سے فارغ ہون تو شہر کے دہلی دروازہ سے نکلکر جنوب کی طرف چلیے یہان بائین ہاتہہ کی جانب آپکو پرانی جمنا کا کنارہ نظر آئیگا اور دائین طرف مشہور بہن اندرپت یا میدان جنگ نظر پڑیگا یہہ ان پانچ حصون مین ایک حصہ تہا جنپر پانڈون کے خاندان کے پانچ بہائی حکمران تہے اور باہمی اتحاد و اتفاق کی وجہ سے ایک دوسرے کی ہمدردی انکا منصبی فرض تہا کورو کے بادشاہ نے انکی سلطنت چہین لی اور صاف طور پر کہدیا کہ تم یہان سے نکل جاؤ مین تمہین ایک تل رکہنے کو جگہہ نہ دونگا اسپر پانڈون کے سردار نے بہت ہی برہم ہوکر معہ اپنے چارون بہائیون کے بادشاہ پر حملہ کیا اور پانی پت کے قریب ایک میدان مین اُسے شکست دی ہندوستان اسی مقام پر تین دفعہ سخت زکین اُٹھا چکا ہے جیسا کہ تاریخ سے اس کا پورا پتہ لگتا ہے کہنگہم صاحب کا بیان ہے کہ یہ واقعہ حضرت مسیح کی پیدائش سے پانچسو سال پیشتر کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی نینوا کی ہمعصر ہے جہان اب ندی بہتی ہے وہ اس سے قبل بہی یہی ندی ایک میل مغرب کیطرف بہتی تہی بعض کنارہ شہر کے ستون اُٹہا

دہلی دروازہ سے تہوڑے فاصلہ پر بائین جانب فیروزشاہ کا کوٹلہ ہے جہان پتہر کی ایک قابل دید لاٹ کہڑی ہے یہ مینار اصل مین ہندوؤن کا بنایا ہوا شہر میرٹہہ مین تہا فیروزشاہ جو سنہ ۱۳۵۱ع سے سنہ ۱۳۸۸ع تک تخت دہلی پر حکمران تہا میرٹہہ سے اسکو پانچ ٹکڑے کرکے لایا اور اسجگہ شہر فیروزآباد بناکر اسکو لگایا بعض مورخون کا بیان ہے کہ وہ کماؤن کے پاس جو ہندوستان کے شمال مین واقع ہے دو مینارین پڑی ہوئی تہین ہندوؤن کا اعتقاد تہا کہ یہ دونون مینارین ہمارے دیوتاؤن کے گائین چرانے کی لاٹہیان ہین اسی وجہ سے ہزارون ہندو انکی پرستش کیا کرتے تہے انکا یہہ بہی اعتقاد تہا کہ جب یہ مینارین یہان سے اُٹہین گی یا توڑ ڈالی جائین گی تو اسوقت پرلو ہوگی فیروزشاہ نے یہ بات سنکر ہندوؤن کے اس اعتقاد کی تکذیب کیلیے ایک مینار کو توڑ ڈالا اور دوسرے کو یہان لا کہڑا کیا اُس زمانہ سے فیروزشاہ کی لاٹ مشہور ہوگئی - جب فنچ صاحب جو بڑے سیاح مورخ ہین یہان موجود تہے تو اُس زمانہ مین اسکی چوٹی پر ایک گول کرہ سا بنا ہوا تہا اور اُسپر ایک چاند نصب تہا یہ قطع اُس زمانہ کی دستور کے موافق بہت رائج تہی چوٹی پر سنہری کام کیا ہوا تہا اسی وجہ سے اسے مینار زرین یا سنہری مینار کہا کرتے تہے - یہ زرین مینار ایک ہی بہورے رنگ کے پتہر یا کرنڈ کا بنا ہوا ہے ۴۲ فیٹ ۷ انچ لمبا اور دس فیٹ مدور - اوپر کا حصہ ۳۵ فیٹ لمبا ہے جو بڑی خوش اسلوبی کیساتہ پالش کیا ہوا ہے اور باقی حصہ سیاہی گہر درا چہوڑ دیا گیا ہے - اسپر کئی کتبے ہندوؤن کے درج ہین سب سے پرانا کتبہ جس مین اسکے بنانے اور کہڑے ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے پالی زبان مین ہے جو حضرت مسیح کی پیدائش سے ۳۰۰ برس قبل عام لوگون مین رائج تہی بدہ مذہب کے زمانہ مین سنسکرت اسی زبان سے نکالی گئی ہے جو اب بہی اس مذہب کے مقلدون کے ملک مین مقدس زبان سمجہی جاتی ہے ان کتبون مین راجہ اسوکہ کے مشہور و معروف فرمان بہی کندہ کیے

کوٹلہ فیروزشاہ
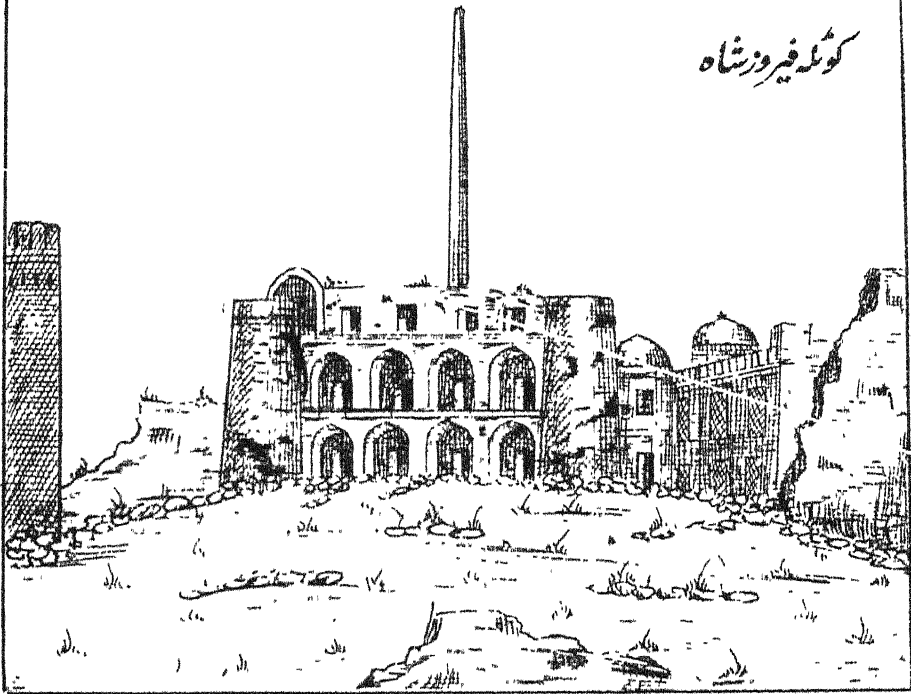
دہلی دروازہ کہنہ
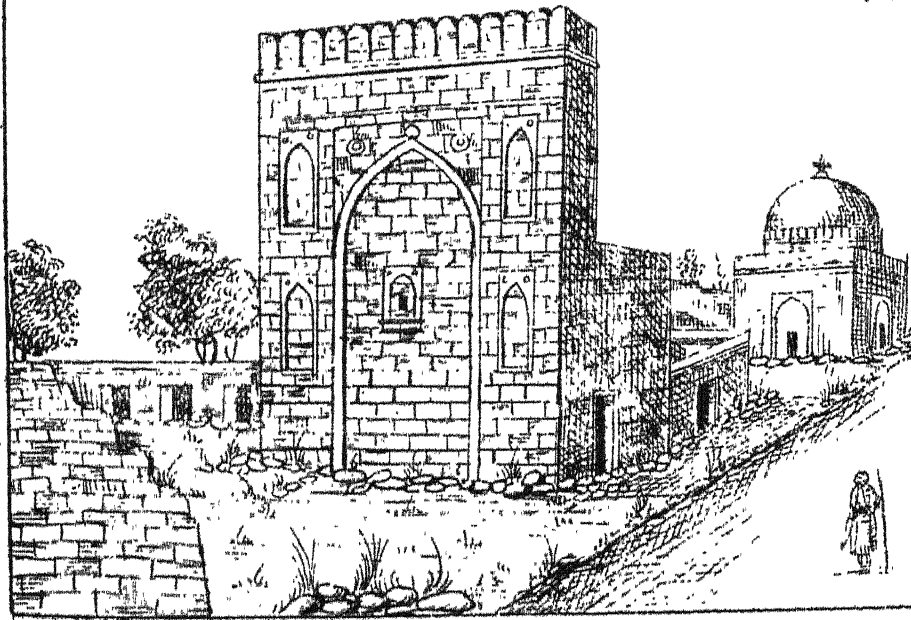
ہوے ہین چنانچہ آخر کا کتبہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔ "بادشاہ اسوکھ ایسے میناروں کی ساخت کی ہدایت کرتا ہے کہ سلطنت کے مختلف حصون مین کھڑے کیے جائین اور نیز ہی فرمان پتھر کے میناروں پر کندہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ کیلئے بحال رہے" دوسرے کتبہ مین بلدیو چوہان کی فتح کا حال نہایت موثر لفظون مین لکھا ہوا ہے اور تیسرے مین منجانب راے پتھورا کے اسکے بزرگونکا نام درج ہے اسی شہر فیروزآباد کے شمال و مغرب مین شکاری محل مین ایک ور مینار ایستادہ تہا اسپر بھی بدھ مذہب کے بادشاہ کے وقت کے کتبے کندہ کیے ہوے تہے مگر وہ مینار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ پھوٹ کر خراب ہوگیا۔

فیروزآباد کے اطراف اور کہنڈرات بہی اگر اُسمین شامل کیے جائیں تو اُسکی آبادی لمبائی مین چھہ میل اور چوڑائی مین دو میل ہے مگر کنگہم صاحب کا بیان ہے کہ شہر اتنی وسعت مین آباد ہوگا میرے نزدیک اسکی آبادی ۰۰۰۰ ۵ اشمار کیجاسکتی ہے جو اب آگرہ کی ہے۔ فیروز شاہ کا محل جسکے کہنڈرات کوٹلہ مین موجود ہین اُسکی فصیل نے ایک وسیع میدان کو محیط کر رکھا تہا لیکن وسعت ٹہیک طور سے معلوم نہیں ہوتی سلطان مسجد کا کتبہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ ساخت اُس زمانہ مین رائج تہی جس زمانہ مین فیروزآباد بنایا گیا تہا اور ساتہ ہی دوسرے خاندان کے پٹھان بادشاہون کی بہی ساخت پائی جاتی تہی فرگوسن صاحب اسکی اصلیت یون بیان کرتے ہیں کہ ۱۱۹۱ء مین جب شہاب الدین غوری کو ہند سے ناکام جانا پڑا تو وہ بڑی خاموشی کیساتہ اپنی قوت جمع کرتا گیا اور ۱۱۹۳ء مین پہر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اسوقت اُسنے پرتہی راج کو شکست دی اور دوسری دفعہ قنوج فتح کیا اس تاریخ سے پٹھانوں کی سلطنت کا پہریرا ہند مین اُڑنے لگا۔

۱۲۰۶ء مین اسنے انتقال کیا اور قطب الدین ایبک جو اسکا غلام تہا اور اپنی چالاکی سے عروج کا سپہ سالار بنگیا تہا اُسکا جانشین مقرر ہوا قطب الدین کے بعد اُسکا جانشین التمش پٹھانون کی تعمیر کا بانی گزرا ہے جسکی تعمیر شدہ عمارتین ہندو قون کے قدیم شہر قطب مین ابتک پائی جاتی ہین اُسنے اوائل زمانہ مین اہل ہنود کی طرح کی عمدہ عمدہ عمارتین بنانی شروع کین اور وسط حکومت مین سیدہی سادہی اور پُر رونق ساخت اختیار کی اور لوگون نے اپنی لیاقت کے مقتضا پر آئین اختراع شروع کیا لیکن آخر وقت مین پہر وہی پرانی وضع اختیار کی مگر اُسے خاص خاص موقع و محل پر استعمال کیا اہل ہنود کی ساخت مین نزاکت کا نام تک نہین پایا جاتا لیکن استحکام اور پائداری مین اسکے بانی کامل اور مشاق شمار کیے جاتے ہین۔

الغرض فیروز شاہ کی لاٹ ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اُسکے اردگرد شہر فیروزآباد کے کہنڈرات پڑے ہیں یہی وہ کہنڈرات ہین جہان جہانگیر ثانی ظالمانہ قتل کیا گیا اسوقت دریا نہایت طغیانی پر تہا قاتلون نے جہانگیر کی لاش کا صندوق کہڑکی کی راہ سے دریا مین پہینکدیا اور کنارے پر اُسکی نعش پکڑی گئی۔

کابلی دروازہ

شہر کے دہلی دروازہ سے تہوڑی دور آگے قدیم دہلی کا کابلی دروازہ ہے جس سے پرانی دہلی کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے
سر سے پاؤن تک سنگ خارا کا ہے لیکن سامنے کی روکار سنگ سرخ کی ہے دروازہ پر دالان اور حجرے و نشیمن نہایت
خوبصورت خوبصورت بنے ہوئے ہین تاریخ سے کہین ثبوت نہین ملتا کہ یہ دروازہ کس بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوا لیکن
قیاسا کہا جاسکتا ہے کہ ہمایون کے عہد مین اپنے قلعہ کے ساتھ بنا ہو - ایک یورپین سیاح لکھتا ہے کہ یہ دروازہ
تیسری حکومت کی طرز کی عمارت کا نمونہ ہے جو ایک نہایت سنگین و خوشنما بنا ہوا ہے اور شیر شاہ کے بسائے ہوئے
شہر کا کابلی دروازہ ہے پہلے اسکے سامنے قلعہ اور محل شاہی تہا جہان شیر شاہ نے ہمایون کو شکست دیکر جلا وطن کر دیا تہا
لیکن جب شیر شاہ مر چکا تو ہمایون نے دوبارہ سلطنت حاصل کی اور یہان گر کر مر گیا - ان دونون جنگجو یون
بادشاہون کا دار الخلافہ لال دروازہ سے ہمایون کے مقبرہ کے جنوب تک وسیع تہا اور اسکا دائرہ شاہجہان آباد سے قریباً
دو گنا تہا جنوری سنہ ۱۶۱۲ عیسوی مین فنچ صاحب یہان آئے تہے وہ کہتے ہیں کہ مین اجمیری دروازہ کے متصل
ندی عبور کر کے جسکا پل گیارہ بڑی محرابون پر قائم تہا اور جسے لوگ بڑا پل کہتے تہے یہان داخل ہوا تہا اور اس
پل کے نشانات ابتک موجود ہین ہمایون کی فصیل (جو اسکی جلاوطنی کے زمانہ مین شیر گڈہ یا شاہ گڈہ کہلاتی تہی اور
چہوٹی سی تہی جسکی اسکی جلاوطنی سے شیر شاہ نے بنیاد ڈالی تہی لیکن اپنی جلاوطنی سے آنیکے سات برس بعد اس فصیل کو نہایت مستحکم
اور خوشنما بنایا ان فصیلوں کی وسعت ایک میل سے کچھہ زیادہ ہے اور صورت مین مستطیل ہے اب اسمین بہت سی
جہونپڑیان پڑی ہوئی ہین اور شاہی عمارت مین کوئی کسر شان واقع نہیں ہوئی -

جیلخانہ

اسی دروازہ کے پاس جیلخانہ ہے جو اصل مین پہلے ایک بڑی سرائے تہی جون جون پرانی دلی ویران ہوتی گئی یہ بہی غیر آباد
ہوتی رہی یہانتک کہ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم کے عہد مین بالکل ویران ہوگئی انگریزی گورنمنٹ نے اس سرائے کی
شکست و ریخت کی مرمت کر کے یہان جیلخانہ قرار دیا اسکے پاس ایک اور جیلخانہ اور ہسپتال بنائی گئی ہے اور اسی مین ان
مین قصاص کے لئے جگہ تجویز کیگئی ہے جیلخانہ کے عقب مین ایک قبرستان واقع ہے جو مہندیون کے نام سے شہرت

مہندیان

رکہتا ہے کسی زمانہ مین یہان ایک عجیب و غریب عمارت کہڑی تہی نیچے تو چند مکانات در نما بنے ہوئے تہے اور
اوپر چارون کونون پر چار برجیان قائم تہین اور ایک برجی بیچ مین بنی ہوئی تہی باوجود تحقیق کے اس بات کا
ابتک پتہ نہین چلا کہ یہ عمارت کس نے بنائی تہی اور کب بنائی تہی اور کس غرض کے لیے بنائی گئی تہی لیکن عوام کی
زبانی سنا گیا ہے کہ کوئی نواب تہے جنہین حضرت غوث الاعظم کی جناب مین بہت بڑا اعتقاد تہا اور بعض
ہندستانیون کی رسم ہے کہ حضرت غوث الاعظم کی مہندیان بہرا کرتے ہین جیسے کہ پچہیون کی ایک اونچی سی برجی

قلعہ کہنہ
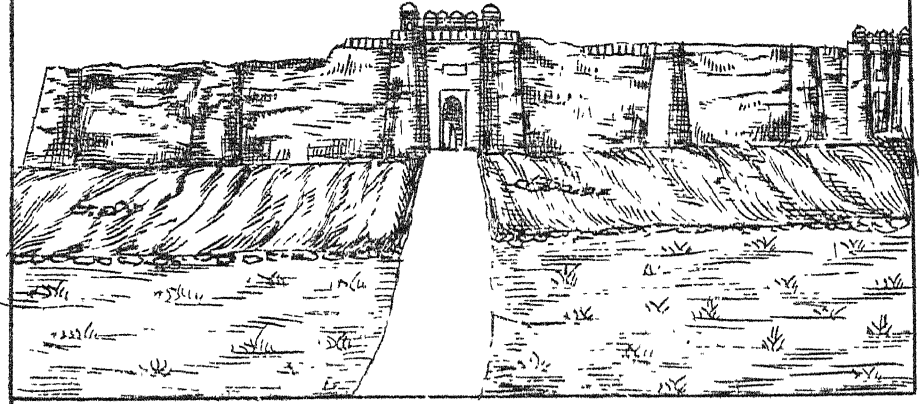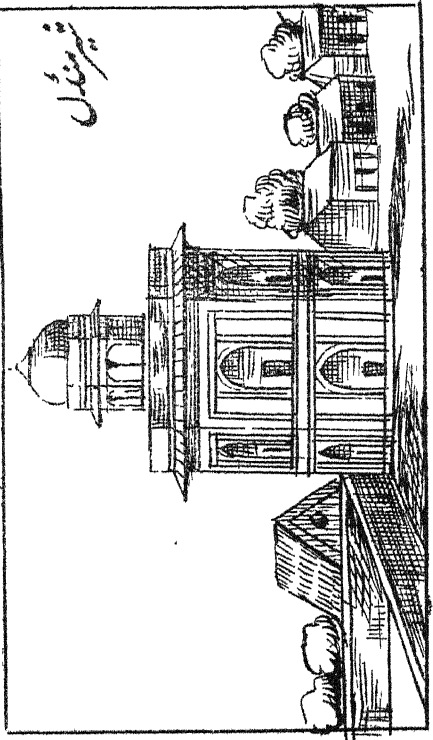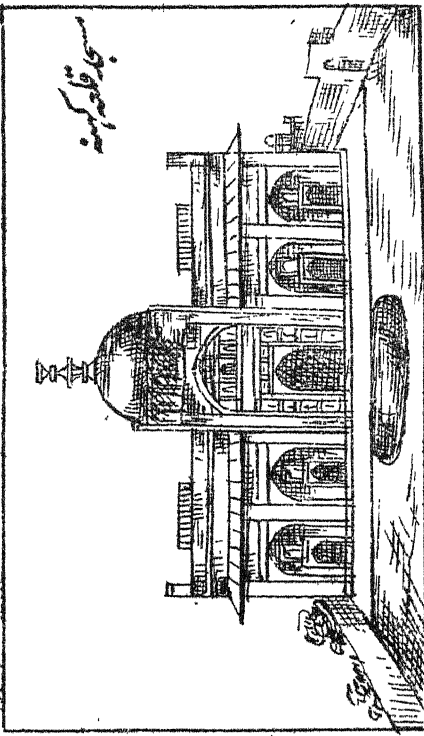
بناکر اور اُسے کاغذ سے مڑکر روشن کرتے ہیں نواب صاحب کے ہان یہی رسم جاری تہی جب اُنہیں عروج ہوا تو منہدی کی صورت کی ایک عمارت بنائی جس میں ہمیشہ روشنی کیا کرتے تہے اُس زمانہ سے اِس عمارت کا یہ نام مشہور ہو گیا مگر اب عمارت کی وہ صورت باقی نہیں رہی کچہہ کچہہ نشان پائے جاتے ہیں۔ ان ہی منہدیوں کے قریب ایک مختصر سا احاطہ ہے جسمیں فخر ہندوستان جناب شاہ ولی اللہ اور اُنکے صاحبزادے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب شاہ عبدالغنی صاحب وغیرہ سوتے ہیں ان حضرات کی سوانح عمریان دیکہنے والون کیلئے کتاب حیات ولی کافی ووافی ہے جسمیں نہایت تفصیل سے انکے تمام واقعات وحالات خوبی سے قلمبند کیے گئے ہیں یہ کتاب حاجی عظیم خان افضل المطابع دہلی سے ملسکتی ہے۔

پرانا قلعہ

اسی میں ہمین پرانا قلعہ واقع ہے جو قلعہ شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر جنوب کیطرف موجود ہے یہ بہت قدیمی قلعہ ہے کہتے ہیں کہ زمانہ مہابہارت میں موجود تہا اور لڑائی سے پیشتر یودہشٹر پانڈو نے دریودہن کیرو سے جو پانچ قلعے طلب کیے تہے اُن میں سے ایک یہی تہا جو اسوقت اندرپرست کے نام سے مشہور تہا۔ کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قلعہ کا اصل بانی راجہ اننگ پال ہے جسنے سمت ۷۳۳ میں اسکی تعمیر کی لیکن اب اُس تعمیر کا نام و نشان نہیں ہا معلوم نہیں کب ٹوٹی اور کیا ہوئی قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ ہمایون بادشاہ کے عہد تک اُسکا کچہہ نام و نشان ہوگا کیونکہ تواریخ سے دریافت ہوتا ہے کہ ہمایون نے اپنے عہدِ حکومت سنہ ۹۴۳ ہجری میں اس قلعہ کو از سر نو تعمیر کیا اور وہی تعمیر جسقدر بہی ہے آجتک موجود ہے اسکے چارون گوشون پر چار برج ہیں۔ اور فصیل میں چار دروازے قائم ہین جن میں سے تین دروازے بند ہیں غربی دروازہ کہلا رہتا ہے۔ ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف واقع ہے طلاقی دروازہ کہلاتا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ عوام الناس میں اسطرح مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی مہم پر اس دروازہ سے فوج کشی ہوئی تہی فوج کی واپسی کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا اور عہد کیا گیا کہ اگر بغیر فتح اس دروازہ کو کہولیں تو اُنپر طلاق ہے مگر افواہاً یہی معلوم نہیں ہوا کہ کس بادشاہ کے زمانہ میں یہ دروازہ تیغہ ہوا ہے۔ قلعہ کی فصیل سنگ خارا اور چونہ کی بہت مضبوط اور نہایت عریض بنی ہوئی ہے اسکے گرداگرد ایک بہی عمیق خندق ہے جسکا کچہہ حصہ مٹی سے پٹ گیا ہے کسی زمانہ میں یہ نہایت بارونق اور آباد ہوگا اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے موضع اندرپت کے باشندے یہان کچے مکانون میں رہتے اور مکانون کا کرایہ سرکار کو دیتے ہیں فصیل بہت جگہ سے شکستہ ہو گئی ہے اور قدیم مکانات میں سے کسی کا نام و نشان بہی باقی نہیں ہا البتہ ایک مسجد بہت خوبصورت اور قابل دید ایک جائے جسے شیر منڈل کہتے ہیں باقی ہے۔

پرانے قلعہ کی مشہور مسجد مسجد شیر شاہ کے نام سے پکاری جاتی ہے اگرچہ اسکی بنیاد ہمایون بادشاہ نے پرانے قلعہ کی تعمیر کے وقت ڈالی تہی لیکن چونکہ اُسکے جلاوطن ہونے کے بعد مسجد کی تکمیل شیر شاہ کے ہاتہ سے ہوئی اسلئے اُسے مسجد

شہنشاہ کہنے لگے یہ مسجد پٹھانون کی آخری حکومت کے نمونہ کی عہد کی ساخت ہے اسکے بعد مغلون کے طرز عمارت کی بنیاد پڑی اس کا
اگلا حصہ نہایت خوبصورت اور عظیم الشان ہے چھوٹے چھوٹے مینار کنارون پر ایستادہ ہین اور ایک بڑا گنبد اصلی ہیئت کا بیچ مین
بنا ہوا ہے مسجد مین سنگ خارا اور سنگ مرمر کی پچی کاری اعلے درجہ کی کی ہوئی ہے آنے کا رستہ پانچ محرابون سے بنا ہوا ہے جو
گھوڑے کی نعل کے ہمشکل بنی ہوئی ہیں اندرونی کام اور خوبصورت طاقچون کی صنعت لائق تعریف ہے وسطی محراب بڑا خوبصورت
اور عالیشان ہے جسکا بالائی حصہ سنگ سرخ و سیاہ سے اور زیرین حصہ سفید سنگ مرمر اور سیاہ پتھر کا بنا ہوا ہے نقش و نگار
بہت ہی خوبصورت بنے ہوئے ہین دونون طرف کی محرابین صرف سادہ سنگ سرخ کی ہین جسکے اوپر لاجورد اور سیاہ پتھر سے
نقش و نگار بنائے ہوئے ہیں بیرونی محراب کی عمارت زیادہ سادہ ہے، اور دیوارین سرخ و خالی پتھرون سے بنی ہوئی ہیں۔ محرابون کے
نیچے محراب نما دروازے ہیں انہین سے درمیانی دروازہ بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ہر محراب اور گوشون مین آیات
قرآنی بخط نسخ اور کہین کہین بخط کوفی کندہ ہین خلاصہ مسجد کا طول ۴۲ گز اور عرض ۱۲ گز ہے اور صحن ۵۰۰ گز لمبا اور ۱ گز
چوڑا ہے جو خراب گھاس اور کوڑے کرکٹ سے پڑا ہے صحن مین ایک بہت دلکش مثمن حوض بنا ہوا ہے جسکے عین وسط مین ایک
خوبصورت فوارہ تھا جواب بالکل منہدم ہوگیا ہے چھت پر جانے کا رستہ عجب وضع سے بنایا گیا ہے اور اسکی دیوارون کے آثار
مین عمدہ عمدہ نشیمن تیار کیے ہین چھت پر چڑھنے سے عجیب نظارہ نظر آتا ہے یہان بیچ کے گنبد کی دائین بائین دو چھتریان
تھین جواب ٹوٹ گئین مگر گنبد اپنی اصلی ہیئت مین باقی ہے الغرض یہ نہایت شاندار اور قابل دید مسجد ہے جو بلا مرمت پڑی ہے

شیر منڈل

اسکے قریب ہی ہشت گوشہ ایک عمارت ہے جسے شیر منڈل کہتے ہین یہ اصل مین ایک بڑا سہ منزلہ برج ہے جسے شیر شاہ نے
اپنے عہد سلطنت ۱۵۴۱ء مین صرف تفریح و سیر کے لئے تعمیر کیا تھا۔ عمارت تمام سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ بیچ مین تو
ایک کمرہ نما دالان ہے، اور چارون طرف بہت پتلی غلام گردش ہے سب سے اوپر ایک برجی ہے جسپر سنہری کلس چڑھا ہوا ہے
اسمین نقش و نگار کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہین۔ جب ہمایون دوبارہ تخت دہلی پر جلوہ آرا ہوا تو اُس نے
اسے کتب خانہ مقرر کیا اور انجام کار ہمایون بادشاہ نے یہین سے گر کر جان بحق تسلیم کی کہتے ہین کہ ایکدن ہمایون شیر منڈل
پر چڑھا سیر کر رہا تھا اُترتے وقت جبکہ بیچ کے درجہ میں پہونچا تو مغرب کی اذان کی آواز کان مین پہونچی بادشاہ نے
بیٹھکر اذان سنی اور دعا مانگ کر جلدی سے نماز مین شریک ہونیکے قصد سے چلا سیڑہی سے پاؤن لڑکھڑائے اور بادشاہ نیچے
گر پڑا کچھہ عرصہ تک بیہوش پڑا رہا مگر جب ہوش بجا ہوئے تو محل مین تشریف فرما ہوا لیکن آخر کار یہ حادثہ مہلک
بیماری ثابت ہوئی اور چند روز کے بعد انتقال ہوگیا چنانچہ "ہمایون بادشاہ از بام افتاد" تاریخ انتقال ہوئی۔

لعل بنگلہ

پرانے قلعہ سے ذرا آگے بڑھکر ایک عمارت لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہین کہ ہمایون بادشاہ کی

مقبره همایون

مشرقی دروازه عرب سرا

شمالی دروازه عرب سرا
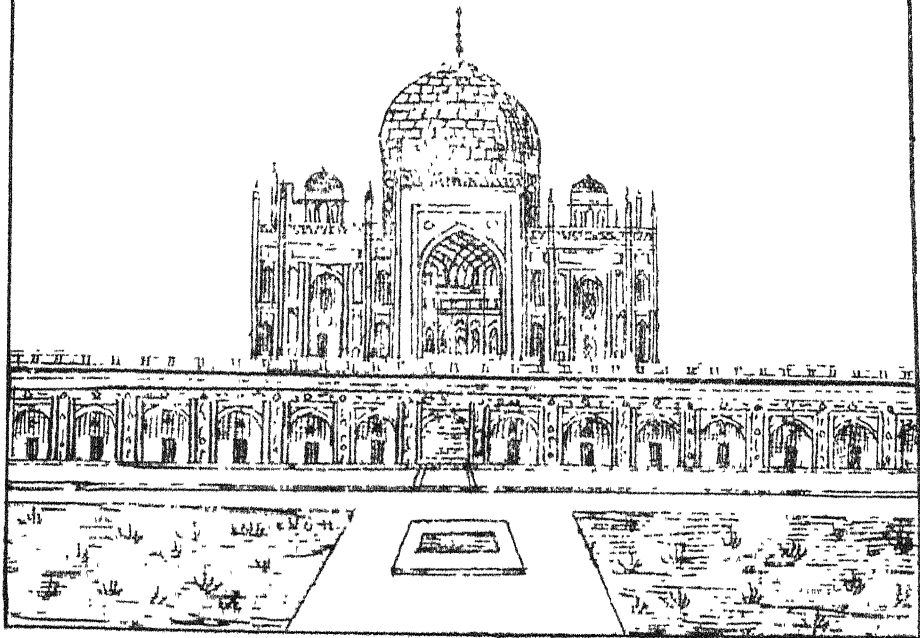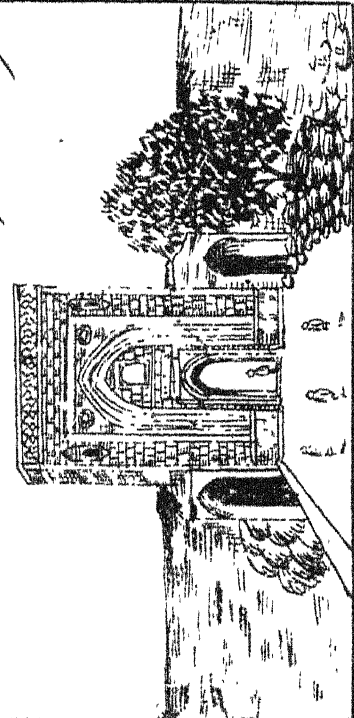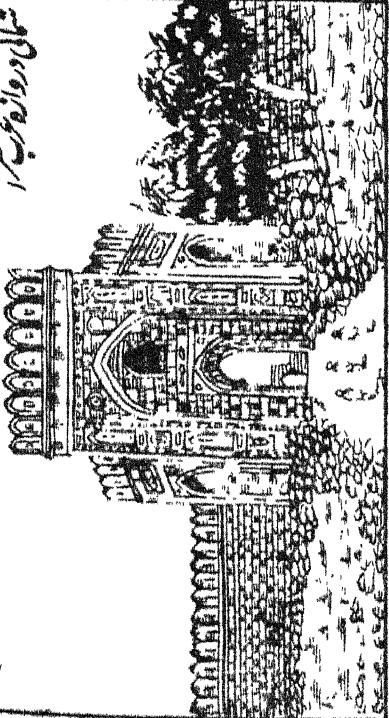
کسی حرم کے دفن ہونے کو یہان کچھ عمارت بنائی گئی تہی اسکے بعد شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب انکی والدہ لعل کنور کا انتقال ہوا تو انکو اس قدیم قبر کے متصل ایک چہوٹے سے گنبد مین دفن کیا اُسوقت سے یہ مقام لعل بنگلہ کے نام سے مشہور ہوگیا شاہ عالم کی پیاری دختر بیگم جان بہین دوسرے گنبد مین مدفون ہوئی اور یہ شاندار عمارت تعمیر ہوئی ازان بعد خاندان مغلیہ کی بہت سی قبرین یہان بنتی گئین اب اسکے صحن مین دو بڑے مجبر موجود ہین ایک نواب فتح آبادی کا دوسرا مرزا بلاقی کا۔

حضرت نظام الدین کی درگاہ اور پرانے قلعہ کے بیچ مین ایک بڑا وسیع گنبد ہے جو سید عابد کا مقبرہ کہلاتا ہے یہ گنبد بالکل چونے کا ہے اور کہین کہین چینی کاری کا کام بہی بنا ہوا ہے کہتے ہین کہ سید عابد خان خانخاناندورہ خان کے رفیقون اور مدار المہاموں مین ایک بڑا معزز اور باکمال شخص تہا اور کسی لڑائی مین شہید ہوگیا تہا یہ اُسی کا گنبد ہے اسکا دروازہ بہت شاندار ہے جسپر ایک خوشنما سہ دری بنی ہوئی ہے برج بہی نہایت نازک و لطیف ہین پہلے صحن مین نفیس نہرین اور خوبصورت حوض تہے لیکن اب بالکل ویران خراب ہوگئے ہین نہرین جدا پٹ گئین حوض الگ خراب ہوگئے برج علحدہ بے مرمت پڑے ہین چینی کا سارا کام بے رونق ہوگیا ہے مگر باوجود ان تمام باتون کے اب بہی گذشتہ زمانہ کی عمدہ یادگار ہے۔

مقبرہ ہمایون

پرانے قلعہ سے جنوب مین تقریباً ایک میل کے فاصلہ پہ ہمایون کا عظیم الشان مقبرہ ہے جو دنیا کی نامور و مشہور عمارتون مین اعلے درجہ کی شاندار عمارت شمار کیجاتی ہے یہ عمارت اسلیئے اور بہی دلچسپ ہے کہ خاندان مغلیہ کی عمارات کی ساخت کا پہلا ہی نمونہ ہے اسکے ایک صدی بعد مشہور تاج آگرہ تعمیر ہوا جس مین خاص خاص باتین اختراع کرکے ایک طرح کی نزاکت و لطافت ایزاد کی گئی یہ مقبرہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم ملقب بہ مریم مکانی یعنے ہمایون بادشاہ کی پیاری ملکہ کی سعی و کوشش سے بننا شروع ہوا اور سولہ برس کے عرصہ مین پندرہ لاکہہ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا۔

ایک تجربہ کار سیاح کا بیان ہے، کہ جب ہمایون نے وفات پائی اکبر جسکی عمر ۱۳ برس کی تہی لاہور مین تہا حاجی بیگم جس کا خطاب حمیدہ بانو بیگم تہا اور جو ہمایون کی سلطنت کا ایک بازو سمجہی جاتی تہی بادشاہ کا جنازہ اسکے اہتمام سے اُٹہایا گیا اور اُسی کی سعی سے مقبرہ کی تعمیر شروع ہوئی لیکن اکبر نے اسے انجام کو پہونچایا جب مقبرہ بنکر تیار ہوگیا تو ہمایون کی نعش کو اسمین رکہا اور پانچ بادشاہ جو ہمایون سے پیشتر گذرے تہے اور گیارہ اور لوگ جو اُسکے مصاحب یا سپہ سالار یا دوست تہے اسکے قریب رکہے گئے منجملہ اٹہارہ مقبرون کے جو یہان بنے ہوئے ہین سوا ایک کے سب گمنام ہین۔

مقبرہ کا احاطہ جسکے گرد دیوارین ہین ۳۰۰ گز مربع سے اوپر ہے اور اندر جانیکے لئے دو بڑے بڑے دروازے ہین ایک دروازہ تو جنوب کی طرف واقع ہے دوسرا مغرب کی جانب مغربی دروازہ مین مختصر مگر نہایت خوشنما بہت سے

مکانات بنے ہین جو لطافت و دلکشائی مین اپنا نظیر نہین رکہتے دروازہ مین ہر مکان مین جانے کا رستہ جدا جدا ہے جس مین نہایت خوبصورت بہت سیڑہیان بنی ہوئی ہین۔ جنوبی دروازہ مین گو مکانات نہین ہین لیکن دروازہ کے گرد درون بننے اور چبوترہ ہونے سے ایک عجیب شان نکل آتی ہے دروازون مین سنگ خارا اور سنگ سرخ لگایا گیا ہے لیکن سنگ خارا ایسا خوشرنگ لادور سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ مین سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ دروازون کے اندر چارون طرف ایک پرفضا باغ ہے اگرچہ پہلے زمانہ مین یہ باغ بہت آراستہ تہا لیکن اب بجز چند درختون کے اور کچہہ باقی نہین رہا۔ باہر سے یہ عمارت بہت خوشنما نظر آتی ہے جسکے چار اطراف طویل اور چار چہوٹے ہین گویا ایک ایسا مربع ہے جسکے چار کونے کٹے ہوئے ہین۔ مقبرہ دو چبوترون پر کہڑا ہوا ہے نیچے والے چبوترہ کی بلندی ۳ فیٹ چوڑائی ۲۵ فیٹ ہے دوسرا چبوترہ جو اسکے اوپر محرابدار ہے ۲۰ فیٹ سے زیادہ اونچا اور ۳۰ فیٹ سے زیادہ چوڑا ہے اس چبوترہ کے چارون طرف سنگ مرمر کا جالیدار کٹہرہ ہے جو ایک زمانہ مین بہت سی جگہ شکست ہوگیا تہا حکام انگریزی نے اسکی مرمت کرا دی، اب تین طرف کا جنگلہ موجود ہے اور چوتہی طرف کا ندارد مقبرہ کی کرسی مین بہت سے در ہین اور سب مین بادشاہی خاندان کی قبرین موجود ہین منجملہ انکے ایک قبر دارا شکوہ کی ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کا بڑا بہائی وارث تخت تہا جسے غالباً بادشاہ نے قتل کرا ڈالا تہا مقبرہ کے درمیانی بڑے کمرے مین ہمایون بادشاہ کی قبر ہے اور جو کمرہ شمال و مشرق کی طرف واقع ہے اسمین دو قبرین ہین ایک حمیدہ بانو بیگم کی اور ایک ہمایون کی دوسری بی بی کی دوسرے کمرہ مین جو اس طرف بجانب شمال و مغرب واقع ہے تین بادشاہون یعنی معز الدین جہاندار شاہ عالمگیر ثانی اور فرخ سیر کی قبرین ہین اسکے مقابل جنوب و مشرق کی طرف جو ہال ہے اسمین اورنگ زیب دارا شکوہ اور فرخ سیر کی بیگمات مدفون ہین جو تینون حقیقی بہنین تہین اسی لائین مین ایک اور کمرہ بجانب جنوب و مغرب واقع ہے جس مین شاہ عالم بادشاہ اور اسکی بیگم کی قبر ہے۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء کے غدر مین بہادر شاہ بادشاہ اور بہت سے خاندان مغلیہ کے لوگون نے اسی درمیانی ہال مین پناہ لی تہی مگر میجر ہوڈسن اور لفٹنٹ میکڈونل ایک جالیدار دروازہ توڑ کر بہت سے دیسی سپاہیون کے ساتہہ احاطہ مین داخل ہوے اور بہادر شاہ اور انکے لڑکون کو نظر بند کر لیا جنہین ہوڈسن نے اسی دن اپنے ہاتہہ سے مار ڈالا۔

ہمایون کے مقبرہ کے متصل بہت سے پٹہانون کی دیگر یادگارین اور خاندان مغلیہ کے وقت کی عمارات سیاحون کو نظر آینگی چنانچہ اسی احاطہ کے باہر بہت ہی قریب دو مقبرے ہین ایک ہمایون بادشاہ کے حجام کا اور دوسرا اسکے سپہ سالار خانخانان ابن بیرم خان کا مقبرہ ہے متصل ہی عرب سرای آباد ہے اسکی بانیہ بہی ہمایون بادشاہ کی بی بی حاجی بیگم ہے جسنے اپنی ہمت عالی اور نیک نیتی سے تین سو اعراب حرمین شریفین سے لاکر یہان آباد کیے اگرچہ اب وہ لوگ تنگی معاش کی

درگاہ سلطان نظام الدین اولیاؒ
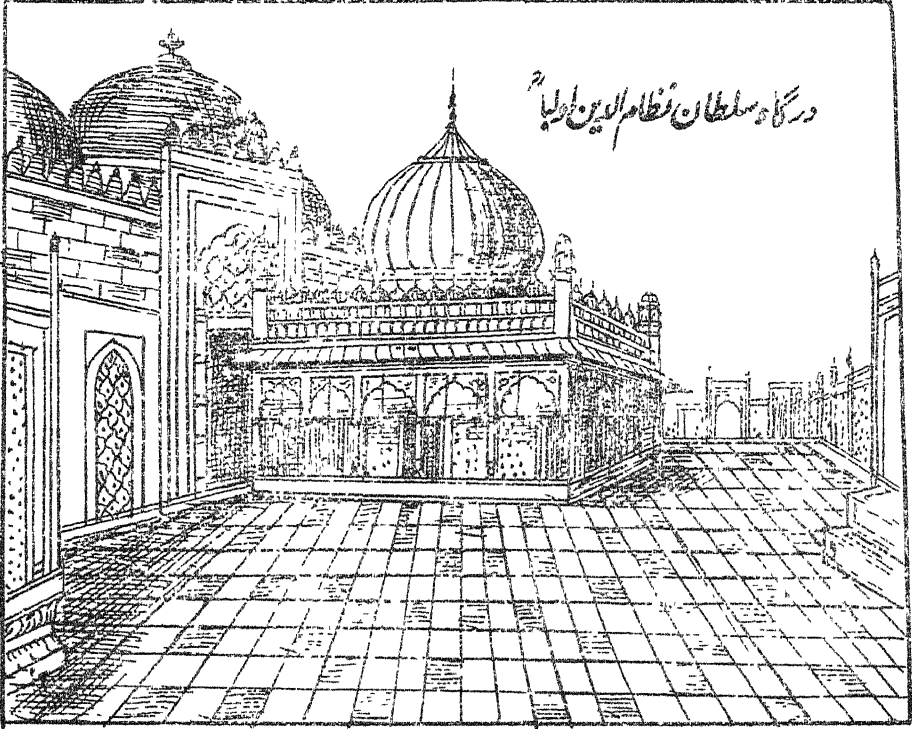
درگاہ حضرت امیر خسروؒ
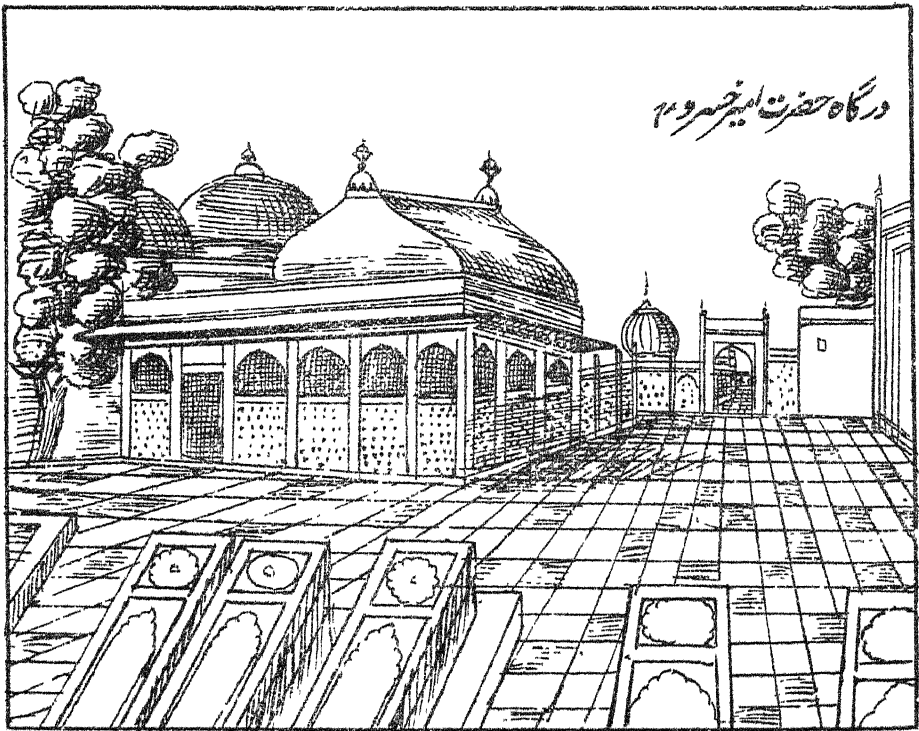
وجہ سے منتشر ہو گئے ہین مگر پھر بھی دس پانچ گھر سادات و مشائخ کے خاندان کے باقی ہین - سرا [illegible] ہجری جلوس اکبری کے
چھٹے سال مین بنکر تیار ہوئی اسکے تین دروازے ہین وہ تو کچھ بہت عمدہ نہین ہین لیکن شمالی دروازہ کسی زمانہ مین بہت
شاندار اور خوشنما ہوگا جو سرا کے غربی دروازہ کے پاس ایک احاطہ ہے جسے عیسیٰ خان کا کوٹلہ کہتے ہین اس احاطہ مین
سنگ خارا اور چونہ کی بنی ہوئی مسجد ہے جسے عیسیٰ خان حجاب نے ۹۵۴ھ ہجری عہد سلیم شاہ مین تعمیر کرایا - مسجد کے سامنے
عیسیٰ خان کا مقبرہ ہے یہ بھی اسی سنہ مین عیسیٰ خان حجاب نے تعمیر کرایا عمارت اگرچہ چھوٹی ہے لیکن نہایت خوشنما
اور خوبصورت ہے ساری عمارت سنگ خارا اور چونہ سے بنی ہوئی ہے اور اوپر کی برجیون کے ستون سنگ سرخ کے ہین اس
مقبرہ مین بہت سی قبرین ہین اور خود عیسیٰ خان اسکا بانی بھی یہین مدفون ہے -

عیسیٰ خان کا کوٹلہ

عیسیٰ خان کا مقبرہ

یہان سے تھوڑی دور آگے بڑھکر حضرت نظام الدین اولیا کا مشہور مقبرہ ہے یہ اولیا کاملین مین تھے بڑے رتبہ کے
شخص بعہد تغلق شاہ ۱۳۲۱ء مین گذرے ہین جن کا ذکر بڑے تفصیل کے ساتھ ابھی کر کیا جائے گا - اس مقبرہ مین
داخل ہونے سے پیشتر ایک باولی نظر آتی ہے مشہور تو یہ ہے کہ یہ باولی حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی زمانہ زندگی مین
تعمیر کی ہے اور خود آپنے اور آپکے مریدون نے پہلے پہل اسے کھودنا شروع کیا تھا لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی
عمارت اور جنوبی ضلع کے تمام مکانات فیروز شاہ کے عہد مین تعمیر ہوئے ہین باولی کئی نامی مکانات ہین ایک تو اُسکے
سرے پر قدیم پٹھانون کے وقت کا گنبد ہے جسکے بانی کا کچھ پتہ نہین چلتا ایک ضلع غربی کیطرف سنگ مرمر کا ہے جسمین
سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور مستحکم قبر ہے قبر پر کچھ آیات قرآنی اور نود و نہ نام ایسے خوشخط لکھے ہوئے ہین کہ آجتک دیکھنے مین نہین
آئے اسپر چند تاریخی اشعار بھی کندہ ہین اور آخر مین اسکی بانیہ کا نام اور سنہ تعمیر جلی حرفون سے لکھا ہوا ہے چنانچہ ہم اُن
اشعار کو بعینہ نقل کرتے ہین ؎ سال تاریخ فوت او جستم ٭ از دل صفا پیر پاک سرشت ٭ آہ سرد کشید و گفت بگو ٭
باد ہمدم بحوریان بہشت ٭ بانی گوشہ بہشت ملا ئم خان ۹۸۰ھ ہجری - قدیم زمانہ مین باولی پر آنے کا رستہ مسجد سے تھا
اور لوگ وضو کیلیے سیدھے باولی پر چلے آتے تھے مگر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے پاٹ کر چھت سا بنا دیا اب لوگون کو دور جاکر
کا نکڑ باولی پر آنا پڑتا ہے - باولی کے جنوبی ضلع کی جانب فیروز شاہ کے عہد کی عمارت کے درے بنے ہوئے ہین اور اسطرف سے
باولی پر آنے کا رستہ ہے اسی مقام پر ایک پتھر پر کتبہ کندہ ہے جس سے اُسکے بانی کا نام اور تاریخ بنا معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ بڑا
لمبا چوڑا کتبہ ہے اسلیے ہم اُسے درج کتاب نہین کرتے ناظرین خود دیکھ سکتے ہین باولی کے باہر کے دروازہ پر سونے کے پانی سے
یہ مصرع لکھا ہوا تھا ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ٭
باولی کا پٹا ہوا چھتہ طے کرنیکے بعد ایک محرابدار مختصر مگر نہایت خوبصورت دروازہ آتا ہے جہان سے حضرت نظام الدین اولیا کا

درگاہ حضرت نظام الدین اولیا

مقبرہ بہت ہی قریب نظر پڑتا ہے آپکے والد بزرگوار احمد بن اقبال غزنین سے ہندوستان مین تشریف لائے اور آپ صفر ۶۳۶ھ
ہجری کو بدایون مین پیدا ہوئے پچیس برس کے ہوئے تو دہلی مین تشریف لائے اور یہان سے فارغ التحصیل ہو کر پاک پٹن
تشریف لیگئے وہان حضرت شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج کی خدمت مین بیعت حاصل کی اور پھر دہلی مین آکر غیاث پور
مین سکونت اختیار کی لوگون نے آپکی پاک تعلیم و تلقین سے سعادت اخروی حاصل کی اور یکلخت انکی کایا پلٹ گئی آخرکار آپنے
ربیع الثانی اٹھارہوین تاریخ ۷۲۵ھ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا اور غیاث پور کی حد مین جہان آپکا مزار ہے مدفون ہوئے
و شہنشاہ دین آپکی تاریخ وفات ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے جو مسجد کی دیوار پر کندہ ہے واضح ہوتا ہے ؎ نظام دو گیتی
شہ ما و طین * سراج دو عالم شدہ بالیقین * چو تاریخ فوتش بجستم ز غیب * ندا داد ہاتف شہنشاہ دین * آپکے مقبرہ کی
مختلف اوقات مین تعمیر ہوتی رہی اور اتفاق زمانہ سے روز بروز اسمین شکست و ریخت ہوتی گئی چنانچہ آپکے انتقال کے بعد خلجی سلاطین کے
عہد مین آپکا مزار ایک مجمر سا تھا ۹۷۰ھ ہجری مین سید فریدون خان امیر اکبر کے زمانہ مین مزار کے اردگرد ستون کھڑے کرکے بارہ
قائم کئے اور اسپر ایک نہایت نفیس گنبد بنایا سنگ مرمر کی جالیان لگائین پھر محمد امام الدین حسن المعروف شمس الدین
محمد خان نے اسی عہد مین مزار کی چھت کے ساتھ گنبد کو شامل کر لیا اسکے بعد ۱۰۱۷ھ ہجری مین فرید خان المخاطب مرتضے خان
نے جو فریدآباد کے اصلی بانی ہین نورالدین جہانگیر کے عہد مین مزار مبارک پر سیپ کے کام کا نہایت نفیس و لطیف چھپر کھٹ
چڑھایا اور شاہجہان کے عہد مین کل عمارت کی مرمت کیگئی اور اسی زمانہ یعنے ۱۰۶۳ھ ہجری مین خلیل اللہ خان نے مزار کے
گرد سنگ سرخ کی غلام گردش بنائی اور ہر ضلع مین پانچ پانچ در رکہے کہ سب ضلعون کے در ملکر بیس ہو گئے مدت تک یہ غلام گردش
بنی رہی بعد کو جناب مولوی فخرالدین صاحب نے تجویز کی کہ سنگ سرخ کی غلام گردش کی جگہ سنگ مرمر کی غلام گردش
بنائی جاے چنانچہ سنگ مرمر کے ستون خریدے گئے اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا مگر چونکہ اثنائے تعمیر ہی مین مولانا کی
حیات کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک گیا اسلئے تعمیر کا کام نامکمل رہا بعدہ نواب احمد بخش خان والی فیروزپور جہرکہ نے ان سنگ مرمر کے
ستونون کو سنگ سرخ کے ستونون کی جگہ لگایا مگر محرابین اب تک سنگ سرخ ہی کی رہین لیکن آخری دور مین فیض اللہ خان
بنگش نے ۱۲۲۷ھ ہجری مین سنگ سرخ کی چھت کے نیچے تانبے کی چھت جڑوادی اور اسپر سنہری و لاجوردی کام بنوا دیا لیکن
ابھی تک مقبرہ کا گنبد چونہ کا تھا اور غلام گردش کے بننے سے بہت ہی پست ہو گیا تھا اسلئے اکبر شاہ ثانی نے سنگ مرمر کا برج
تعمیر کرایا اور اسپر بہت ہی نفیس سنہری کلس چڑھایا چنانچہ وہی عمارت اب تک موجود ہے شوال اور ربیع الثانی کی سترہوین تاریخ
یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے اور ہزارہا آدمی آکر رات کو رہتے ہین مشائخون کی مجلسین گرم رہتی ہین اور بڑی
دھوم دھام کی رونق ہوتی ہے ۔

اس منارہ مبارک کے پہلو مین مشہور جماعت خانہ کی ایک نہایت وسیع و قوی عمارت بنی ہوئی ہے جسکے پانچ در اور جسپر تین گنبد ہین
سلطان علاؤالدین خلجی کے فرزند خضر خان نے غالباً ۷۱۲ سنہ ہجری سے پیشتر بنایا ہے مسجد کا یہ حصہ بہت بے نظیر اور عالیشان ہے
سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے لیکن اسکے برج کو دیکھکر نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اتنے بڑے گنبد کا برج کس طرح بنا ہوگا
جسکا صرف درمیانی قطر چودہ گز کا ہے اس برج مین ایک ستون اکثر الٹک رہا ہے جسکو لوگون نے سونے کا خیال کر کے اگرچہ بہتری
گولیان ماری ہین مگر وہ گر کر اگرا نہین لیکن باوجود تحقیق کے معلوم نہین ہوا کہ یہ کس چیز کا ہے اسکے بعد جب سلطان غیاث الدین
تغلق کا بیٹا سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا جس نے اپنے تئین عادل شاہ مشہور کیا اور جو آخر کو سلطان خونی کے لقب سے پکارا
گیا تو اس نے اس برج کے داہنے بائین جانب دو برج اور بنا دیے اور ان دونون برجون مین آگے پیچھے دو برج قائم کر دیے ان
دونون کو ملا کے چار برج اور خضر خان کا بنایا ہوا بیچ کا برج ملا کر مسجد پانچ برج کی ہو گئی یہ دونون برج غالباً ۷۲۵ سنہ
ہجری کے بعد تعمیر ہوئے ہین درگاہ اور مسجد کا تمام فرش سنگ مرمر کا ہے جسے محمد شاہ بادشاہ نے بنوایا ہے درگاہ کے صحن مین جنوب کی طرف
تین محجر ہین ایک جہان آرا بیگم کا دوسرا محمد شاہ کا تیسرا مرزا جہانگیر کا۔

جہان آرا بیگم کا محجر سر سے پاؤن تک سنگ مرمر کا ہے جسکے گرداگرد سنگ مرمر کی بڑی خوبصورت کھدی ہوئی جالیان
لگی ہوئی ہین اسمین چار قبرین ہین تین بڑی ایک چھوٹی جہان آرا بیگم شاہجہان بادشاہ کی بیٹی اور بدقسمت دارا شکوہ کی
حقیقی بہن تھی جو شاہجہان کے تخت و تاج کا وارث تھا اور آخرکار آسانی سے شکست کھا کر اپنے چھوٹے بھائی اورنگ زیب کے
ہاتھ سے مارا گیا جو اپنے باپ کو تخت سے معزول کر کے خود تخت نشین ہو گیا تھا جہان آرا بیگم حسن و جمال مین شہرہ آفاق تھی اور اسے
خواجگان چشت سے نہایت اعتقاد تھا اس نے تین کرور روپیہ کا اپنا تمام مال و اسباب یہان کے خادم کو دیکر یہ زمین اپنے مدفن کیلیے
خریدی تھی لیکن عالمگیر نے دو کرور روپیہ اسمین سے یہ کہکر لے لیا کہ تہائی سے زیادہ مین وصیت جائز نہین اس زمانہ کے فرنگستانی
سیاح جہان آرا کی نسبت بڑی غمگین و رنجین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس نے اورنگ زیب کی عداوت سے مطعون جاہ و جلال کو
نہایت بیوقعتی کی نظر سے دیکھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اسکے دربار کی شرکت حاصل کرنی پسند نہین کی بلکہ باپ کے ساتھ آگرے
قید کے زمانہ مین آگرہ ہی رہنا پسند کیا اورنگ زیب پر یہہ بھی شبہہ کیا گیا تھا کہ اسے قتل کرنے کو دہلی لے گیا تھا مگر برنیر کہتا ہے
کہ مجھے معلوم ہے کہ اسے اورنگ زیب کے حکم سے آگرہ سے نکال لے گئے اور وہان وہ مدتون ہی بابا اپنی بہن کے انتقال کے بعد بھی
سنہ ۱۰۹۲ تک زندہ رہی۔ اس محجر کو جہان آرا بیگم نے اپنے سامنے بنایا تھا لوح مزار پر یہ الفاظ کندہ ہین۔ کہتے ہین کہ اس
کتبے کا کچھ حصہ اس نے خود لکھا ہے۔

ہو الحی القیوم۔ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا ✱ کہ قبرپوش غریبان ہمین گیاہ بس است ✱ الفقیرۃ الفانیۃ جہان آرا

مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان۔

اسی مسجد کے متصل دوسری مسجد محمد شاہ بادشاہ کا ہے جو لطافت و نفاست مین پہلے مسجد سے بہت بہتر ہے اس مسجد کا سنگ مرمر ایسا آبدار اور خوشرنگ ہے جسکے آگے موتی کی جلا بالکل ماند معلوم ہوتی ہے گل بوٹے بیل پتے منبت کاری کے بے مثل اور لاجواب بنے ہوئے ہین سنگ مرمر کی جالیان ایسی عجیب و غریب بنی ہوئی ہین کہ دور سے قبر کے گرد نور کی چادر تنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسمین سات قبرین ہین ایک خاص محمد شاہ کی دوسری انکی ملکہ کی تیسری محمد شاہ کے پوتے مرزا کلو کی چوتھی مرزا عاشوری کی اور تین قبرین دیگر سلاطین کی۔ محمد شاہ نے اپنی زمانہ زندگی ہی مین یہ بیش قیمت مول لیکر اپنا مقبرہ بنایا تھا مسجد کے دروازہ مین سنگ مرمر کے ایک پتھر کے قد آدم دو پٹ لگے ہوے ہین جنکی نظیر کہین ڈھونڈنے سے ہی نہین ملتی اسکے متصل ہی مرزا جہانگیر کا مقبرہ ہے اور بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے مقبرہ کی نقل اتاری گئی ہے گو مرزا جہانگیر کے مقبرہ مین محمد شاہ کے مقبرہ کی نسبت کام بہت باریک و نازک ہے اور جالیان بھی بہت ہی لطیف و باریک ہین لیکن سنگ مرمر ایسا آبدار اور خوشرنگ نہین ہے۔ محمد شاہ کے مقبرہ پر ایک قسم کی ملاحت ہے اور مرزا جہانگیر کے مقبرہ پر جو کہاین برستا ہے۔ مقبرہ کا چبوترہ زمین سے کئی فیٹ اونچا ہے جسپر سیڑہیون سے چڑہ سکتے ہین قبر کا تعویذ بڑی دستکاری کا بنا ہوا ہے جو بہت ہی صاف سنگ مرمر کا ہے اور اسمین پھول پتیان کہدی ہوئی ہین۔ مرزا جہانگیر۔ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا فرزند ہے جس نے سٹین صاحب کو جو دہلی کا رزیڈنٹ تھا تمنچہ مارا تھا اس وجہ سے حکام انگریزی نے اُسے نظر بند کرکے الہ آباد بہیجدیا تھا اس نے وہین انتقال کیا نواب ممتاز محل اکبر بادشاہ کی بی بی نے اپنے مرحوم فرزند کی لاش دہلی منگوائی اور یہان دفن کرکے مقبرہ بنایا اس مقبرہ کی تاریخ ٹھیک طور پر معلوم نہین ہوتی لیکن قیاساً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۴۰ ہجری مین تعمیر ہوا ہوگا الغرض اس احاطہ مین ہر قسم کے جالیدار اور کہدے ہوئے سنگ مرمر کے پتھر پائے جاتے ہین جو پانچ صدی تک کے ہونگے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج بنے ہین۔

حضرت نظام الدین اولیا ہی کے احاطہ مین حضرت امیر خسرو کی درگاہ ہے جو حضرت نظام الدین کے بڑے مشہور مرید گذرے ہین انکا اصلی نام ابو الحسن اور والد کا نام سیف الدین محمود ہے جو بڑے امرائے نامدار مین سے تہے امیر خسرو نے بہی مدت تک امیری کی اور امیری سے خسروی تک نوبت پہونچی آپکو اپنے پیر سے سخت محبت تھی جب حضرت نظام الدین کا انتقال ہوا تو آپکو بہت غم ہوا اور سارا مال و اسباب لٹا کر پیر کی قبر کے مجاور ہوگئے یہانتک کہ حضرت کے انتقال کے چھہ مہینے بعد انیسوین ذیقعدہ سنہ ۷۲۵ ہجری جمعہ کی شب کو سفر آخرت قبول کیا اور پیر کے مزار کی پائنتی مدفون ہوگئے عرصہ تک آپکا مزار بلا گنبد و مقبرہ رہا لیکن سنہ ۱۰۱۴ ہجری جلال الدین اکبر اور نور الدین جہانگیر کے وسطی عہد مین محمد عماد الدین حسن طاہر نے مزار مبارک پر مقبرہ اور سنگ مرمر کا بہت نفیس و لطیف گنبد بنایا۔ گنبد کے گرد سنگ سرخ کی جالیان آدمی کے گلے تک کی لگی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف ان جالیون پر مقبرہ این

درگاہ حضرت امیر خسرو

قائم کرکے چھت پاٹی تھی۔ حضرت امیر خسرو کے مزار کی پائینتی مردہ اکرم کی قبر ہے جس نے مشہور دالان بنوائی دروازہ کے باہر تعمیر کرائی تھی۔

حضرت نظام الدین اولیا کے روضہ کے قریب جو اہم مقبرہ اتگہ خان شمس الدین محمد خان المخاطب اعظم خان کا مقبرہ واقع ہے جسے اسکے بیٹے کوکلتاش خان نے سنگ سرخ اور سنگ مرمر سے ۹۷۴ھ ہجری میں بنایا اعظم خان کی بیوی نے اکبر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا اس سبب سے اسے اتگہ کہا کرتے تھے۔ اکبر کے عہد میں اسے بڑا عروج تھا اور تمام سلطنت کا وکیل مطلق کہلایا جاتا تھا اسی حسد کی وجہ سے ادہم خان نے بارہویں رمضان ۹۶۹ھ ہجری میں اسے قتل کرا ڈالا پھر بادشاہ نے اسکے قصاص میں ادہم خان کو قلعہ سے دو دفعہ گرا کر مروا ڈالا چنانچہ اس واقعہ کی تاریخ "دو خون شد" ہوئی اور تاریخ وفات میں یہ اشعار زبان زد خلائق تھے۔ خان اعظم سپاہ اعظم خان ÷ کہ چو او کس درین زمانہ ندید ÷ بشہادت رسید ماہ صیام ÷ شربت موت روزہ دار چشید ÷ کاش سال دگر شہید شدے ÷ گر شدے سال فوت خان شہید ÷ اس مقبرے کے اندر و باہر قرآنی آیات کندہ ہیں اور نقش و نگار کے بیل بوٹے ایسے اچھے بنے ہوئے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔

مقبرہ اتگہ خان کے متصل ہی ایک اور عجیب و غریب عمارت ہے جو بشکل مربع سر پا سنگ مرمر کی بنی ہے اور رنگ سنگ مرمر کے چونسٹھ ستونوں پر چھت قائم ہے اسلئے اسے چونسٹھ کھمبہ کہتے ہیں اس میں مرزا عزیز کوکلتاش خان کی قبر ہے جو اعظم خان کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کا کوکا تھا۔ یہ سنگ مرمر کا بڑا بھاری کمرہ ہے جسکے ۲۵ چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں اور جن ستونوں پر یہ گنبد بنے ہوئے ہیں ان پر نہایت عمدہ نقش و نگار محرابیں بنی ہوئی ہیں چاروں طرف سنگ مرمر کی خوشنما جالیاں لگی ہیں اور نہایت باریک و نازک کام کیا ہوا ہے الغرض ایک عجیب عمارت ہے اور خاندان مغلیہ کے پہلے تاجداروں کے زمانہ کا اچھا نمونہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت اسلئے بنائی گئی ہوگی کہ کل خاندان کے لئے مقبرہ کا کام دے۔

حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ کے باہر والے دروازے کے متصل جو مغرب کی جانب ہے یہی سڑک جاتی ہے اسکی انتہا پر صفدر جنگ یا منصور کا مقبرہ ہے جو قطب والی سڑک کے داہنی جانب واقع ہے اصل میں یہ مقبرہ نواب منصور علیخان المخاطب صفدر جنگ نے تعمیر کرایا تھا جو احمد شاہ بادشاہ کا وزیر سلطنت تھا مقبرہ ایک باغ میں واقع ہے جسکے چاروں طرف سے بلند دیواریں محیط ہیں۔ اسکے چاروں کونوں پر سنگ خارا کے چار بڑے بڑے برج قائم ہیں جو دور سے نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں باغ کے تین طرف جو تقریباً تین سو گز مربع ہوگا رہنے والوں کے واسطے عمدہ عمدہ بارہ دریاں بنی ہوئی ہیں اور چاروں طرف بڑے بڑے لمبے نالے بنے ہوئے ہیں۔

برسفورڈ اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ یہ مقبرہ ایک وسیع چبوترہ پر کھڑا ہے جسکے نیچے پتھر کا ایک خوبصورت گنبد ہے اُسمین کچی مٹی کی ایک قبر بنی ہوئی ہے جسپر قبرپوش ہکار رہتا ہے اور روز تلے تازے پھول ڈالے جاتے ہین پہلی منزل کے بیچ مین ایک سنگ مرمر کا تابوت ہے اور نہایت عمدہ طور سے پچی کاری کیا ہوا ہے اُسکی جلا مین ایسی روشنی ہے کہ چراغ کی روشنی بہی اسکے سامنے ماند پڑجاتی ہے کل عمارت پر سنگ مرمر کا گنبد ہے اور بہت ہی مرمت طلب ہے بلحاظ مقبرہ ہونے کے یہ بڑی شاندار عمارت ہے جسے نواب شجاع الدولہ خلف صفدر جنگ نے بنوایا تہا اسکے بعض حصے تو مثلاً گمرون کے گنبد اور چہتین ایسی عمدہ ہین جسکی نظیر اسکے پاس پڑوس کی کسی عمارت مین نہین ملتی اب عمارت بلا مرمت پڑی ہے، حکام انگریزی نے جو مرمت چونہ وغیرہ کی کی ہے وہ ایسی بہدی اور ناموزون ہے جس نے کل عمارت کو خراب کر دیا ہے۔

صفدر جنگ اصل مین سعادت خان کا بہتیجا تہا جو ابتدا مین اودھ کا وبسرائے اور سلطنت کا وزیر تہا۔ صفدر جنگ اپنے چچا کے بعد اُسکا جانشین ہوا جب بہادر غازی الدین خان (جو اُس ترکمانی امیر کا پوتا تہا جس نے حیدر آباد کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تہی) نے صفدر جنگ کو دہلی کی تدابیر ملکی مین مغلوب کیا تو صفدر جنگ اودھ کو چلا گیا پہر اُ جبکہ احمد شاہ بادشاہ اُسکی گہات مین لگا ہوا تہا صفدر جنگ نے ہر طرح سے کوشش کی کہ روہیلکھنڈ کے مقبوضہ صوبہ مین جہان سے اُس نے پہلے فتح کو جو ایک بہادر پٹہان تہا نکالدیا تہا اپنی سلطنت کا پنجہ جمائے اور اب جبکہ دیوان عام و خاص ہمیشہ سازشون سے چہین لئے گئے تہے صفدر جنگ نے ایک دفعہ اور اپنی توجہ اُن سازشون کی طرف پہیری اور اپنے فائدہ کے لئے اُنہین لڑائی کا بیج بونے کی کوشش کی اور قبل اسکے کہ اُسکی تدبیر کچہہ گل کہلاتی وہ ۱۷۵۴ء مین مرگیا لیکن اس تدبیر کی وصیت اُس نے اپنے بیٹے کو کی جسکے ہاتھ سے خود اُسکے اور اُسکے انگریزی مددگارون کے واسطے وہ عمدہ اور نتیجہ خیز پہل لائی۔

یہ مقبرہ ۱۱۶۷ ہجری مین بنکر طیار ہوا جیسا کہ اس تاریخی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے جو مقبرہ کے دروازہ پر کندہ ہے اور وہ یہ ہے ۔ چون صفدر عرصہ مردمی ٭ زدار فنا گشت رحلت گزین ٭ چنین سال تاریخ او شد رقم ٭ کہ بادا مقیمی بہشت برین ٭ مقبرہ کی چہت پر چڑہنے سے سامنے سڑک کی بائین جانب چار قبرون اور مسجد کا ایک مجموعہ نظر آتا ہے جنمین سے بڑی قبر سکندر لودہی کی ہے اور جنوب کی طرف کی دو قبرین اور مسجد شاہان سادات کے وقت کی معلوم ہوتی ہین۔ ایک یورپین مورخ کا بیان ہے کہ صفدر جنگ کے مقبرہ سے ہمایون کے مقبرہ تک جو تقریباً تین میل کا رستہ ہے ایک چہرا ہا تہ ہے جسکی بائین طرف خیرپور کے علاقے ہین اور تقریباً صفدر جنگ کے مقبرہ کے دروازہ کے سامنے چار مقبرون کا ایک گروپ اور ایک مسجد ہے جو غالباً پٹہانون کے زمانہ کی ہے۔ جنرل کننگہم نے اپنی ایک چٹہی مین جو اُس نے

سکریٹری لوکل فنڈ دہلی کے نام لکھی بیان کیا ہے کہ شمالی گروپ جسمین دو ہشت پہلو مقبرے اور ایک سات دروازہ کا پل شامل ہے یہان کے باشندے انہین خاندان لودہی کے وقت کا بتاتے ہین بڑے مقبرہ کو جو ایک احاطہ مین واقع ہے سکندر لودہی کا کہتے ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ ان کا ایسا خیال بالکل درست ہے اب ان جنوبی گروپ جسمین برج دو مقبرے اور ایک مسجد ہے میری رائے مین اس سے پہلے کے زمانہ کے ہین اور عمارت کی طرز سے مین ایسا ہی نتیجہ نکال سکتا ہون کیونکہ یہ عمارات لودہی کے زمانہ کی عمارات سے بہت مختلف ہے اور اسی طرح خاندان سادات کی عمارات سے بھی مشابہ نہین یہ مسجد جو ان عمارات کے متعلق ہے صرف یہی ایک نمونہ فیروز شاہ کے وقت کی مسجد کا باقی رہ گیا ہے تیمور یا تمرلنگ کی توجہ خاص جبکہ اس نے ۱۳۹۸ء مین ہندوستان کو پامال کیا اس مسجد کی طرف اسقدر مائل ہوئی کہ وہ ان تمام معمارون کو جنہون نے اس عمارت کو بنایا تھا سمرقند لیگیا اور اسی نمونہ کی اپنے دار الخلافہ مین ایک مسجد بنوائی - اس مسجد کے سامنے کا رخ بالکل کتبون اور بیل بوٹون سے بھرا ہوا ہے اور یہ سخت چونہ کی بنی ہوئی ہے جو ابتک بالکل تازہ اور روشن نظر آتی ہے گو پوری پانچ صدیان گذر چکی ہین مگر اندر کی دیوارین جو پیشتر کتبون اور گلکاریون سے آراستہ ہین ابتک ایسی مکمل اور روشن نظر آتی ہین جیسے شروع مین تہین - اس خوبصورت عمارت کے دیکھنے سے اس رستہ کے طے کرنے کی محنت وصول ہو جاتی ہے جو اس تک پہنچنے کے واسطے کرنا پڑتا ہے -

احاطہ کے جنوب کا مقبرہ بھی بہت خوبصورت ہے اور ابتک ٹوٹ پھوٹ سے بچا ہوا ہے اس کا گنبد ایسی عمدہ شکل کا بنا ہے کہ یورپ مین شاید ہی اسکی نظیر ملے یہ عمارت ذرا بعد کے زمانہ کی اور زیادہ مزین طرز کی معلوم ہوتی ہے - اس عمارت کے متصل ہی حوض خاص اور فیروز شاہ کا مقبرہ ہے اور اسی زمانہ کی دیگر عمارتین جو پٹھانون کے دوسرے عہد کی ہین بیگم پور اور روشن چراغ دہلی مین پائی جاتی ہین -

حوض خاص - یہ موضع قطب کے شمال مین پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہوگا لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ کی طرف سے یہان سیاح باسانی پہونچ سکتا ہے گو گاڑی کی سڑک یہانتک نہین ہے لیکن صفدر جنگ کے مقبرہ سے یہانتک چندان فاصلہ نہین - فیروز شاہ کا بنایا ہوا نہایت دلکش اور فرحت بخش حوض ہے جو کسی زمانہ مین بے مثل اور عدیم النظیر ہوگا لیکن اب بالکل شکستہ اور بری حالت مین ہے یہانتک کہ اس مین پانی مطلق نہین ٹھیرتا بالکل سوکھا پڑا رہتا ہے اور زمیندار کھیتی باڑی کرتے ہین - حوض کے جنوبی ضلع مین نشست گاہ کے کچھ مکانات بنے ہوئے ہین اور اسی طرف فیروز شاہ کا مقبرہ بھی ہے جس کے دروازہ کی پیشانی پر کہین کہین ٹوٹا ہوا کتبہ نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض اور مکانات تو فیروز شاہ کے بنائے ہوئے ہین اور مقبرہ

اُسکے فرزند سلطان محمد شاہ کا تعمیر کیا ہوا ہے جو اپنے بھتیجے ابو بکر شاہ کے مرنے کے بعد ۷۹۲ھ ہجری مین تخت نشین ہوا تھا
حوض خاص اسکی بیگہ پختہ مین ہے، اور یہان بہت سے چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہین۔ حوض کے پاس ہی ایک
کوس کے فاصلہ پر میرن زبیر خان کا مقبرہ ہے جو عہد فیروز شاہ کے دو بڑے نامی اور مشہور امرا تھے چنانچہ موضع میر پور
اور وزیر پور ابتک مشہور ہے۔

بدیع منزل یا جہان نما

حوض خاص کے سامنے قطب کو جاتے ہوے ایک نہایت رفیع و دلچسپ عمارت نظر آتی ہے جسے بدیع منزل
یا جہان نما کہتے ہین لیکن عوام مین بجے منڈل کے نام سے مشہور ہے یہ ایک عجیب قسم کے کھنڈرات کا ڈھیر ہے معلوم
ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان بڑے بڑے تکلف کے مکانات ہونگے مگر اب کچھ باقی نہین رہا صرف ایک گنبددار برج ہے
لیکن عجیب طرح کا برج ہے ایک بلند برج پر چار دروازون کا کمرہ بنا ہوا ہے اور اُسکی دیوار مین سے اوپر جانے کیلئے
زینہ رکھا ہے جہان سے بہت بڑی سیر دکھائی دیتی ہے اسکے اوپر اگلے زمانہ مین ایک بڑی خوشنما سنگین بارہ دری
تھی جو اب ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گئی مگر اوپر چڑھکر دیکھنے سے اُسکے نشانات معلوم ہوتے ہین گذشتہ زمانہ مین
اس قسم کے مکانات عرض لشکر کے لئے بنائے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ مکان بھی اسی لئے بنایا گیا ہو۔

بیگم پور

بدیع منزل کے سامنے بیگم پور کی اونچی فصیل دکھائی دیتی ہے جو پٹھانون کی کاریگری کا ایک
عجیب پرانا نمونہ ہے اور حسین خان جہان خان فیروز شاہی کی بنائی ہوئی مسجد ابتک کھڑی ہے یہ مسجد بعینہ
کھڑکی جیسی مسجد معلوم ہوتی ہے اور عموماً تراش خراش مین اسقدر مشابہ ہے کہ اگر اسکی تعمیر کی تاریخ فیروز شاہ کے
زمانہ مین بتائی جائے تو مضائقہ نہین۔ بیگم پور ایک بہت بڑا احاطہ ہے جسمین جانے کے لئے سیڑھیان بنی ہوئی
ہین جو اسوقت بہت خراب خستہ حالت مین ہین یہ موضع اُس سڑک کی بائین جانب ۸۰۰ گز کے فاصلہ پر
واقع ہے جو دہلی سے قطب کو جاتی ہے اور قطب یہان سے کوئی تین میل کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس احاطہ کے دیکھنے کے بعد
معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہان پہلے زمانہ مین کوئی قلعہ ہوگا کیونکہ یہان بہت سے مربع ستون اور نوکدار محرابین نظر
پڑتی ہین۔ ان مربع ستونون اور نوکدار محرابون اور عام مذہبی طرز اور غیر مزین اکھڑ ہیئت سے جو اسمین پائی
جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پٹھانون کے دوسرے عہد کی عمارتون مین سے ہے۔ جنوب کی جانب ایک غیر مستعمل
مسجد ہے جس کا ایک بڑا پھاٹک خندق سے گھرا ہوا ہے اور ایک بہت بڑا سادہ برج قائم ہے۔

روشن چراغ دہلی

یہان سے روشن چراغ دہلی کا فصیل دار قصبہ مشرق کی جانب تقریباً دو میل ہوگا یہان شیخ نصیر الدین محمود کا
مزار ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ اعظم اور بڑے ولی اللہ تھے، انکا ہی روشن چراغ دہلی لقب سے مشہور

ہونے کی وجہ یون بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے مخدوم جہانیان سے عین طواف کعبہ مین دریافت کیا کہ دلی
مین اب کون بزرگ ہین مخدوم صاحب نے فرمایا کہ اسوقت دلی کا چراغ شیخ نصیر الدین محمود سے روشن ہے اُس زمانہ سے
آپکا لقب روشن چراغ دہلی ہو گیا سلطان فیروز شاہ کو آپ سے بہت کچھ اعتقاد تہا اُس نے آپکی حیات ہی مین اس
درگاہ کا گنبد ۷۴۹ھ ہجری مین بنوادیا تہا جب ۷۵۷ھ ہجری رمضان کی اٹھارہوین تاریخ جمعہ کے دن آپ کا
انتقال ہوا تو اسی گنبد مین مدفون ہوے ۔ اس گنبد کے بارہ در ہین جنمین سنگ سرخ کی جالیان جڑی ہوئی ہین
اور سنگ خارا کے مضبوط ستون لگے ہوے ہین جنوب کی طرف کے ایک در مین گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے ۔ گنبد چونے
پتھر سے بنایا گیا ہے اور اسپر ایک سنہرا کلس چڑہا ہوا ہے گنبد کے اندر ایک سنہرا کٹورا لٹکتا ہے ۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد
مین مرزا اعظم حیدر شہزادہ نے گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوائی تہی لیکن یہ بارہدری ایسی بودی بنی
تہی کہ دس سال کے بعد گر پڑی ۔ گنبد کے پاس ہی چونے پتھر کی ایک مسجد ہے جو فرخ سیر کے عہد مین تیار ہوئی ۔
گنبد کے متصل دو اور برج ہین غربی برج مین حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتی سوتی ہین اور شرقی برج مین
مخدوم زین الدین صاحب کی قبر ہے انکے علاوہ پٹھانون کے وقت کے دو گنبد اور ہین جنکی تاریخ معلوم نہین ہوتی
درگاہ کی چار دیواری اور شمال کی طرف تین در کا دالان اور چھوٹا سا سنگین اٹہرہ مولوی فخر الدین صاحب نے بنوایا ہے
ہر سال رمضان کی سترہوین تاریخ یہان بہت بڑا عرس ہوتا ہے ۔ شیخ نصیر الدین محمود کے انتقال کے بارہ برس
بعد یعنے ۷۷۵ھ ہجری مین فیروز شاہ نے درگاہ کا دروازہ بنایا اور اُسپر ایک گنبد قایم کیا دروازہ کے باہر تمام خادمون نے
ملکر ایک بڑا دالان لوگون کی رہایش کیلیے تعمیر کرایا ۔ درگاہ کے پاس ایک بستی آباد ہے جس مین ہر قسم کے لوگ سکونت
پذیر ہین محمد شاہ بادشاہ نے بستی کے گرد اگرد روپے چار لاکہہ روپیہ کی لاگت سے فصیل بنوادی جس مین چار دروازے
اور ایک کہڑکی تہی لیکن تین دروازے زیادہ خطرناک ہونے کی وجہ سے بند کر دیئے گئے ۔

مقبرہ سلطان لودی

درگاہ کے عقب مین سلطان لودہی کا مقبرہ ہے جس کے صحن مین بہت سی قبرین بنی ہوئی ہین جو کم و بیش
معاینہ کے لایق ہین اور اچہی حالت مین ہین اس مقبرہ کو بنے ہوے تین سو اڑسٹھ سال کے قریب عرصہ گذرا ہی
خاص طرز مین عجیب و غریب ہے نیچے محراب نما بارہ در ہین اور اوپر پانچ برج قایم ہین خدام نے اس مقبرہ مین کچی اینٹین
چنکر سکونت اختیار کر کے تمام مقبرہ کی رونق کہو دی ہے ۔ اس مقبرہ کے پاس ہی سنگ سرخ کا ایک نامعلوم
مسجد ہے جس مین دو قبرین موجود ہین ۔
اسی نواح مین بیگم پور کے متصل اور ست پلہ کی کروٹ مین اس سڑک سے داہنی ہاتہہ کو جو دہلی کو جاتی ہے تین میل کے

فاصلہ پر اور قطب سے ڈہائی میل کے قریب کہرکی کے گانون مین ایک قلعہ اور ایک مسجد ایک ہی زمانہ کی ملین گی اس مقام پر
خان جہان فیروز شاہی نے ایک مسجد بنائی ہی جو اب کہرکی کی مسجد کے نام سے مشہور ہے یہ ایک بڑی عمارت ہے، جو بلند اور مرتفع
سطح پر کہڑی ہے پکے سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سیاہ استرکاری کی ہوئی ہے جس سے نہایت خوشنما سیاہ معلوم
ہوتی ہے ایک مربع عمارت ہے جسکے چارون کونون پر ۸۰ فیٹ کے چار بلند مینار کہڑے ہین قبلہ کی جانب چہوڑ کر تین طرف
تین بڑے دروازے ہین عمارت دو منزلہ ہے اور چہوٹے چہوٹے چوراسی گنبدون سے جو صاف اور ٹہوس بنے ہوئے ہین مکلل ہے
باوجودیکہ اسکی تعمیر کو چارسو چہاسی برس کے قریب عرصہ گذرا مگر تمام عمارت ابتک ٹوٹ پہوٹ سے بچی ہوئی ہے صرف
شمال مشرق کے گوشہ کی چہت اس آتشزدگی کی وجہ سے گر پڑی ہے، جو اب سے ستر برس پیشتر واقع ہوئی تہی
تمام مسجد مین سینکڑون ستون لگے ہوئے ہین جو پکے سنگ خارا کے ہین نیچے کے درجہ مین ۳۴ ۱۵ چہوٹے چہوٹے حجرے
ہین جنکی چہتین لداؤ کی ہین اور ہر حجرہ ۱۰ فیٹ مربع ہوگا اسی طرح ہر دروازہ کے نیچے ایک حجرہ ہے، اور ہر مینار کے نیچے بہی
اوپر کی منزل مین چڑہنے کیواسطے تین دروازے ہین جو جنوب مشرق شمال کیطرف واقع لیکن اب صرف شمالی دروازہ کہلا
ہوا ہے مسجد کے اندر سامنے اور دائین بائین سہ دریان ہین جو اکہرے اور دوہرے اور چوہرے ستونون پر قائم ہین صحن مسجد مین چار
چوک چہوڑے گئے ہین جو نہایت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہین اب یہان گوجر آباد ہین اور اُنہون نے تمام در بند کرکے گہر بنائے
ہین اگرچہ عمارت زیادہ خوبصورت نہین ہے، لیکن چونکہ علم تعمیر کے لحاظ سے ایک اعلے درجہ کی عمارت ہے اس لئے
ضرور دیکہنا چاہیے۔

تمبر جا مبارک پور کے گانون کے قریب تین بڑے برج اُس سڑک کی بائین طرف واقع ہین جو مقبرہ صفدر جنگ سے
سیدہی قطب کو جاتی ہے لیکن سواری پر وہانتک پہونچنا مشکل ہے، انکی تعمیر کی تاریخ اگرچہ پورے طور پر تحقیق نہین ہوئی
مگر مشہور کرتے ہین کہ ایک برج بڑے خان ایک چہوٹے خان ایک کالے خان کا ہے سب سے بڑا برج جو بڑے خان کی طرف منسوب ہے
پٹہانون کے شروع زمانہ کا ہے اور اسکی عمارت بہی فی الجملہ اچہی ہے، سینکڑون اور برجونکی طرح جو چارون طرف معدوم ہو رہے
ہین یہ بہی کم و بیش شکستہ ہو گئے ہین یہ اصل مین سنگ خارا اور بہربہرے پتہرون سے بنے ہوئے ہین اور کہین کہین
سنگ سرخ بہی لگے ہوئے ہین ہر چند کہ یہ قدیم عمارت ہے، مگر چندان معائنہ کے قابل نہین ا. کی کیفیت
سڑک پر سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مبارک پور کوٹلہ ان تینون برجون کے قریب مبارک پور کے گاؤن مین ایک مقبرہ واقع ہے جو مبارک شاہ کا
مقبرہ کہلایا جاتا ہے اسکی تاریخ تعمیر سنہ ۱۵۴۲ء اور ۱۵۴۵ء کے درمیان شیر شاہ کے عہد مین معلوم ہوتی ہے
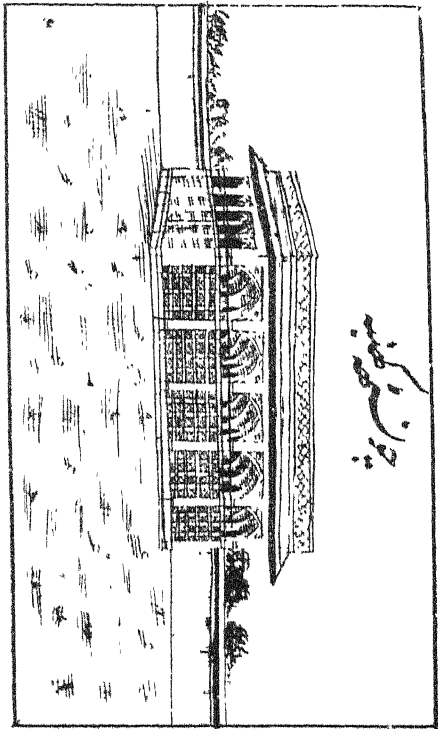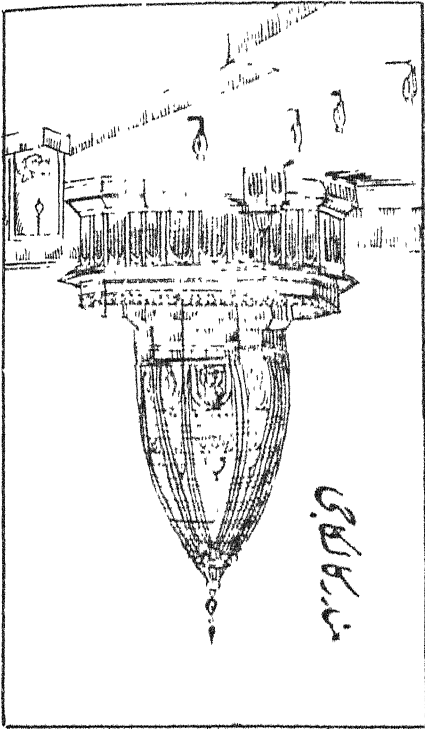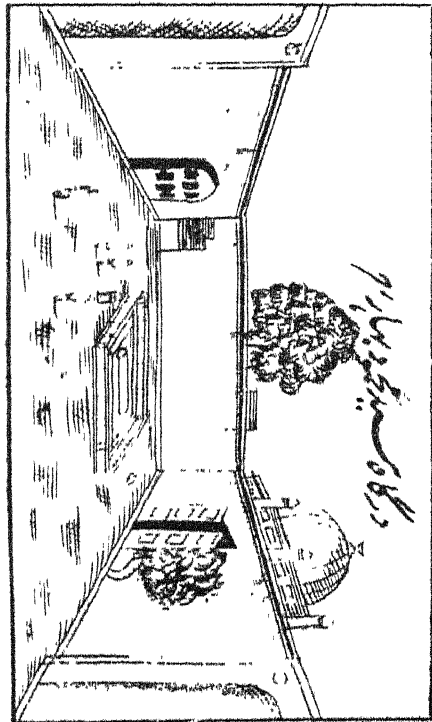
منار کالکاجی

چونسٹھ کھمبہ

روشن چراغ دہلی

درگاہ سید محمود بہار
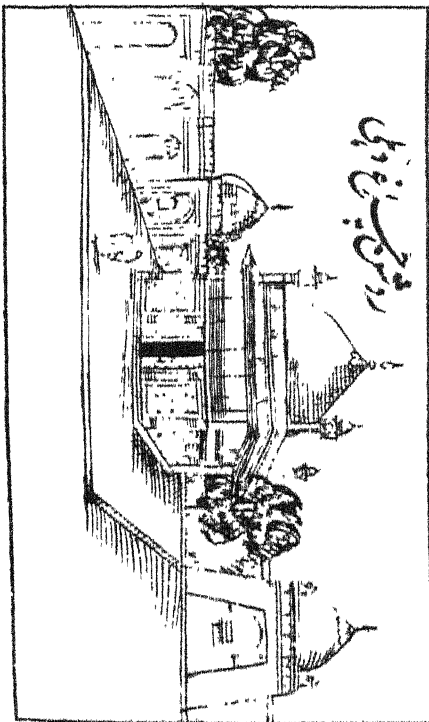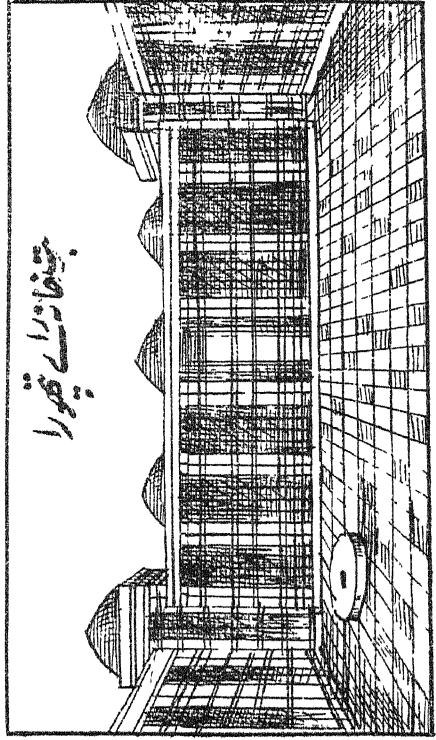
مسجد قوت الاسلام
قطب مینار
بت خانہ رائے پتھورا
درگاہ امام ضامن
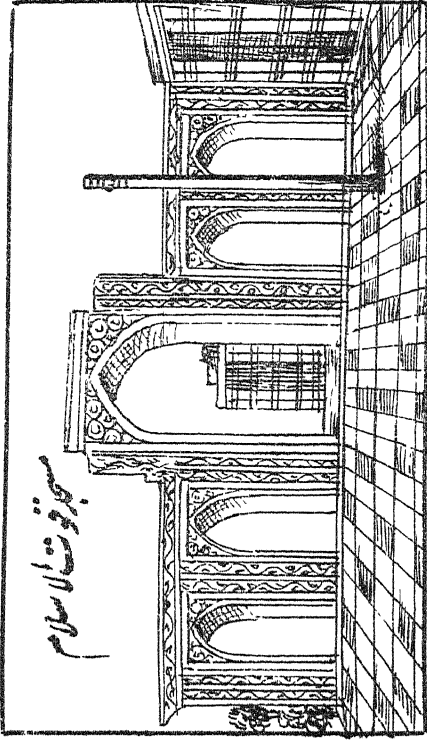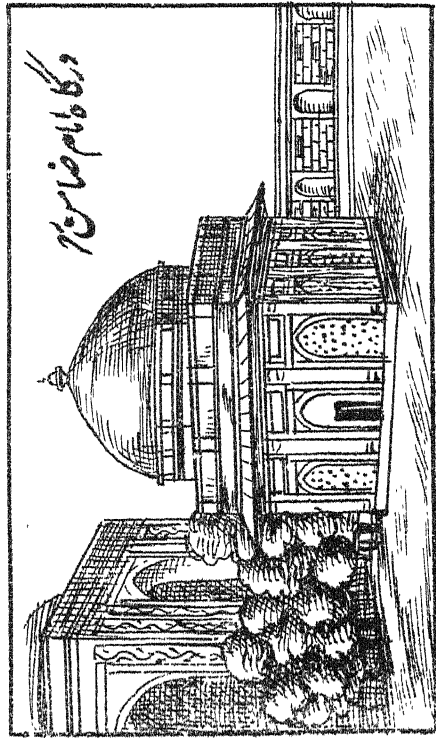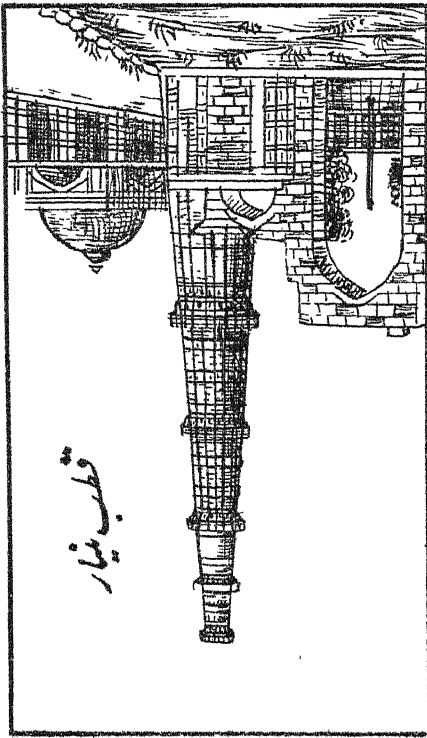
کیونکہ یہ عمارت اُس عہد کی عمارتون کے بہت مشابہ ہے اور عیسیٰ خان کا مقبرہ ہمایون کے مقبرہ کے پاس ہے۔ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اس طرح بصورتی سے لگایا گیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اندر نو قبرون کا مکان ہے اور اُسکے اردگرد نہایت خوبصورت مثمن غلام گردش ہے اگر اس مقبرہ کو معز الدین ابو الفتح مبارک شاہ کا مقبرہ تسلیم کیا جائے تو اس کو بنے ہوئے سوا چارسو برس کا عرصہ گذرا کیونکہ مبارک شاہ پانچ رمضان ۸۳۸ھ ہجری مین فوت ہوا مگر اسکی ہیئت دیکھکر یقین نہین پڑتا کہ یہ عمارت اتنی مدت کی ہو۔

یہانتک ہم اُن مشہور اور قابل دید عمارات کا ذکر کرچکے جو شاہجہان آباد کے دہلی دروازہ سے قطب لاٹ تک دو طرفہ واقع ہین اب ہم خاص اُن عمارات کا ذکر کرینگے جو قطب اور اسکے نواح مین موجود ہین قطب پہنچکر سیاح جان لیتا ہے کہ مین ہندوستان کی پرانے معتبر زمانہ کی سیرگاہ پر پہنچ گیا ہون معتبر سندون کے مطابق یہان ایک وسیع شہر آباد تھا جسے بکرماجیت دوم نے ۵۷ء مین مغلوب کیا اس زمانہ کے بعد وہ شاہی قیامگاہ نہا اگرچہ لوہے کی لاٹ کی بابت کننگھم صاحب کی رائے ہے کہ گپتا راجاؤن نے ۳۱۹ء مین یہ لاٹ قائم کی تھی اسکے بعد کوئی معتبر خبر اس بابت نہین کہ دہلی یا دلی کی اصلیت کیا ہے حتے کہ اننگ پال نے اسے آٹھوین صدی عیسوی مین پھر آباد کیا یہ راجہ راجپوتون کی قوم تمار سے تھا کننگھم صاحب کا خیال ہے کہ پھر اسکے بعد دہلی شاہی قیامگاہ نہ رہی اور روز بروز تباہ و برباد ہوتی گئی لیکن بعد کو اسی قوم کے اور اسی نام کے راجہ اننگ پال دوم نے جو اپنے اجداد سے دارالخلافہ قنوج سے نکالدیا گیا تھا پھر آباد کیا مگر یہ تھوڑے زمانہ کے بعد بارہوین صدی مین اس خاندان کے راجپوتون کی ایک اور قوم چوہان نے مغلوب کیا جس نے اُس فصیل کے آگے کچھ اور فصیل بڑہائی جو اب مینار قطب کے گرد بنی ہوئی ہے ان کی سلطنت کو ابہی چالیس سال گذرے تھے کہ شہاب الدین غوری اور اُسکے جنرل قطب الدین نے ۱۱۹۳ء مین انہین مغلوب کیا۔

اس سرزمین مین ہندوؤن کی سابق خاندانون کی بقیہ عمارتین جنکے بعض نشانات اسوقت تک موجود ہین یہ ہین۔ لوہے کی لاٹ بڑی مسجد کے مینار لال کوٹ کی عمارت قلعہ رائے پتھورا وغیرہ وغیرہ لال کوٹ جسے لال قلعہ بھی کہتے ہین پرتھی راج یا رائے پتھورا کا بنایا ہوا ہے جو خاندان چوہان کا آخر شخص تھا اس نے لال کوٹ (جو مینار قطب کے گرد ہے) کی بیرونی عمارت شمال مشرق کی طرف بنائی جسپر ابتک اُسکا نام لکھا ہوا ہے۔ کننگھم صاحب کہتے ہین کہ لال کوٹ شمال مشرق کے گوشہ سے رائے پتھورا کی

دیواروں کے نشانات کا صاف صاف کھوج لگ سکتا ہے جو ایسی معلوم ہوتی ہین کہ گویا نصف میل تک شمال کو پھیلتی چلی گئی ہین یہ دیوارین ایک مقام پر پہنچکر جنوب مشرق کو مڑ گئی ہین اور ڈیڑہ میل تک برابر یون ہی چلی گئی ہین پھر ایک میل تک جنوب کو پھر مغرب اور شمال مغرب کو تین چوتھائی میل تک جہان کہ وہ لال کوٹ سے جا ملتی ہین اور چونکہ یہ عمارت سطح مرتفع پر قائم ہے اسلیئے فصیل کی دیوارین بہت بلند ہین اور یہان سے رائے پتھورا کا قلعہ صاف نظر آتا ہے ان دونون عمارتون کا مشترک رقبہ حال کے شہر شاہجہان آباد کے نصف سے زیادہ ہوگا۔

قلعہ لال کوٹ سوا دو میل کے دور مین واقع ہے اسکی دیوارین بلند اور موٹی ہین فصیلین تقریبًا ۳۰ فیٹ عریض ہین اور مدمے تقریبًا اس سے نصف عریض ہونگے یہ دیوارین سطح خندق سے ۶۰ فیٹ بلند ہین اور تقریبًا نصف حصہ شکستگی سے بچا ہوا ہے کونون پر بیشمار برج قائم ہین انکے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے برج جو جڑ کی طرف پھیلے ہوے ہین اور ابتک ۳۰ فیٹ کی اونچائی تک موجود ہین یہ دون کی قطارون کا کام دیتے ہین مغربی حصہ جو ابتک صحیح و سالم ہے اسمین تین دروازے ہین جو اس وقت تک پہچانے جاتے ہین یہ ۱۷ فیٹ چوڑے ہین جنپر کواڑ چڑھے ہوئے ہین

رائے پتھورا کا قلعہ اُس زمانے کا بنا معلوم ہوتا ہے جبکہ فاتح مسلمانون کے حملے شروع ہو گئے تھے جو ایک ایسے مقام پر شہر کی حفاظت گاہ کا کام دیتا تھا جہان سے حملہ آور فوج کا خوب مقابلہ ہو سکتا تھا اس کا دَور پرانے قلعہ سے کسیقدر بڑا ہے لیکن اسکی نسبت یہ بچاؤ کے ڈھب کا کم ہے کہتے ہین پہلے اسکے دس دروازے تھے جنمین سے آٹھ دروازون کا ابتک سراغ ملتا ہے قلعہ کے اندرونی حصہ مین ہندوؤن کے ۲۷ مندر تھے جن کے سینکڑون مینار مسلمان فاتحون کی مسجدون کے کام مین آے اور ابتک کھڑے ہین

—— **لوہے کا مینار** یہ بھی ہندوستان کے عجائبات مین سے ہے جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ لوہے کی کیلی جو مسجد کے چوکور صحن مین کھڑی ہے اور جو بڑے مینار سے شمال مغربی جانب بفاصلہ عمارت شدہ ہندو شہر کی پرانی باقیات سے ہے اسکا قطر ۱۶ انچ سے زیادہ ہے اور بلندی سطح زمین سے ۲۲ فیٹ ۶ انچ ہے لیکن اسکی زمین کے اندر کا حصہ جسے پہلے ۲۶ فیٹ کا ابھی زیادہ خیال کیا جاتا تھا جنرل کننگھم کی اسسٹنٹون کی دریافت سے ۱۸۷۱ء مین معلوم ہوا کہ صرف ۳ فیٹ ہے کھودنے سے معلوم ہوا کہ یہ لاٹ ایک لٹو پر ختم ہوئی ہے اور آٹھ مضبوط سلاخون جو بڑے بڑے پتھرون سے محفوظ کی گئی ہین اس طرح سے لگی ہوئی ہے کہ درخت کی جڑون کی طرح قدرت کی

انجنیری کا مقابلہ کرتی ہے۔ یہ یقین کیا گیا ہے کہ لات کچے لوہے کی ہے نہ ڈہلے ہوے کی اور اس طرح سے بنی ہوئی ہے کہ دیتے ہوے بلیدون کو تپا کر اور ہتوڑے سے پیٹ کر گول کرتے گئے ہین۔ یہ لات چوٹی کیطرف سے ذرا سلامی دار ہے اور چوٹی کا تین فیٹ سے زیادہ حصہ بہت کنارون کا بنا ہوا ہے اس کا مختصر حال اسکے مشرقی حصہ مین سنسکرت کی چند سطرون مین لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ دہاوا یا بہاوا کی یادگار مین قائم کیا گیا تہا جس نے پرنسپ کے خیال کے مطابق تیسری یا چوتھی صدی عیسوی مین سلطنت کی غزنوی حملہ آورون کے زمانہ مین ایک پیشین گوئی مشہور تہی کہ ہندوون کی سلطنت اسوقت تک قائم رہیگی جبتک یہ ستون برقرار رہیگا اس لاٹ مین توپ کے گولے کا ایک نشان بہی ہے کہتے ہین کہ نادر بادشاہ نے اسے فارس مین لیجانے کا ارادہ کیا تہا اوسی واسطے اسمین گولہ مارا تہا مگر شیرون کی ممانعت پر رک گیا اسکی نسبت ہندو لوگ بیان کرتے ہین کہ راجہ پتہورا کو جب اپنے خاندان کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہوا تو اس نے برہمنون سے اسکے قائم رہنے کے واسطے صلاح کی برہمنون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ لوہے کا مینار زمین مین اسقدر دبائے کہ شیش ناگ کے سر مین چلا جائے تو اسکا راج ہمیشہ کیلئے قائم رہیگا اسی واسطے یہ مینار کہڑا کیا گیا یہ امر کہ کتنے عرصہ تک یہ مینار کہڑا رہا معلوم نہین ہوسکتا لیکن راجہ نے بر خلاف ہدایت برہمنون کے یا تو ان کی باتون کا یقین نہ کرکے یا اس امر کے دیکھنے کے واسطے کہ یہ مینار شیش ناگ کے سر مین چلا گیا ہے کہ نہین اسکو اکہڑوا دیا اسکا انجام خون آلود تہا برہمنون نے راجہ کی خدمت مین عرض کیا کہ اب تمہارا خاندان بہت جلد تباہ ہوجائیگا اور ہندوون کے ہاتہون سے راج عنقریب چلا جائیگا راجہ نے اگرچہ اس لات کو فوراً کہڑا کردیا لیکن اب کیا فائدہ تہا برہمنون کی پیشین گوئی سامنے آئی اور سلطان شہاب الدین غوری نے راجہ کو بہت جلد مار ڈالا یا قید کرکے ساتہ لے گیا اسدن سے آجتک کوئی ہندو دہلی کا بادشاہ نہین ہوا اور اگر برہمنون کی پیشین گوئی کا اعتبار کیا جائے تو آیندہ کبہی ہو بہی نہین سکتا لیکن یہ ایک ایسی ہی مشہور گپ اور بے اصل بات ہے جو سیاحون نے دل سے گہڑ کر مشہور کر رکہی ہے اگرچہ مورخ ہارکورٹ نے ہندوون کے آخری زوال کو بہی بے بنیاد روایت پر مبنی کرنا چاہا ہے لیکن غالباً یہ اس سے زیادہ لغو ہے جسے ہندوستانی سیاح بیان کرتے ہین۔

ہندوون کی دیگر عمارات مین ستون اور بتخانے وغیرہ ہین جو ان ۲۷ مندرون سے متعلق ہین جنکو فتاح مسلمانون نے توڑ پہوڑ کر مسجد بنا لیا اس مسجد کے حالات مین فرگسن صاحب تواریخ عمارات مین اسطرح لکہتے ہین کہ ان عمارتون کے جاننے کے واسطے یہ خیال کر لینا کافی ہوگا کہ ان کے تمام ستون ہندوون کے بنائے ہوے ہین اور تمام دیوارین مسلمانون کی تعمیر شدہ ہین بیشک یہ اغلب ہے کہ کل طرز عمارت مسلمانی طور پر بنائی گئی ہے کننگہم صاحب کے بیان سے

زیادہ مشرح معلوم ہوجائیگا کہ موجودہ عمارت بالکل مسلمانی ہے اور مسلمان فتحمندون نے ہی کوشش کے ساتھ اسمین بہت سا تغیر و تبدل کیا ہے لیکن اسمین شبہ نہین کہ سب نہین تو اکثر عمارت ہندو مصالحون سے بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے ستون بالکل ایسے ہی ہین جیسے بودہ کے پہاڑ مین مستعمل ہوئے ہین لیکن اُنسے زیادہ خوبصورت اور قیمتی ہین اور محنت بھی زیادہ ہوئی ہے بعض جگہ سے ستون پر کی تصویرین مسلمانون کے ہان ناجائز ہونے کی وجہ سے چھیل دی گئی ہین لیکن جن مقامون پر دکھائی نہین دین وہان ابتک معلوم ہوتی ہین۔

مغرب کی طرف بہت سی محرابین یا محرابون کے نشانات ہین جن مین سب سے بڑی محراب ۲۲ فیٹ چوڑی اور ۵۳ فیٹ اونچی ہے ان محرابون سے ۳۲ فیٹ کے فاصلہ پر ایک ورد یوار کی بنیادین ہین غالب ہے کہ مسلمانون نے ہندوون کے پرانے ستونون پر ہی چھتین ڈالدی ہون اس قسم کے بہت سے ستون ان محرابون کی پشت پر واقع ہین اور اوپر سے ایسے صاف ہین کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ ان پر چھت یا محراب بنانے کا ارادہ ہی کیا گیا ہو چونکہ اس عمارت مین ہندو معمار لگائے گئے تہے جو محراب بنانا بالکل نہ جانتے تہے اس سبب سے ہندوانی طریق پر نوکدار دروازے بنائے گئے ہین معماران محرابون کو چنتے چنتے اوپر تک لیگئے ہین اور انتہا پر دونون دیوارون کو ملاکر ایک بڑا سا پتھر رکھدیا ہے اس عمارت کی بیرونی سجاوٹ بھی ویسی ہی کی گئی ہے جیسے اندرونی ستونون پر تہی۔

یہ مسجد جسکا نقشہ اوپر بیان کیا گیا اگر مکمل ہو جاتی تو دنیا مین اپنا نظیر رکھتی اس عمارت کے سامنے کا رخ جسکی اب صرف محرابین باقی رہگئی ہین بہت ہی آراستہ تہا محرابون کی صرف شکل ہی بنا دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیر مین ہندو کاریگر لگائے گئے تہے جو محرابون کے بنانے سے محض ناواقف تہے۔ عمارت کے اندر جو ستون دار ۱۳۵ فیٹ کا ایک بڑا کمرہ ہے در اصل مسجد یہی تہی اور اسپر بڑی مضبوط چھت بنی ہوئی تہی جو ستونون کی پانچ قطارون پر تہمی ہوئی تہی سامنے کے دروازہ پر قطب الدین فتحمند کا نام کندہ ہے جس نے سنہ ۵۸۷ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۱ع مین رائے پتہورا کو شکست دی اور اسی سال اس مسجد کی تعمیر تکمیل کو پہونچی۔ مختلف قسم کی سنگتراشی کا کام مسجد کے اندر اور باہر کے ستونون پر کیا ہوا ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ یہ کام ابتک نہایت صاف اور نازک ہے کنگہم صاحب کا بیان ہے کہ ان ستونون پر چھت ڈالکر جو چوکور کمرہ بنایا گیا ہے وہ مسلمان فتحمندون نے مسجد کے مشرقی دروازہ کا صحن قرار دیا تہا التمش کے زمانہ مین سنہ ۱۲۱۱ع سے سنہ ۱۲۳۶ع تک اس صحن مین بہت لنبائی بڑہائی گئی اور قطب مینار بھی اس صحن کے جنوب مشرق میں شامل کیا گیا پرانی اور نئی عمارتون کو ملاکر سامنے کا رخ ۳۸۴ فیٹ ہوتا ہے اور عرض ۲۲۰ فیٹ ہندو ستونون کی تعداد جو اول سے آخر تک اس عمارت مین کام آئے چہ سو اندازہ کئے گئے ہین مگر بعد کو

علاؤالدین خلجی نے اسمین اور ایزاد کی اُس نے مشرق کیجانب کچھ عمارت بڑھا دی اب چوڑی تو اُتنی ہی ہے جتنی پہلے
تھی مگر لمبائی نصف کے برابر ہے۔

قطب صاحب کا مینار۔ یہ شاندار مینار جسے ہم نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کا فخر کہہ سکتے
ہین دنیا کے سب میناروں سے اونچائی مین سبقت لے گیا ہے ۲۳۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہے یہ نیچے
اوپر تک اسقدر گاؤدم ہے کہ ۴۷ فیٹ ۳ انچ کے قطر سے صرف ۹ فیٹ انچ تک رہجاتا ہے اس مینار کے پانچ
کھنڈ ہین اگر پہلے اور آخر کے کھنڈ کو ملایا جائے تو نصف مینار کے برابر ہوتے ہین اور دوسرا تیسرا چوتھا کھنڈ
ملکر باقی نصف کے برابر سب سے نیچے کے کھنڈ مین چوبیس ابھروان پہانکین بنی ہوئی ہین جو بترتیب ایک ایک
نصف دائرے کی شکل مین ہین اور ایک ایک مستطیل کی شکل مین دوسرے کھنڈ مین یہ سب پہانکین گول
ہین تیسرے مین سب پہانکین نوکدار ہین چوتھا کھنڈ بالکل صاف مخروطی ہے اور پانچوان کھنڈ کچھ پہانکدار
اور کچھ صاف نیچے کے تین کھنڈون کی پہانکین اوپر نیچے بالکل ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہین مگر برآمدے
بیچ مین آجانے کے سبب پہانکین کٹ گئی ہین۔ برآمدون کے نیچے خط مینار کے گرداگرد منطقہ کی طرح واقع ہین
اور شہانون کے اول زمانہ کی کیا ہی خوبصورتی سے بنے ہوئے ابھرے ہوئے ہین۔ نیچے کی تین منزلون مین گلکاری کے
عربی حروف مین اور کہین کہین کتبے بھی لکھے ہوئے ہین اصل مین یہ آیات قرآنی ہین اور اُس فتاح کی کچھ
صفتین بھی درج ہین جسکے جنرل نے یہ عمارت شروع کرائی تھی نیچے کی تینون منزلین سنگ سرخ کی
ہین جو غالبًا قطب الدین ایبک اور التمش کی بنوائی ہوئی ہین چوتھی منزل اور کچھ پانچوین بھی سنگ مرمر کی ہے
جسکی فیروزشاہ تغلق نے اصلی عمارت کے ۱۲۰ برس بعد ترمیم کی نیچے کی منزل ۹۴ فیٹ ۱۱ انچ ہے اور سب سے اوپر کی منزل
۲۲ فیٹ ۴ انچ اور یہ دونون بلندیاں ملاکر ٹھیک مینار کی نصف لمبائی کے برابر ہین دوسری منزل ۵۰ فیٹ
۸ ۱/۲ انچ تیسری ۴۰ فیٹ ۹ ۱/۲ اور چوتھی منزل ۲۵ فیٹ ۴ انچ ہے یہ دوسری منزل کی بلندی کے نصف کے
برابر ہے۔ گنبد کا رہا سہا حصہ یعنی وہ جو پہلے کھنڈ پر بنا ہوا ہے محذوف کر کے کل مینار بقدر ۵۰ قطرون کی بلندی ہے
اور نیچے کا کھنڈ بقدر ۵ قطرون کے اونچا ہے قلعہ کا دور کل مینار چھوٹون کے قطرون کے مجموعہ کے برابر ہے سنہ ۱۷۹۶ع
مین اس مینار کی بلندی ۲۴۲ فیٹ زیادہ تھی لیکن چونکہ اوپر کا حصہ بجلی کے صدمہ سے گر پڑا اسلئے انگرستن کے
خیال کے موافق ۳۰ فیٹ اور بلند کیا جاوے جب اسقدر اونچا ہو سکتا ہے قاہرہ مین حسن کی مسجد کا مینار اس
مینار سے زیادہ بلند خیال کیا جاتا ہے لیکن چونکہ یہ مینار ایک تنہا عمارت ہے اس سبب سے اس سے زیادہ خوشنما معلوم

ہوتا ہے وہ صنعت اور کاریگری مین بہی اپنے مصری حریف پر ایسی ہی سبقت لے گیا ہے جیسا کہ اپنی قسم کی
اور عمارت پر

اس مینار کا بنانے والا قطب الدین ایبک ہندوستان کے غوری خاقانوں کا لفٹنٹ تہا جو یہان پر نائب
والیسرائے رہا اور آخر کار بادشاہ یا شہنشاہ ہو گیا تہا اس کے انتقال پر کچہہ جہگڑے کے بعد اس کا غلام شمس الدین التمش
خطاب سے تخت نشین ہوا اور اس کے عہد مین مینار کی تعمیر اختتام کو پہونچی شمس الدین التمش نے مسجد کے ادہر
ادہر مین در اور بڑہا دیئے اور اس لاٹ کو بہی اونچا کر کے قطب الاسلام کے واسطے موذن کے اذان دینے کی
جگہ قرار دی سنہ ۱۳۶۸ء مین فیروز شاہ نے اوپر کا درجہ تعمیر کرایا جواب گر پڑا ہے آخر مین سنہ ۱۵۰۳ء مین فتح خان
نے سلطان سکندر بہلول کے عہد مین اسکی مرمت کی اور اسکا حال کہدوا کر پہلے دروازہ کی پیشانی پر کندہ
کرایا چونکہ بعد کو اس مین بہت سی شکستگی واقع ہو گئی تہی اسلئے حکام انگریزی نے سنہ ۱۸۲۶ء مین اسکی ساری مرمت
کرائی کنگوروں کی جگہ سنگین کٹہرا بہت مستحکم لگا دیا اور پانچوین درجہ پر بہی کٹہرا بہت خوبصورت نصب کیا
ساتوین کہنڈ کی جگہ کاٹ کی برجی لگا دی تہی اور اسپر ایک پہریرا کہڑا کیا تہا مگر افسوس دونون برجیان
قائم نہ رہ سکین لہذا سنگین برجی کو لاٹ پر سے اُتار کر نیچے کہڑا کر دیا جو ابتک گہاس میدان مین کہڑی ہے
اور کاٹ کی برجی ضائع ہو گئی۔ مینار اندر سے بالکل خالی ہے اور اس مین چکردار سیڑہیان بنی ہوئی ہین
پہلے درجہ مین ۱۵۶ اور دوسرے مین ۷۸ تیسرے مین ۶۲ چوتہے مین ۴۱ پانچوین مین بہی ۴۲ سیڑہیان ہین اگر
اُس ایک سیڑہی کو بہی شمار مین لایا جائے جو چہٹے درجہ کی بنیاد ہے تو کل سیڑہیان ۳۷۹ ہوتی ہین۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس مینار کی بنیاد راے پہتورا نے سمت ۱۲۰۰ بکرماجیتی مطابق سنہ ۱۱۴۳ء مین اپنے قلعہ اور مندر کے
ساتہ ڈالی اور اسے کچہہ اونچا کیا کیونکہ اسکی بیٹی بغیر درشن جمنا کے کہانا نہین کہایا کرتی تہی وجہ یہ کہ وہ سورج مکہی
مذہب کی پابند تہی جس کے بانیون کے خیال مین جمنا سورج کی بیٹی ہے راے پہتورا کی بیٹی اسپر چڑہ کر جمنا کا درشن کرتی اور
اسکے بعد کہانا کہاتی جب سنہ ۱۱۹۱ء مین مسلمانون نے اس مندر کو فتح کیا تو اس مینار کی بہی تعمیر کرائی۔

علاؤ الدین کا پہاٹک اور امام ضامن کی درگاہ مسجد کی اُن مشرقی ایزادی عمارات کے علاوہ جنکا حال اوپر
گذر چکا ہے علاؤ الدین نے سنہ ۷۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۰ء مین قطب کی مسجد کے لیے جنوب کی طرف ایک دروازہ بنایا جسے
علائی یا الہی دروازہ کہتے ہین اسکی عمارت پٹہانون کے اول زمانہ کی اس طرز کو ظاہر کرتی ہے جسمین فن تعمیر انتہا کے
کمال کو پہونچ گیا تہا اور جبکہ ہندو معمارون نے نہایت عمدہ دقیق کاریگری اپنے اجنبی آقاؤن کی طرز کے موافق سیکہہ

علاء الدین کا پہاٹک اور امام ضامن کی درگاہ

ذرا بھی بیرونی ناپ کے یہ عمارت پہلے ۵۴ فیٹ مربع ہے اور اندر سے ۳۴ فیٹ مربع اور دیوارین الٹی ہوئی ہین پہلے
دونون جانب ایک ایک بند دروازہ ہے جسکی محرابین نوکدار ہین گویا اصل نعل اسپ کی شکل مین ہین سامنے کے رخ عمدہ
بیل بوٹے بنے ہوئے ہین اور اندرونی دیوارین ... اور اندرونی گلکاری مرتب ہین یہ عمارت نیچے سے مربع شکل ہے
لیکن اوپر جاکر مثمن ہوگئی ہے جہان پہونچکے گنبد بہت ہی خوشنما سا ہے اور ہنسا ہے نیچے ہر کونے پر محراب اطاقونکی
بارین بنی ہوئی ہین پہلو کی کہڑکیان جو دروازہ چہوٹی ہین جنمے سنگ مرمر کی جالیون سے بند کی گئی ہین پہلو کی
دروازے آگے اور پیچھے کے دروازے سے نیچے ہین اور علاؤالدین کا نام سلطنت کی اندرونی محرابون کے اوپر دونون
مثلثون پر لکہا ہوا ہے۔

بڑے دروازے سے گذرکر امام ضامن کی درگاہ آتی ہے اس مقبرہ کے احاطہ کی چہوٹی چہوٹی دیوارین ہین
اور مقبرہ کی عمارت ایک اونچے چبوترہ پر کہڑی ہے خاص قبر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور اندر کا فرش بہی
سنگ مرمر کا ہے یہ مقبرہ امام ضامن نے اپنی زندگی مین ۹۴۳ ہجری مین ہمایون بادشاہ کے عہد مین بنوایا تہا
بادشاہ علاؤالدین ہی نے قطب مسجد کے شمالی طرف ایک اور مینار ۷۱۱ ہجری مطابق ۱۳۱۱ء
مین بنانا شروع کیا جو قطب مینار سے دوگنا اونچا ہوتا لیکن ہنوز تمام نہ ہوا تہا کہ بادشاہ ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ
پہر اچہا ہی نہین ہوا اب یہ مینار خاکی رنگ کے بے شکل پتہرون کا بنا ہوا ہے اور اسکی سطح نہایت ناہموار ہے
صناع کا یہ منشا ہوگا کہ اسکے گرد یا تو پلستر لگا یا جاےگا یا سرخ پتہر اور بیت مڑہے جائینگے اسکا قطر بیاسی فیٹ ہے
اور اگر اسکے گرد پتہر لگایا جاتا تو دو سو فیٹ سے کم نہ ہوتا یعنے قطب کے مینار سے دوگنا قطر ہو جاتا حال مین اسکی بلندی
سطح زمین سے ۷۰ فیٹ ہے اور چہینی کا سمت تقریباً شمال مین کچہہ بلندی پر ایک دریچہ لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے
کہ سیڑہیون کے روشن کرنیکے واسطے بنایا گیا تہا لیکن سیڑہیان ابہی شروع نہین ہوئی تہین۔

التمش کا مقبرہ۔ مسجد کے شمال مغرب مین سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ ہے شمس الدین التمش
قطب الدین ایبک کا ایک وفادار غلام تہا جو اپنے آقا کے بعد تخت نشین ہوا اور ۶۳۳ھ مین راہی ملک بقا ہوا اسکے بعد
اسکے بیٹے رکن الدین اور بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے یہ مقبرہ بنوایا مقبرہ اگرچہ چہوٹا سا ہے مگر دہلی کی ہندو انی کاریگری
ایک نہایت عمدہ اور بے مثال نمونہ ہے جو مسلمانون کے کام مین لایا گیا یہ عمارت نہایت خوبصورت ہے اور اگرچہ
معمارون نے اس کام مین بعض بعض جگہ ناقابلیت بہی ظاہر کی ہے مگر مجموعی حیثیت بالکل بے مثل اور
لاجواب ہے گو چہت کے نہونے سے عمارت کی وہ وقعت نہین رہی مگر موجودہ مقبرون مین اسکی کوئی نظیر نہین پائی جاتی

یہان بھی سنگ سرخ کی جگہ سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ اسوقت ہنرمندی اور کاریگری کے عمل کا آغاز تھا مگر بعد مین اس سے بڑے بڑے نتیجے نکلے آگرہ کی عمارات کی پچی کاری اور رنگ برنگ کی گلکاری اسی نمونہ سے تیار کی گیین اسکے مشرق کی طرف ایک طاق ہے جو پہلے مسجد کی جگہ کام آتا تھا اور گول کالمسوں بھینسی جو اب صرف ایک کا پتہ باقی رہگیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسپر آمدہ نما دالان کی چھت بنی ہوئی تھی۔ مغربی دیوار مین بھی ایک طاق ہے جیسا کہ مسجد کی دیواروں مین اکثر ہوا کرتا ہے۔ اندر کا احاطہ جو بہت خوبصورتی اور خوشنمائی سے نقش و نگار شدہ ہے ۲۹ فیٹ مربع ہے دیوارین مثانی مین ۶ فیٹ سے زیادہ ہین مقبرہ سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا ہے اور [illegible] میں قبر مرکز مین زرد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے

مقبرہ ادہم خان۔ یہ ایک بڑی عمارت ہے جو قطب کے جنوبی و غربی گوشہ مین واقع ہے ادہم خان تیموریہ خاندان کا ایک مجہول النسب آدمی بتایا جاتا ہے جو اکبر کے عہد مین باز بہادر نامی سردار کے سزا دینے کے واسطے بھیجا گیا تھا جو خاندان سور کا پیرو تھا اس سردار کی بی بی روپ متی خوبصورتی مین مشہور تھی اور شاعرہ بھی اعلی درجہ کی تھی ادہم خان نے جب باز بہادر کو شکست دی تو اسکے دار الخلافہ سرنگپور پر قبضہ کیا اور بیگم سے ملنے کی درخواست کی روپ متی چونکہ فاتح ادہم خان سے انکار نہ کرسکتی تھی اسلئے اندر آنے کی اجازت دی ادہم خان جب اسکے کمرہ کے قریب پہونچا تو دیکھا کہ ریشمی لباس اور زر و جواہر پہنے نقاب اوڑھے زہر کا پیالہ لیئے ہوئے ٹھنڈی اور مردہ پڑی ہے ادہم خان وہان سے پلٹ آیا اور کچھہ عرصہ کے بعد آگرہ واپس آکر بادشاہ کی اتالیق خداوند شمس الدین محمد خان سے لڑپڑا اور اکبر کے دیوان عام مین تلوار سے مارڈالا بادشاہ فوراً جاگ پڑا اور اپنے خلوت خانہ سے جو قریب ہی تھا باہر نکل آیا جب قاتل بادشاہ کی طرف معافی مانگنے کی غرض سے آیا تو اکبر نے مکا مار کر اسے گرا دیا اور حکم دیا کہ جس چبوترہ پر ہم کھڑے ہین یہین سے اسے سرنگون کیا جا چنانچہ ایسا کیا گیا اور کمبخت ادہم خان مرگیا اسکی مان بیٹے کے رنج مین ایک مہینے بعد مرگئی اور بادشاہ نے دونون کو اسی جگہ دفن کیا جس مقبرہ مین یہ دونون مان بیٹے مدفون ہین بہت بڑا اور سیدھا سادا ہے۔ جہان آج ایک انگریزی افسر رہتا ہے

سلطان غوری کا مقبرہ۔ یہ عمارت قطب کے مغرب مین واقع ہے اور اُس شہر سے چار میل کے فاصلہ پر ہے جو سیدھی محمود پور کو جاتی ہے۔ مقبرہ کی عمارت قابل دید ہے جس کی لمبی لمبی دیوارین بغیر چونے یا گاسے کے ابتک کھڑی ہین سلطان غوری سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا تھا جس نے ۱۲۳۱ع میں

مقبرہ ادہم خان

مقبرہ سلطان غوری

لیکن سنہ ۱۳۲۶ء تک نہایت آزادی کے ساتھ سلطنت کی۔ عمارت بڑی دلچسپ اور قابل غور ہے اور عموماً سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے جو پٹھانون کے اول زمانہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔

تغلق آباد۔ قطب صاحب سے مشرق کی طرف تقریباً چار میل چلکر تغلق آباد کی خوشنما عمارتین نظر آتی ہین جو چودھوین صدی کے شروع مین تغلق غازی ان نے بنائے جو ایک کامیاب اور نامور فوجی افسر تھا اور جس نے خاندان خلجی کو شکست دی تھی بنوائی تھین جنرل کہننگھم صاحب ان عمارتون کے متعلق بیان کرتے ہین کہ تغلق آباد کا قلعہ کچھ صداقت کے ساتھ نصف مسدس کی شکل کا کہا جا سکتا ہے جسکے تین ضلع ہین اور ہر ایک ضلع تین چوتھائی میل سے زیادہ ہے۔ قلعہ کا کل دور ایک فرلانگ کم چار میل ہوگا یہ قلعہ ایک بڑی پہاڑی پر کھڑا ہے اور ایسے بڑے بڑے پتھرون سے بنا ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی پہاڑی کو تراش تراش کر عمارت بنائی گئی ہے بڑے سے بڑا پتھر جو مین نے بچشم خود دیکھا ۱۳ فیٹ لمبا ۲ فیٹ ۴ اینچ چوڑا اور ایک فیٹ پانچ اینچ موٹا تھا اور بالضرور چھ من سے زیادہ وزنی ہوگا اسکے شمال مغرب اور مشرق کی طرف ایک نہایت عمیق خندق ہے اور لمبے رخ پر جو جنوب کی جانب ہے پانی کی ایک بڑی چادر گرتی ہے جو اس پشتہ پر سے گذرتی ہوئی آتی ہے جس کا رخ جنوب مشرق کی جانب ہے قلعہ کی دیوار ڈھلوان ہے اور پہاڑی مین گئی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس دیوار کی بلندی سلامی کے اوپر سے چالیس فیٹ ہے اور اوپر کی منڈیر سات فیٹ اونچی ہے اسکے پیچھے ایک اور دیوار ہے جس کا ارتفاع پندرہ فیٹ سے کچھ بلند ہے نشیب کی سطح سے سلامی کے موقع تک کل بلندی ۹۰ فیٹ سے زیادہ ہوگی جنوب مشرق کے زاویہ مین ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے جو کسی زمانہ مین بہت پر رونق ہوگا فصیل کی دیوارین معمولی طور سے محراب دار درون قائم ہین جن مین قلعہ کی فوج رہا کرتی تھی ان دیوارون مین روشندان بنے ہوئے ہین تاکہ ان سپاہیون کو جو اس مین سکونت پذیر تھے انکے ذریعہ سے روشنی اور ہوا پہونچ سکے۔

تغلق آباد کا قلعہ اپنے بڑے اور مضبوط ہونے اور ظاہرا اٹھوس معلوم ہونیکی وجہ سے بڑی شان و شوکت کا قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اسکی صورت سے اسوقت خوف و ہیبت کے آثار نمایان ہوتے ہین اسکے تیرہ دروازے ہین اور بہت سے بیٹھک کے شاندار مکانون کے نشانات پائے جاتے ہین بڑی بڑی عمارتون کے علاوہ جامع مسجد دیوان خاص وغیرہ کہنڈرات ہین جنمین سات تالابون کے

آثار دکھائی دیتے ہین ۔

یہ عمارت تغلق شاہ کے عہد ۷۲۱ھ مین بننی شروع ہوئی اور دو سال کے عرصہ یعنے ۷۲۳ھ مین تقریباً اسقدر اختتام کو پہونچ گئی تھی جستقدر کہ اب ہے اس کا رقبہ شاہجہان آباد کے رقبہ کے مساوی ہے اور اندر سے کہلا ہوا میدان ہے جس کا محیط پانچ میل سے زیادہ ہے اب چہار دیواری کے اندر بجز ایک کنوئین کے جو سخت پہاڑ مین اسّی فیٹ گہرا کاٹ کر بنایا گیا تہا اور تغلق شاہ کے خاص دیوان خانہ کے کہنڈرات اور ایک ڈراونی باولی کے اور کچہہ نہین ہے تغلق شاہ انتقال کے بعد اپنے اس نئے تمام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے تقریباً تین سو گز کے فاصلہ پر جگہہ دفن ہوا جو اب مقبرہ تغلق شاہ کے نام سے نامزد ہے یہ مقبرہ اُس زمانہ کی عمارتون کے لحاظ سے نہایت نفیس اور خوبصورت مقبرہ ہے قبر کے گرد ایک چہوٹا سا قلعہ اس قسم کا بنگیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہی بڑے قلعہ سے متعلق ہے اس باب مین مورخین کا اختلاف ہے کہ اس مقبرہ کا اصل بانی کون تہا ۔ مسٹر فرگسن صاحب کہتے ہین کہ جب بہادر تغلق شاہ نے نئی دہلی کی بنیاد ڈالی تو اُس نے ایک مقبرہ اس مضبوط عمارت مین بنایا جو ایک مصنوعی جہیل مین واقع ہے اس مقبرہ کے ڈہلوان دیوارین اور یونانی مضبوطی مع اُن بٹے بٹے برجون کے جو اسکے گرداگرد ہین اس بہادر کے مقبرہ کو بیمثل ثابت کر رہی ہین ۔ کننگہم صاحب نے لکہا ہے کہ اسی بادشاہ نے اس قسم کا لیکن اس سے بہت بڑا مقبرہ ملتان مین بنوایا تہا جسے تیار ہونیکے بعد اس زمانہ کے کسی پاکدامن شخص کو بخشدیا مقبرہ خود بہی مربع شکل ہے اور اُسکے احاطہ کی دیوارین بہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہین اسکی بلندی سطح زمین سے گنبد وا چہت کی چوٹی تک ستر فیٹ ہے اور دس فیٹ کا لمبا کلس اس سے علیحدہ ہے ۔

مقبرہ تغلق شاہ

ان دونون مورخون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ خود تغلق شاہ اس مقبرہ کا بانی ہے لیکن ہندی مورخون نے نہایت وثوق کے ساتہہ بیان کیا ہے کہ یہ مقبرہ سلطان غیاث الدین تغلق کے فرزند ملک فخر الدین جونا کا بنایا ہوا ہے جسے سلطان نے اپنی زندگی مین الغخان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا تہا اور سلطان کے انتقال کے بعد اس نے اپنا لقب سلطان محمد تغلق شاہ رکہا تہا یہ عمارت ۷۲۵ھ سنہ ہجری کے بعد بنی ہے جسے اب پانسو سینتیس ۵۳۷ برس کا عرصہ گذرتا ہے ۔

درگاہ مولانا جمالی

درگاہ سلطان غاری

درگاہ خواجہ قطب صاحب

قلعہ تغلق آباد

مقبرہ تغلق

مقبرہ منصور
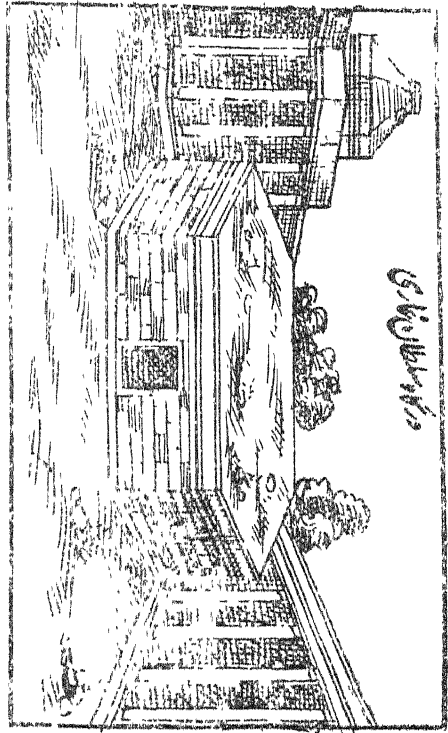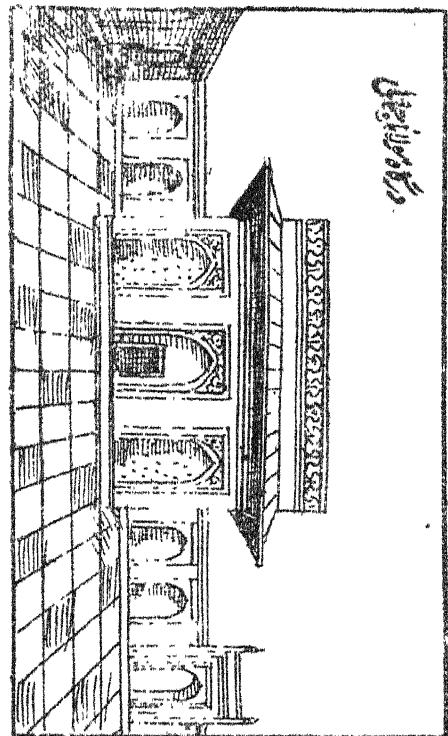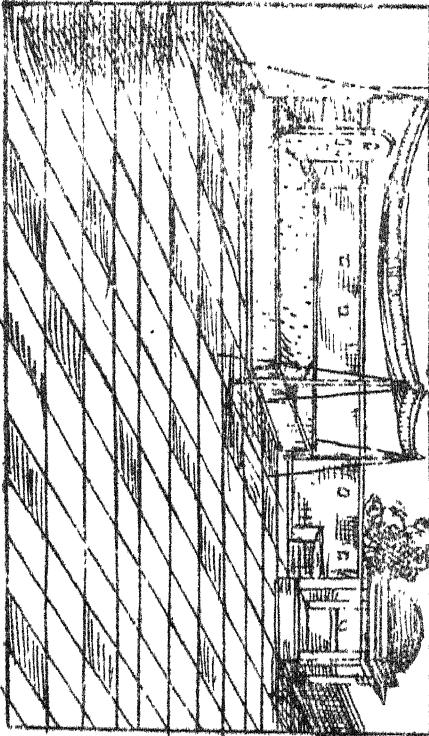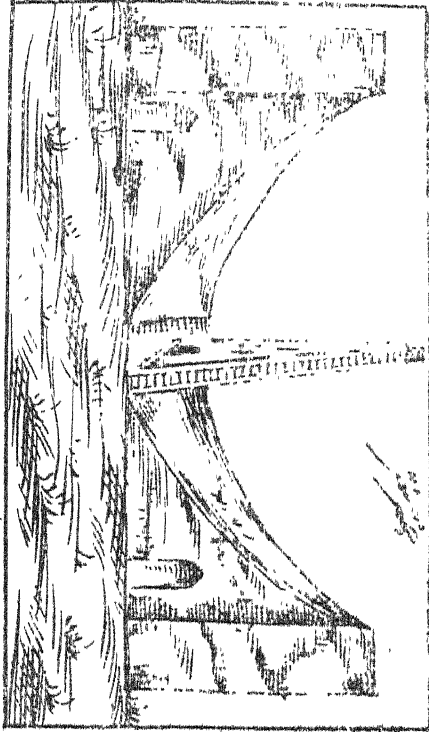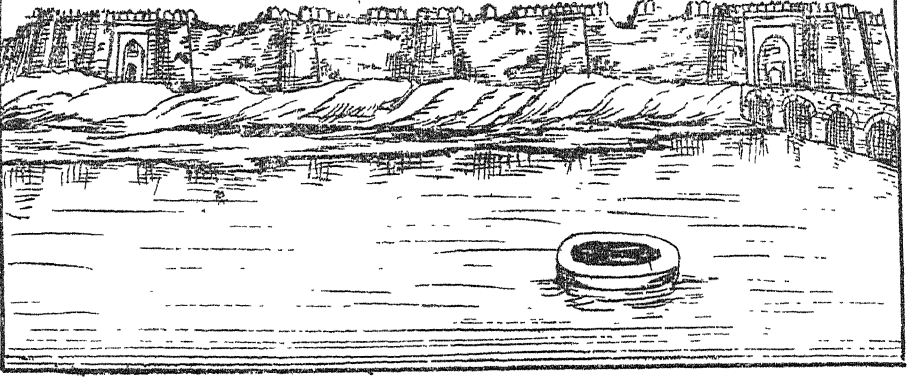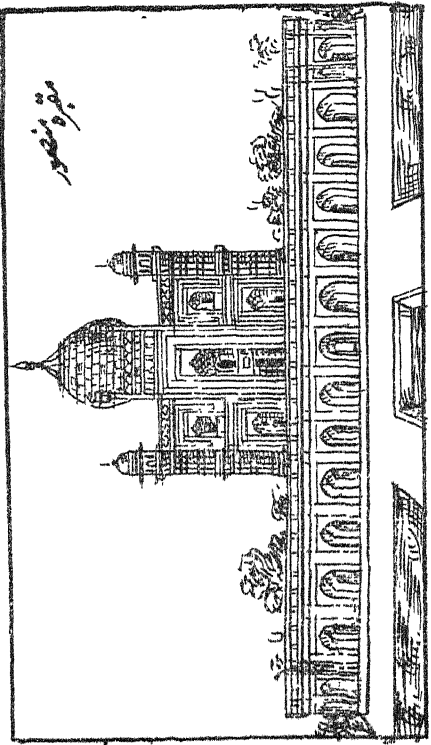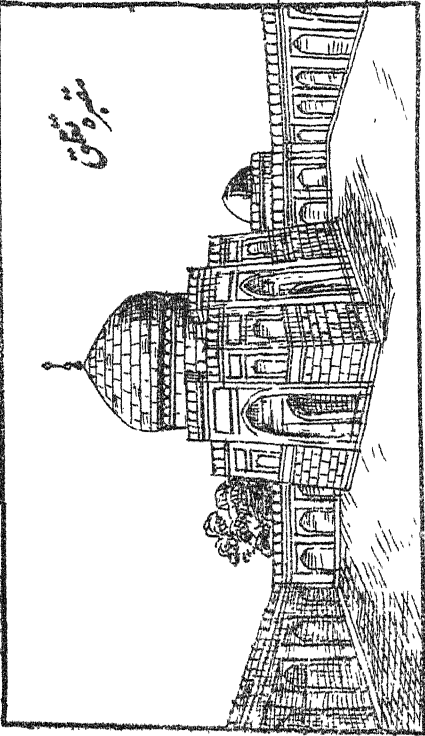
الغرض مقبرہ کا بانی کوئی ہی ہو لیکن مقبرہ نہایت خوبصورت اور بیمثل عمارت ہے اسکے چارون
طرف بلند دروازے ہین جنکی محرابین نہایت خوبصورت اور بنگدار ہین اور کنارون پر عجیب قسم کی
گل کاری کی ہوئی ہے۔ اسمین جگہ جگہ سنگ مرمر کی پچی کاری سے بڑی آراستگی ہوگئی ہے چار دیواری اندر
باہر سے سنگ سرخ کی ہے اور تمام برج سنگ مرمر کا ہے برج کے اوپر سنگ سرخ کا کلس لگا ہوا ہے
جو اوپر کی جانب سے تھوڑا سا ٹوٹ بھی گیا ہے۔ برج مین تین قبرین ہین پہلی قبر جو گنبد کے ٹھیک بیچ
مین ہے سلطان غیاث الدین تغلق کی ہے اور دوسری قبر اسکی بیوی کی جو مخدومۂ جہان کے خطاب سے
مشہور تھی تیسری قبر کے بارہ مین مورخون کا اختلاف ہے ایک مورخ کہتا ہے کہ وہ اس کے
بیٹے سلطان محمد تغلق کی قبر ہے لیکن باوجود تحقیق کے مجھے کسی معتبر تاریخ سے معلوم نہین ہوا
کہ وہ کسکی قبر ہے عجب نہین کہ سلطان محمد تغلق کی ہو اور اگرچہ سلطان محمد تغلق شاہ نے ۷۵۲ ہجری
مین دریائے سندھ کے کنارے انتقال کیا ہے لیکن کچھ عجب نہین کہ اُس کی لاش یہان لاکر دفن کی گئی ہو

درگاہ مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا جمالی شعرائے نامی اور اولیائے ہند کی بسیط ظہر
مین ایک بڑے معزز اور ممتاز شخص ہین جنکے ذاتی کمالات اور مذہبی اقتدارات اسقدر مشہور اور زبان زد
خاص و عام ہین کہ محتاج بیان نہین آپکی درگاہ قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ہی راجون کی بائین کے
متصل ایک سطح مرتفع پر واقع ہے۔ درگاہ اگرچہ چونہ اور پتھر کی بنی ہوئی ہے لیکن اسپر کاشانی چینی کا کام
بالخصوص درگاہ کے اندرونی حصہ مین چارون طرف ایسی خوبصورت اور نازک منبت کاری کی گئی ہے
اور ایسے لطیف بیل بوٹے لگائے گئے ہین کہ دیکھتے ہی جی پھڑک اٹھتا ہے چھت کی منبت کاری پر ذیل کے
اشعار نہایت خوشخطی کے ساتھ لکھے ہوئے ہین چونکہ یہ اشعار آپ ہی کے زور قلم اور عالی دماغی کا نتیجہ ہین اسلئے
انہین بجنسہ نقل کرتا ہون۔ اشعار۔ اگر بکفر کشد سر سیاہ کاری ما ۞ بود بعفو تو چشم امیدواری ما ۞
بآستان تو شرمندہ سگان توایم ۞ کہ شب قرار ندارد بآہ و زاری ما ۞ اگر بپردہ رازی تو محرمی یابیم ۞
فقر بفخر نماید بپردہ داری ما ۞ بخاک کوئے تو در چشم مردمان خواریم ۞ بنزد اہل نظر عزت است خواری ما
ز ابر لطف تو شد ناپدید گرد گناہ ۞ ولیک شست نشد داغ شرمساری ما ۞ بدرد ہجر تو در بیکسی و تنہائی ۞
بجز غمت نرسد کس بغمگساری ما ۞ جمالیا بدیار التجا مے آر ۞ کہ ہست بر در دلدار رستگاری ما ۞ ایضاً
زحد گذشت بعشق تو بیقراری ما ۞ امید ہست کہ رحم آوری بزاری ما ۞ جمال عفو تو گر مدعی برون نقاب شد

اگر نہ روئے نمودے گناہگاری ما؛ اگرچہ درخور قہر یم از گنہگاری؛ بود بلطف تو چشم امیدواری ما؛
بعزت جبروت و بحرمت ملکوت؛ رسیم گر بفرازی بخاکساری ما؛ اگر بہ پردہ راز تو پردہ دار شویم؛ فرشتہ را
نسزد جائے پردہ داری ما؛ زیک ترشح ابر کرم فرو شوئی؛ عتاب جرم زخسار شرمساری ما؛ نظر بسوئے
جمالی مکن زروئے عطا؛ مبین بجانب سستی و خامکاری ما؛

حضرت مولانا جمالی کی وفات ۹۴۲ھ ہجری عہد ہمایون شاہ مین ہوئی چنانچہ "خسرو ہند" سے جو
آپکے تاریخی مصرعہ کا ایک جزو ہے ۹۴۲ھ نکلتے ہین اور اسی سنہ مین آپکی یہ درگاہ تعمیر ہوئی۔

مسجد جمالی

اسی درگاہ کے پاس ایک نہایت خوبصورت اور بڑی شان و شوکت کی مسجد ہے۔ یہ مسجد بھی
گو صرف چونہ پتھر سے سادی وضع مین بنائی گئی ہے لیکن خوشنمائی اور دلکشائی مین بے مثل ہے باوجود
تحقیقات کے کسی تاریخ سے اس بات کا پتہ نہین چلتا کہ یہ مسجد کس زمانہ مین تعمیر ہوئی اور اسکا اصل بانی
کون شخص تہا مگر اجتہادی قیاس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اسکی تعمیر درگاہ کے ساتہ ساتہ ہوئی
ہے اور چونکہ اس کا نقشہ ہمایون بادشاہ کی عہد کی عمارتون سے بہت ملتا جلتا ہے اس قرینہ سے
کہا جاسکتا ہے کہ اسکی تعمیر عہد ہمایون مین ہوئی اگرچہ اسوقت یہ مسجد نہایت ویران اور غیر آبادی
ہے لیکن اگلے زمانہ مین بہت بڑی آبادی مین واقع تہی کیونکہ کسی زمانہ مین قطب کی آبادی کا مرکز
یہی مقام کہا جاتا تہا اور آبادی کی وسعت یہان بہت کچہ تہی جیسا کہ ان عظیم الشان حویلیون کے
کہنڈرات سے معلوم ہوتا ہے جو اب بہی ٹوٹی پہوٹی پڑی ہین۔

سلطان غازی کا مقبرہ

مقبرہ سلطان غازی۔ یہ مقبرہ قطب صاحب سے دو کوس کے فاصلہ پر جانب غرب مین واقع
ہے جسے سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۰ھ ہجری مین تعمیر کرایا اس مقبرہ مین چار وقف
مکانات اور غرب کی جانب سنگ مرمر کی ایک مختصر سی نہایت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے مقبرہ کے
بیچ وسط مین ایک غار ہے جسکی تہ تک پندرہ سیڑہیان اترکر پہونچ سکتے ہین غار کے اندر بہت سے
مضبوط اور خوبصورت ستون کہڑے ہین جنپر مقبرہ کی چہت ٹکی ہوئی ہے اسی غار مین حضرت سلطان
غازی رح کی قبر شریف ہے۔ غار کی چہت پر ایک مثمن چبوترہ بنایا گیا ہے جسکی کرسی سنگ مرمر سے
دی گئی ہے چبوترہ کا ارتفاع چار فیٹ ساڑہے سات انچ ہے اور ہر ضلع پندرہ فیٹ ڈیڑہ انچ کا
اسی حساب سے چبوترہ کا کل دَور ایک سو اکیس فیٹ کا ہوتا ہے۔ اسی چبوترہ مین شرقی

جانب سات سیڑھیان بنی ہوئی ہین اور جنوب کی طرف غار مین جانے کا دروازہ ہے۔
لوگون کا بیان ہے کہ اگلے زمانہ مین یہ دروازہ بند تہا اور لوگ صرف چبوترہ کی زیارت کرکے
چلے جاتے تہے لیکن جب بہادر تغلق کا دور دورہ ہوا تو اُس نے یہ دروازہ کہلوا دیا اور لوگ اندر جاکر
زیارت کرنے لگے۔ غار کا دروازہ بہت چھوٹا اور تنگ ہے پیمایش کی گئی تو معلوم ہوا کہ صرف ایک
بیت گیارہ انچ کا ہے اور تین فیٹ نو انچ کا ارتفاع ہے

مقبرہ کا دروازہ بڑا خوشنما اور خوبصورت بنا ہوا ہے سنگ مر مر کی چوکہٹ لگی ہوئی ہے اور محراب
اس طرح کی قائم کی گئی ہے درگاہ کی چار دیواری بہت کرسی دیکر بلند کی گئی ہے اور سب
... خارا سے ترشی ہوئی بنائی گئی ہے۔ چارون کونون پر چار برج ہین اور شرق کی طرف دروازہ
... کرسی تک تو سنگ خارا لگا ہوا ہے اور اس سے اوپر مع دروازہ اور چوکہٹ سنگ مرمر کا ہے
... مقبرہ مرتفع ہے کہ بائیس سیڑھیان چڑہکر اس مین پہونچتے ہین۔

چوتہا باب بزرگان دین کے مزارات وغیرہ

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل و توضیح کے لئے ایک بڑا طویل دفتر درکار ہے مگر چونکہ مجہے اختصار
منظور ہے اسلئے مزارات کا ذکر کرکے کتاب کو ختم کرتا ہون۔ شاہجہان آباد دہلی کی مشہور کشمیری دروازہ کے
باہر تہوڑی دور جاکے شمال مغربی جانب مین ایک بڑا وسیع قبرستان پڑتا ہے جہان مسلمانون کی ہزارہا
پختہ اور خام قبرین دور تک نظر پڑتی ہین ان ہی قبرون کے بیچ مین حضرت **خواجہ باقی باللہ** قدس اللہ
سرہ کا مزار مبارک ہے جو اب بہی عام زیارتگاہ اور مرجع خلائق تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ مزار ایک مرتفع زمین پر
آسمان کے نیچے واقع ہے جسے قد آدم سے زیادہ چہار دیواری محیط ہے مزار سرتاپا چونہ کا ہے اور
اسپر کوئی چہت یا گنبد وغیرہ نہین ہے۔ اس مقدس و پاک مزار پر ایک عجیبات دیکہی جاتی ہے
کہ باوجودیکہ ہر وقت آفتاب کی تیز و آتش انگیز شعاعین پڑتی ہین مگر مزار ہمیشہ سرد رہتا اور خنکی
و ٹہنڈا اسکے چہونے سے محسوس ہوتی ہے مزار سے وہ فیض و برکت کے آثار نمایان ہین کہ بیان سے
باہر اور تحریر و تقریر سے خارج ہین۔ چہار دیواری کے اندر چونے پتہر کی ایک مسجد واقع ہے اگرچہ یہ مسجد
اسقدر وسیع نہین ہے مگر خوبصورتی اور نزاکت مین ہزار دو ہزار مین نہین تو سو دو سو مین ایک ہے۔
حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے حالات کمال اشتہار کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ہین

مزار حضرت خواجہ باقی باللہ

آپ کی نسبت مشائخ اور مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ تمام مشائخ دہلی اور طبقہ علما مین کوئی شخص ایسا نہین گزرا جو علمی فیاضی - جود وسخا ترک حظ نفس توکل و قناعت زہد و اتقا مین آپکا دعویدار ہو اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپکا شریک ہو بہی تو اُس کا یہ دعوی قطعی طور پر درست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا اور تصرفات و کرامات مین ہی آپ سے افضل یا برابر ہوگا - آپکی خدا ترسی تواضع و بردباری اور سب سے بڑہکر عظمت و کرامت اسدرجہ شہرت پکڑ گئی تہی کہ بڑے بڑے ارباب کمال دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپکے تلامذہ و مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز و افتخار سمجہتے تہے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت و جلال ہر وقت برابر ستا تہا اور وہ شان و شوکت اور رعب و دبدبہ یان تہا جس سے دیکہنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تہی لیکن آپ تواضع و انکساری مین بہت بڑہے ہوئے تہے آپ ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور ستودہ اخلاق کے ساتہہ پیش آتے تہے -

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی جو اس عہد مین افضل الفضلا اور تاج المحدثین کے لقب سے پکارے جاتے تہے اور حضرت شیخ سلیم سیکری قدس اللہ سرہ آپکے معاصرین مین سے ہین چنانچہ خافی خان مولف منتخب اللباب نے جہان ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے اولیا و مشائخ اور علما و فضلا کا ذکر کیا ہے اُن کی فہرست مین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور جناب شیخ سلیم سیکری قدس سرہ کے ساتہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا بہی ذکر کیا ہے اور آپکے حالات زندگی پر ریویو کرتے ہوئے لکہتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ عہد اکبر مین ایک بڑے پیشوائے مذہبی اور مقتدائے زمان تسلیم کیے جاتے تہے خود اکبر بادشاہ اور اُسکے اُمرائے دولت آپکی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے اور سختی دشتگی کے وقت طالب دعا ہوتے تہے - آپکے صفات ذاتی و کسبی اور خوارق و کرامات تحریر و تقریر سے خارج تہے اور روحانی و غیبی ملکات کے علاوہ علوم نقلی کا کافی حصہ رکہتے تہے -

آپکا انتقال ۱۰۱۲ھ ہجری مین ہوا جیسا کہ ذیل کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو آپکی درگاہ کے جنوبی دروازہ پر بطور کتبہ لکہے ہوئے ہین ؎ خواجہ باقی آن امام اولیا * عارف باللہ اسرار نہفت * نگہت بستان سر انبیا * از نہال جعفری خوش گل شگفت * چونکہ بد مشرب فنا اندر بقا * محو حق گشتہ ز ناسر ا صفت * رخت بستہ زین سرا بے بقا * چون ندا ارجعی از حق شنفت * سال تاریخ

وصالش خسرو سعید باقی بالله قدس سره وقت گفت ؛ آپ کے مزار مبارک کے سرہانے ایک اونچی دیوار ہے جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے طاق چراغوں کے لئے بنے ہوئے ہیں اور اسپر ایک بڑا قصیدہ لکھا ہوا ہے چونکہ وہ قصیدہ نہایت دلچسپ اور معنے خیز اور قطع نظر اسکے اسمیں آپکی زندگی کے اکثر واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسلئے پورا قصیدہ نقل کیا جاتا ہے

قبلۂ ارباب معنے کعبۂ اصحاب دین ؛ مظہر فیض الہی صاحب علم الیقین ؛ حامی دین نبی اکمل امام المتقین ؛ مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین ؛ کاشف اسرار مطلق واقف علم الیقین ؛ محو ذات اقدس او باللہ باقی بالیقین ؛ غوث اعظم عروۃ الوثقیٰ رب العالمین ؛ قطب ارشاد جہان ہم معنے حق الیقین ؛ کامل عالی طریقہ مہدی راہ متین ؛ بحر عرفان الہی مقتدائے العارفین ؛ راضی و مرضی حق بر ذات شان او متین ؛ این کرامت ہست از محبوب رب العالمین ؛ نور بیچون بر جبینش تافتہ از حق المبین ؛ شد زبین لیقش روشن قلوب المومنین ؛ کے تو انم گفت مدح آن خلاصہ و اصلین ؛ ہست ذات خواجہ باقی رحمت للعالمین ؛ نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقین ؛ مرجع انس و ملک از فضل رب العالمین ؛ خواجگی آئینہ شد مرشد ان شاہدین ؛ ایک مشرب اولین و ہم بہار آخرین ؛ چون کمالش وصل دائم بود معنے دلنشین ؛ شد وصال غیب او آخر لعمر اربعین ؛ دان ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین ؛ از وفات قطب دوران تکیہ گاہ مسلمین ؛ ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و یقین ؛ حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دین ؛ عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی ساید جبین ؛ تا بیابد نظر رحمت ہم نجات یوم دین ؛ باز نازل رحمت رضوان رب العالمین ؛ بر محمد خواجہ باقی زاولیائے مقبلین ؛

حضرت خواجہ باقی باللہ کی درگاہ سے آگے بڑھکر قدم شریف کی اونچی اونچی فصیلین نمودار ہوتی ہیں قدم شریف کی سرزمین گو کوٹلہ میں داخل نہیں مانی جاتی مگر مورخین کا بیان ہے کہ فیروز شاہ کے شہر کی حد وسعت یہانتک پھیلی ہوئی تھی چنانچہ فیروز شاہ کے وقت کی بنی ہوئی فصیل جو اس احاطہ کے گرد موجود ہے اس امر کی کافی شہادت دیتی ہے۔ اس صدی کا سنگین نمونہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمارت خاص فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے۔ احاطہ کے اندر ایک چھوٹی سی درگاہ ہے جو سر تا پا پتھر کی بنی ہوئی ہے اور اوپر سے سفید چونہ لیا ہوا ہے گویا چھوٹے چھوٹے ستونوں کی

ایک مقبرہ ہے جہاں فیروز شاہ کا فرزند رشید شاہزادہ فتح خاں مدفون ہے جس [illegible]
گیا اسی شہزادہ کی قبر پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم لگا ہوا ہے جسکی نسبت مختلف روایتیں
لوگوں کی زبان زد ہیں اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا تھا
اور ایک پتھر پر آپکا نقش پا ہو گیا تھا مگر مجھے باوجود تحقیقات کے کسی قدیم و جدید تاریخ سے اس روایت کا
سراغ نہیں لگا غرضکہ یہ قدم فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت مکہ
معظمہ سے لائے تھے اور فیروز شاہ نے اسے تبرک سمجھکر اپنے پاس رکھا تھا مگر جب ۷۷۶ھ ہجری میں شہزادہ
فتح خاں کا انتقال ہوا تو اس نے اس قدم مبارک کو اسکی چھاتی پر لگا دیا اور مزید احتیاط کے لیے قبر کی
ہر چہار طرف سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت اور شاندار کٹہرا بنوا دیا اب لوگ اس میں پانی بھر دیتے
ہیں اور قدم مبارک دھو کر تبرکاً لوگوں کو دیتے ہیں بلکہ دور دور لیجاتے ہیں ربیع الاول کی ابتدائی
تاریخوں میں بارہویں تک یہاں بڑی دھوم سے میلا لگا کرتا ہے بالخصوص بارہویں کو تو
بہت ہی دھوم ہوتی ہے کثیر مخلوق جمع ہوتی اور ہزاروں فقرا اور ملنگ آکر دھمال کرتے ہیں۔

شہزادہ فتح خاں کے مقبرہ کے گرد بہت سے مکانات مدرسہ مسجد فیروز شاہ کے بنائے ہوئے ابتک
موجود ہیں اور چار دیواری کے متصل باہر کی جانب فیروز شاہی تالاب بنا ہوا ہے لیکن اس کا بہت سا حصہ
منہدم ہو چکا ہے اور روز بروز منہدم ہوتا جاتا ہے الغرض جسقدر قدیم عمارتیں یہاں نظر آتی ہیں سب
فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہیں ایک یورپین مورخ کہتا ہے کہ قدم شریف کا مقبرہ جو مربع ستونوں پر کھڑا
ہوا ہے اسکی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زمانہ میں ہندوں کا ایک بڑا مندر ہوگا مسلمانوں نے
اُسے توڑ پھوڑ کر مقبرہ و مسجد اور مدرسہ کا مکان بنا لیا ہے۔

درگاہ حسن رسول نما

قدم شریف سے شمال مغرب کی طرف ایک سیدھی سڑک پہاڑ گنج کو جاتی ہے جب آپ
پہاڑ گنج کی انتہائی سڑک پر پہونچ جائینگے تو وہاں سے قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر حضرت سید حسن
رسول نما کی درگاہ نظر پڑیگی یہ حضرت بھی اولیائے ہند اور عظام مشائخ مین ایک بڑے پایہ کے
شخص تھے جنکے حالات اسقدر مشہور ہیں کہ دہلی کا ادنے ادنے آدمی اُن سے روشناس ہے یہی
وہ بزرگوار ولی اللہ ہیں جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر ایک زمانہ مین بڑے زور شور سے چاروں
طرف ابل کر بہ رہا تھا جس نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز و لہلہا رکھا تھا آپکے روحانی و ضمیری
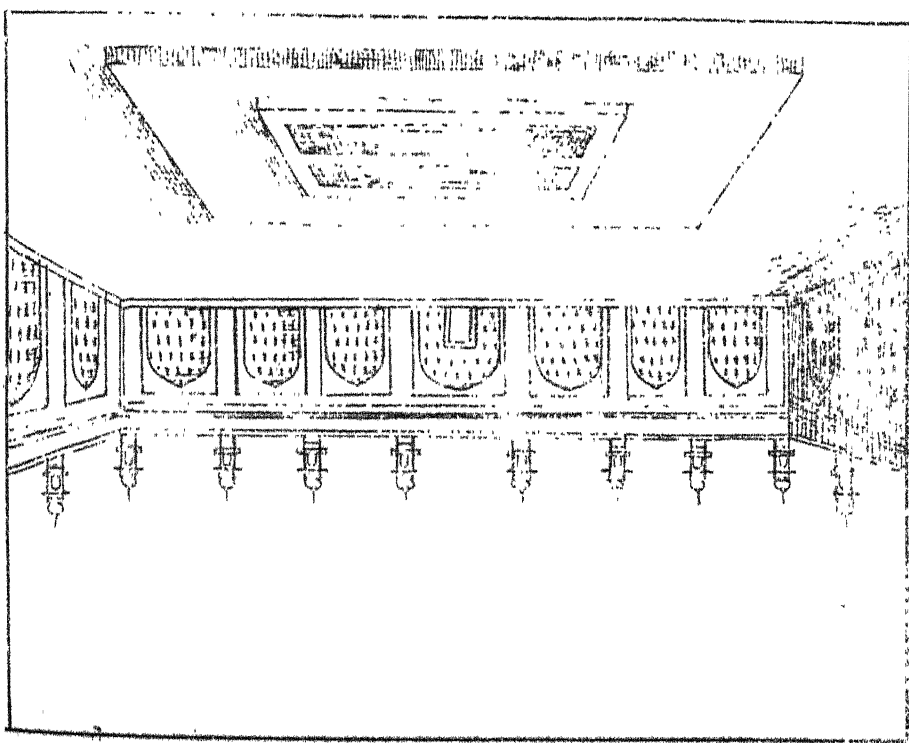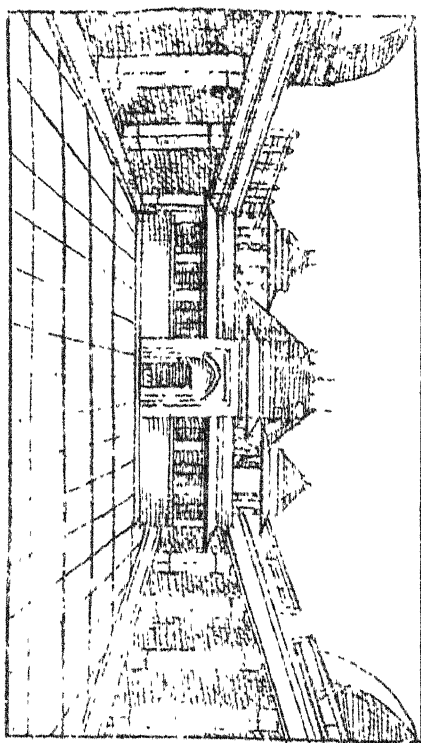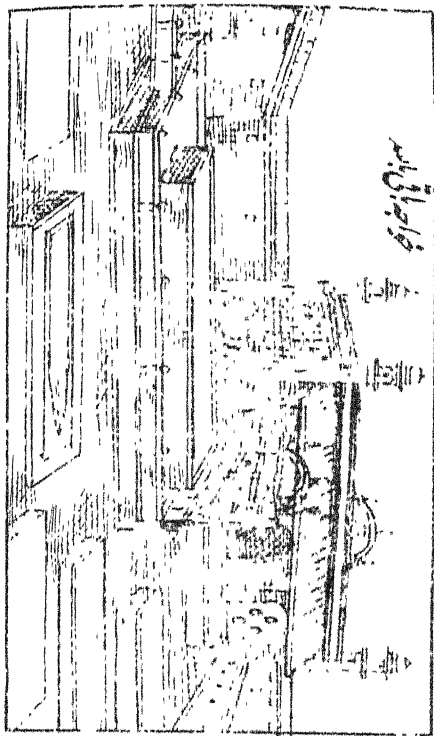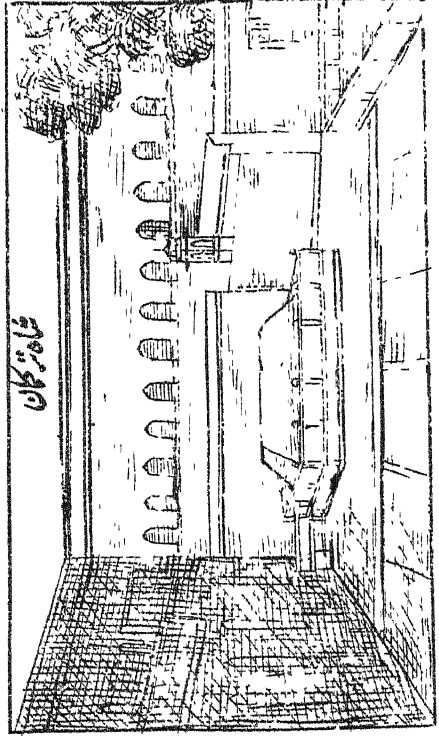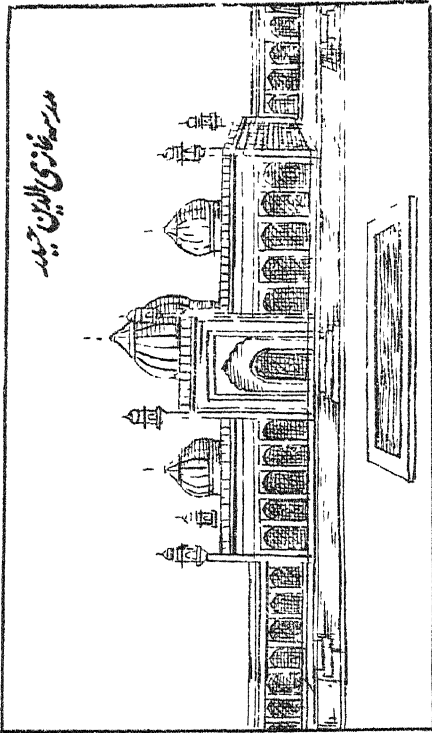
مدرسہ غازی الدین حیدر

کلاں مسجد

شاہ ترکمان

درگاہ شاہ غلام علی صاحب
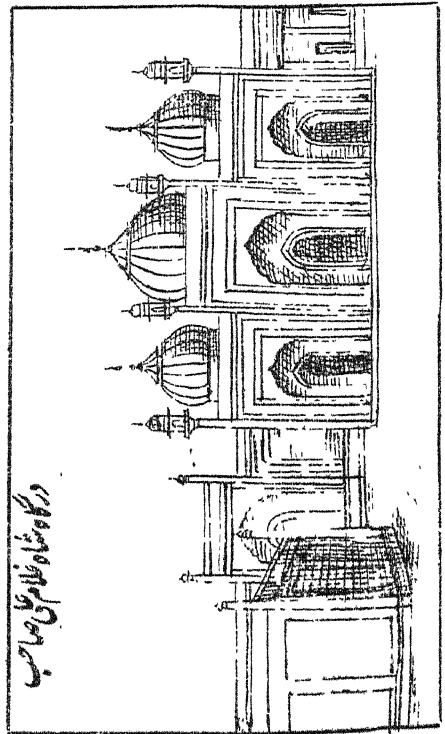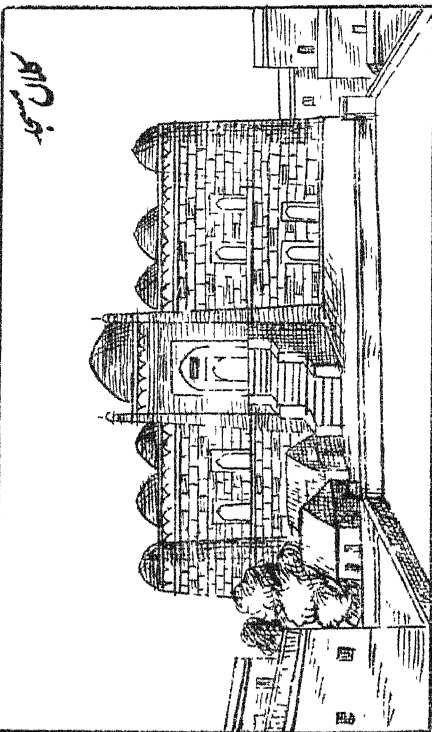
حضرت [illegible] ممتاز درجہ کی گہری قدر رکھتے تھے اور تمام باطنی وظاہری علوم میں قابل انتخاب سمجھے
جاتے تھے آپکے حالات زندگی [illegible] وتصرفات اصلی وانتخابات مشائخ کے تذکروں میں جستہ جستہ
مذکور ہیں چنانچہ [illegible] واقعات [illegible] بکثرت کے ساتھ
لکھے گئے [illegible] لکھنا ممکن نہیں [illegible] حالات [illegible] اپنی کتاب کو طول
دینا نہیں [illegible] حضرت [illegible] کو زیادہ حالات دریافت کرنے ہوں [illegible] کا مطالعہ کریں
رسول نما آپکا لقب [illegible] اس لقب سے مشہور ہونیکی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ آپکو جناب
رسول [illegible] قرب حاصل تھا کہ جب چاہتے تھے حضور کی زیارت
سے مشرف [illegible] چونکہ [illegible] نسبت بہت کچھ مشہور ہوگئی تھی اسلئے آپ
رسول نما کے لقب سے پکارے جاتے تھے - آپکا مزار [illegible] آسمان ہے یعنے کسی چھت یا گنبد کا اسپر
سایہ نہیں ہے اور مزار شریف کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے۔-

حسن رسول نما افتخار آل حسن   اویس قرنی ثانی وثالث حسنین

آپکے مزار شریف کی تقسیم ظاہر کرنے کے لئے وہاں کی عمارات کا پورا نقشہ دکھایا جاتا ہے جس سے
اسکی اصلی خوبی عمدہ طور پر ظاہر ہوسکتی ہے -
حضرت سید محمود بحار کا مزار - یہ مزار شاہجہان آباد دہلی سے قریباً چار کوس کے فاصلہ پر بارہ پلے کے
متصل موضع کیلوکہڑی کے محاذات مین واقع ہے اگرچہ بلحاظ عمارت یہ موضع کچھہ ایسا عمدہ اور
قابل دید نہیں مگر بقول مشہور شرف المکان بالمکین صرف بزرگوار ومقدس سید کی وجہ سے
دور دور مشہور ہوگیا ہے اور معتقدین اولیا ہزاروں کوس سے اسکی زیارت کو آتے اور نہایت
محظوظ ہوتے ہین - حضرت سید محمود بحار کا شمار اولیائے کاملین مین شمار کیا جاتا ہے اور حقیقت
میں جب آپکی تاریخی واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہندوستان کے اولیا کی فہرست مین آپکا نام
نامی جلی حرفوں میں لکھا دکھائی دیتا ہے - آپ حضرت سید ناصر الدین شہید سونی پتی کی اولاد
میں سے ہیں جنکے خوارق وکرامات کی شہرت ہندوستان سے لیکر عرب تک پھیلی ہوئی ہے
حضرت سید محمود بحار درویشی کے علاوہ علم وفضل میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور چونکہ تمام
علوم وفنون مین دستگاہ کامل رکھتے تھے اسلئے اُس زمانہ کے لوگ آپکو بحار کہا کرتے تھے

آپکا لقب محی العظام ہے اور ہندی لوگ آپکو راجہ ہاڑ گوڑ کہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک بڑھیا بیوہ عورت کا فرزند سفر کو گیا تھا جب اسے ایک زمانہ سفر میں گذر گیا اور اُن کو
کہیں سے خبر نہ ملی تو وہ مایوس ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مضطربانہ لہجے میں
عرض کیا کہ حضرت! میں بیوہ عورت ہوں اور میرا دنیا میں کوئی مددگار نہیں صرف ایک بیٹا
تھا جسے میں اپنے تاریک گھر کا چراغ سمجھتی تھی اور اُسکے عشق و دارفتگی میں دُنیا کی تمام چیزوں کو
ہیچ خیال کرتی تھی عرصہ سے غائب اور مفقود الاثر ہو گیا ہے آپ دعا کیجے کہ خدا اُس سے مجھے ایکدفعہ
اور ملادے آپنے مکاشفہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا فرزند مر گیا اور علاوہ خشک ہڈیوں کے اور کچھہ
باقی نہیں رہا ہے آپنے جناب الٰہی میں نہایت الحاح وزاری سے دعا کی اور گڑگڑاکر فرمایا
کہ خداوندا مجھپر اور اس بیکس پر رحم فرما اور اس مضطر و عاجزہ بیوہ عورت کو اسکے فرزند سے ملاکر
محظوظ کر خداتعالےٰ نے آپکی دعا کو قبولیت کا جامہ پہنایا اور اپنی قدرت کاملہ سے سوکھی ہڈیوں
میں جان ڈالکر اُسے اُسکی ماں سے ملادیا اور اولیاء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا پورا پورا جلوہ دکھایا
؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ۔ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ۔ اس واقعہ کے
بعد آپکا لقب محی العظام اور راجہ ہاڑ گوڑ یعنے بادشاہ استخوان مشہور ہو گیا ۔

حضرت سید محمود بحار کے کمالات ظاہری اور اوصاف باطنی اشتہار جسکی شہرت کی وجہ سے
محتاج بیان نہیں سنہ [illegible] ہجری صفر کی بائیسویں تاریخ کو آپکا انتقال ہوا اور اسی جگہ آپ کے
عقیدتمندوں نے دفن کیا ہر سال میں صفر کی بائیسویں تاریخ کو یہاں بڑا بھاری عرس ہوتا ہے
اور اطراف و جوانب کے بہت سے لوگ جمع ہوکر اس عرس میں شریک ہوتے ہیں ۔ آپکے معتقدین
خاص نے مزار کے اردگرد ایک کچی چار دیواری کھینچ دی ہے اور اکثر اوقات دروازہ مقفل رہتا ہے
آپکے مزار کو بنے ہوئے اب تین سو چوراسی برس کے قریب عرصہ گذرتا ہے مزار کی پوری کیفیت
دکھانیکے لئے نقشہ درج کیا جاتا ہے ۔

بزرگان دین کے مزارات کے متعلق جو کچھ مجھے لکھنا تھا لکھہ چکا اب صرف دو مشہور مقاموں کے متعلق
کچھہ لکھنا باقی ہے ایک کالکا مندر دوسرے جنتر منتر چنانچہ میں ان دو مقاموں کا نہایت
اختصار کے ساتھ ذکر کرکے ختم باب کرتا ہوں ۔

کالکا مندر۔ اسی نواح میں شاہجہان آباد دہلی سے چھہ کوس کے فاصلہ پر جنوب کی طرف واقع ہے اور یہ ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں سنبہ اور اسنبہ نامی دو راچھس تھے جنکے ہاتھوں اُس زمانہ کے دیوتاؤں نے سخت تکلیفیں اُٹھائیں تھیں آخرکار دیوتا مجبور ہوکر برہما کے پاس فریاد لیگئے اور اس نے اپنا عجز ظاہر کرکے انکو پاربتی کا حوالہ دیا دیوتا پاربتی کے پاس التجا لیگئے اور اس نے انہیں اپنی پناہ میں لے لیا کچھہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ پاربتی کے منہ میں سے ایک دیبی کوشکی نام پیدا ہوئی جس نے ان دونوں راچھسوں کو قتل کر ڈالا اُن کے خون کی جو بوند زمین پر گرتی تھی اس سے ہزاروں راچھس پیدا ہوتے تھے کوشکی اُنہیں مارتے مارتے حیران ہوگئی اور جب وہ بہت خفا ہوئی تو جلن خفگی کی حالت میں اسکے لبوں سے کالی دیبی پیدا ہوئی جس کا ایک ہونٹ تو زمین پر تھا اور دوسرا آسمان سے جالگا تھا کالی دیبی منہ پھاڑے بیٹھی رہی اب کوشکی نے یہ ترکیب شروع کی کہ جس راچھس کو مارتی تھی اُس کا خون زمین پر گرنے نہیں دیتی تھی اور کالی دیبی اُسے غٹ غٹ نگل جاتی تھی اس سے اُن راچھسوں کا شر دنیا سے دور ہوا۔ آخر میں کالی دیبی نے اس پہاڑ پر جہاں اب یہ مندر قائم ہے اپنا استہان کیا۔ پانڈوں کو خبر ہوئی تو اسکی پرستش کرنے لگے اور آجتک سب کرتے جاتے ہیں پہلے زمانہ میں اس مقام کی پرستش بہت کم ہوتی تھی لیکن اب بہت کچھہ زور بندھ گیا ہے اور ہندو لوگ نہایت اعتقاد رکھتے ہیں عرصہ ہوا کہ مہاراجہ سیندہیا نے موضع بہاپور کو اس مندر کے لئے وقف کردیا تھا مگر بعد کو بجائے اسکی آمدنی کے کل سو روپیہ سالانہ مقرر کیا گیا اب وہ بھی بند ہے یہاں کے پجاری کچھہ زراعت سے اور کچھہ چڑھاوے کی رقم سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں چیت کے مہینے میں یہاں بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوکر پوجا پتری کرتے ہیں ابتدا میں اس مقام پر کوئی مندر وغیرہ نہ تھا کئی ہزار سال کے بعد کسی شخص نے یہاں بارہ در کا صرف لداؤ بنایا تھا مگر سمت ۱۹۲۱ میں درگا سنگہ نامی نے اسکے گرد سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا کٹہرا بنوا دیا۔ بعد کو مندر کی رونق بڑہانیکے لئے یہاں کے پجاریوں نے چاہا کہ کوئی شخص اس لداؤ پر برج بنوا دے مگر کسی شخص نے اسکی حامی نہ بھری آخرکار مرزا راجہ کدار ناتھہ جو قوم کا بنیا تھا اور اکبر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکھتا تھا مندر کے بیچ

بنانے کا ارادہ کیا چنانچہ ذوقی کہار کی معرفت چند روز میں بنکر تیار ہو گیا لداؤ کے گرد سنگین شش
ستونوں کی غلام گردش بنائی گئی اور اندر کے لداؤ میں بارہ دروازے قائم کئے گئے باہر کی غلام گردش
میں چھتیس در رکہے گئے اور بارہ ضلع کا مندر بنکر طیار ہوا اب جب سے یہاں میلہ جمنے لگا ہے
تو مہاجنوں اور بنیوں نے مندر کے آس پاس میلے میں جانے اور وہاں آرام پانے کی غرض سے
بہت سے مکانات بنوا لئے ہیں۔ مندر کے آگے سنگ سرخ کی دو شیر کی مورتیں رکھی ہوئی
ہیں جنکی لوگ پوجا کرتے ہیں شیروں کی مورتوں پر ایک بڑا گھنٹہ لٹک رہا ہے جو پوجا کے
وقت بجایا جاتا ہے اور حاضرین دیبی مائی کی جے کہکر چلاتے ہیں۔

جنتر منتر۔ قطب کو جاتے ہوئے رستہ میں ایک طرف جنتر منتر کی عمارت ملیگی جسے راجہ جے سنگھ
والی جیپور نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت میں بموجب حکم بادشاہ رصد کے طور پر ستاروں کے
علوم معلوم کرنیکے لئے بنایا تھا اس میں بڑی سے بڑی عمارت وہ شاندار قطب نما ہے جسے
دہوپ گھڑی یا سمرت منتر کہتے ہیں عمارت کی جسامت مفصلہ ذیل ہے

وتر کی لمبائی ۔ ۱۱۸.۵ فیٹ۔ قاعدہ کی لمبائی ۔ ۱۰۴.۵ فیٹ عمود کی لمبائی ۔ ۵۶۲۵ فیٹ

یہ عمارت اب بہت شکستہ ہو گئی ہے ذرا فاصلہ سے بڑی دہوپ گھڑی کے سامنے ہی ایک
اور عمارت ہے جو پہلی عمارت سے بہتر حالت میں ہے یہ بھی ایک دہوپ گھڑی ہے یا یوں کہو کہ چند گھڑیاں
ایک ہی عمارت میں مشترک ہیں۔ بیچ میں ایک زینہ ہے جو چوٹی تک جاتا ہے اور اسکے پہلو کی دیواریں
ہم مرکز نصف دائرہ کے گردا گرد ہیں جنکا میلان افق کی جانب ہے اور یہ نصف النہار دن کا
کام دیتی ہیں جو رصد کے نصف النہار سے ذرا ہٹے ہوئے ہیں بیرونی دیواروں میں بھی درجے
بنے ہوئے ہیں جو مقیاس کا کام دیتے ہیں یہ کل چار مقیاس ہیں جو ایک دیوار کے ذریعہ سے
ملے ہوئے ہیں اسکے شمالی جنوب میں ایک برا جو پہلو نصف دائرہ بنا ہوا ہے۔ جسکے ذریعہ سے
اجرام فلک معلوم کر سکتے ہیں بڑے قطب نما کے جنوب میں مشرق و مغرب کی طرف دو گول
عمارتیں بنی ہوئی ہیں جو اوپر سے بالکل کھلی ہوئی ہیں ان کے دائروں کے بیچ میں ایک ایک
ستون ہے۔ ستون کی جڑ میں سے فرش پر تیس پتھر کی نصف قطر بنے ہوئے ہیں اور انمیں
جوں جوں ستون سے ہٹتے جاؤ ووں ووں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ گول دیوار تک

پہونچ جاتے ہیں۔ نصف قطروں کا ہر درمیانی زاویہ چھ درجے کا ہے اور چونکہ ہر زاویہ میں برابر درجے ہیں اس سبب سے ہر دائرہ میں ۳۶۰ درجے ہوئے۔ نصف قطروں کی درمیانی دیواروں میں کچھ فاصلہ پر دو چوکور پتھر رکھے ہیں تاکہ مشاہدہ کرنے والا اسی بلندی تک چڑھ کر جہاں سے رصد کے درجے پڑھ لے۔ ہر دروازے میں دو دو کھڑکیاں ہیں اور بعض ان میں سے ابتک سالم و محفوظ بھی ہیں۔ دروازے کے کنارے پر سورج کی عمود کے درجوں کا خط مماس ہے جیسا کہ ستون کے سایہ سے ظاہر ہوتا ہے جو ایک درجے سے ۴۵ درجے تک ہے جب سورج اس بلندی سے گزر جاتا ہے تو درجوں کے جو نصف قطروں پر بنے ہوئے ہیں اور جنکا شمار ستون سے ہوتا ہے یا بطور کہ عمود کا باقی ماندہ حصہ شمار ہوا ان درجوں کے منٹ بتاتے ہیں سامنے کی فاصلوں کی دیواریں منٹوں میں تقسیم نہیں کی گئیں ہیں صرف ہر درجہ کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ان میں سے کسی حصہ پر سورج کا سایہ پڑ کر سورج کی افق کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح چاند اور ستاروں کے افق اور عمود بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں عمارتیں چونکہ ہر بات میں یکساں ہیں اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ بیشک یہ دونوں اسلئے بنائی گئی ہوں گی کہ مختلف مشاہدات جو ایک وقت میں کئے جائیں انکی صحت بھی جانچ کیجا سکے۔ مگر اب یہ دونوں عمارتیں نہایت خراب اور شکستہ ہو گئی ہیں اور انکے بہت سے مقامات ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں جن سے اصل بانی کا پورا پورا منشا دریافت نہیں ہو سکتا اور نہ یہ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس نے انہیں کن کن چیزوں کی ایجاد کی تھی بظاہر جو سمجھ میں آیا اسے لکھ کر پیش ناظرین کیا فقط

تمت

اعلان

اس کتاب یعنی دہلی کا تماشا المعروف بہ سیر دہلی کے جملہ حقوق تصنیف و تالیف بحق مشتہر کے نام محفوظ ہیں اور یہ کتاب باضابطہ رجسٹری کرادی گئی ہے۔ لہذا کوئی صاحب بلا اجازت اسکے بجنسہ نقل چھاپنے کا قصد نہ فرمائیں ورنہ بالعوض نفع۔ نقصان اٹھانا پڑیگا۔

مشتہر

(مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار دہلی)